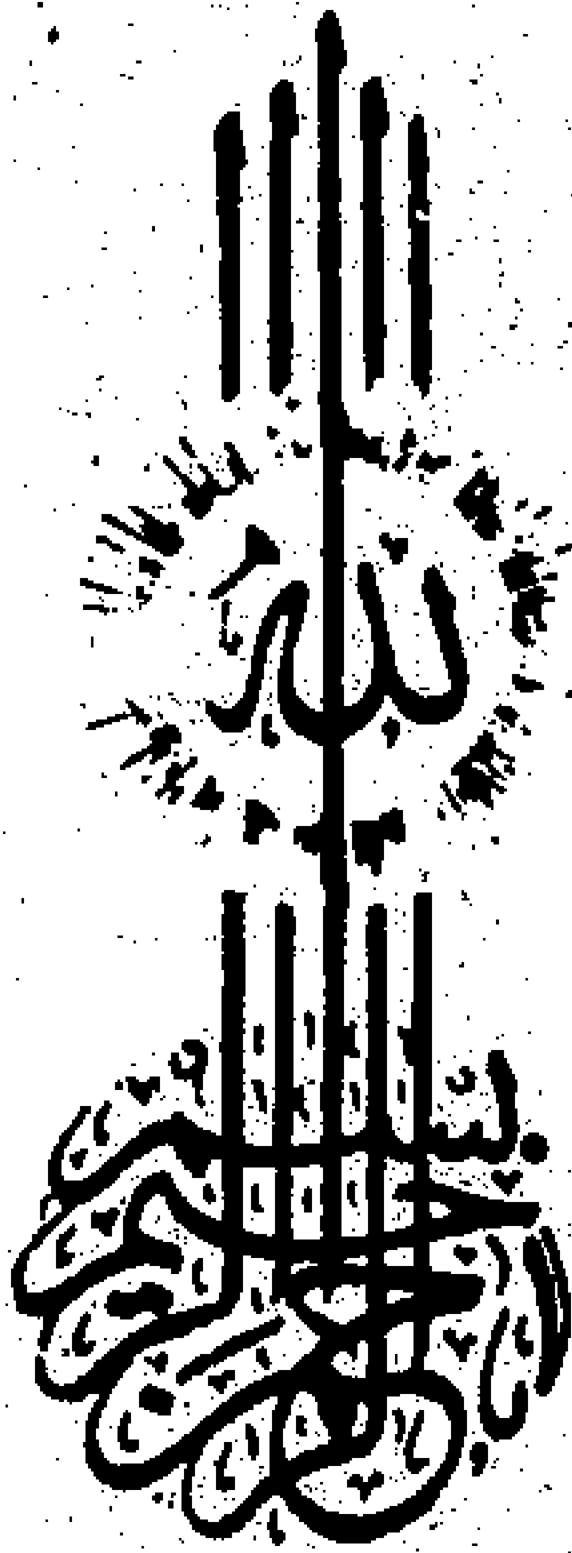
المنبهات علی الاستعداد لیوم المعاد

از شیخ شہاب الملتہ علامہ احمد بن علی ابن الحجر العسقلانی رضی اللہ عنہ

کا اردو ترجمہ

موت کا سفر

حضرت علامہ
مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی
قدس سرہ العزیز



موت کا سفر

المنبهات علی الاستعداد لیوم المعاد

از شیخ شہاب الملتہ علامہ احمد بن علی ابن الحجر العسقلانی رضی اللہ عنہ

کا اردو ترجمہ

موت کا سفر

حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی
قدس سرہ العزیز

مع تکملہ از
ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی خلف اکبر

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور ☎ 7352795

نام کتاب	....	موت کا سفر
مصنف	....	مفتی خلیل احمد برکاتی رحمۃ اللہ علیہ
باراول	....	ستمبر 2000ء
ناشر	....	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول
پرنٹرز	....	حاجی حنیف پرنٹرز
کمپوزنگ	....	جاپان آرٹ۔ نسبت روڈ لاہور۔ 7210026
قیمت	....	روپے

ملنے کے پتے

- پروگریسو بکس ○ فیصل مسجد ○ اسلام آباد
- اسلام بک ڈپو ○ ۱۲۔ گنج بخش روڈ ○ لاہور

فہرست مضامین

انتساب

مرکز قادریت، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے خانوادے وارث الاکابر الاسیاد، بالاستحقاق وبالانفراد سیدی وسندی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی السید الشاہ اولاد رسول حضرت مولانا مفتی سید محمد میاں صاحب القادری البرکاتی آل رسول قدس سرہ العزیز۔

کے نام!

جن کے نورانی فیوض وبرکات سے، حضرت مترجم مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رحمتہ اللہ علیہ اور یہ فقیر قادری سگ درگاہ برکاتیہ، مستفیض ومستنیز ہوئے۔ جن کی نگاہ فیض سے فقیر اس ترجمہ کے تکملہ کے قابل ہوا زمانہ جن کی چوکھٹ سے فیض پاتا رہے گا۔

فقیر قادری

ابو حماد احمد میاں برکاتی

۲۰/ جمادی الاخری ۱۴۰۹ھ

۲۰/ جنوری ــــــــ ۱۹۸۹ء

حرف آغاز

جون ۸۴ء میں رمضان المبارک کا مہینہ تھا اپنے والد گرامی حضرت مفتی اعظم خلیل ملت قدس سرہ کے ساتھ دارالعلوم احسن البرکات میں بیٹھا تھا' حضرت کی تصانیف موضوع گفتگو تھیں' حضرت ان زمانے میں شدید علیل تھے۔ مگر پھر بھی دارالعلوم سے محبت انہیں روزانہ وہاں کھینچ لاتی تھی۔ اس وقت میں تصنیف و تالیف کا کچھ کام کر لیتے تھے۔ ان دنوں زیر نظر کتاب "موت کا سفر" زیر ترجمہ تھی کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا۔ والد گرامی نے حیرت انگیز طریقہ پر صرف تین ماہ میں اکثر حصہ ترجمہ فرما دیا تھا۔ فقیر سے فرمایا میاں! اب یہ بقیہ آپ کو کرنا ہو گا فقیر نے عرض کی کہ ان شاء اللہ آپ جلد صحت یاب ہوں گے اور اسے مکمل فرمائیں گے' فرمایا نہیں اب یہ آپ کو ہی کرنا ہو گا چنانچہ واقعی ایسا ہی ہوا اس گفتگو کے ایک سال بعد جون ۸۵ء میں حضرت واصل باللہ ہو گئے۔ یہ آپ کی کرامت ہی تھی کہ پہلے سے ایک ذمہ داری کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اور اس طرح فقیر کو اس کا تکملہ کرنا پڑا۔ ظاہر ہے کہ وہ سلاست بیان جو حضرت خلیل ملت کا حصہ ہے۔ فقیر تو اس کا خوشہ چیں ہونے کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ تاہم پھر بھی کوشش کی ہے کہ اس معیار اور زبان کو باقی رکھا جائے جس روانی میں حضرت مترجم قدس سرہ نے اس کو اختتام کے قریب پہنچایا تھا۔ فقیر نے اس کے تکملہ کا آغاز' دس نکاتی بیان میں زیر عنوان "ابلیس کے بیس دشمن" سے کیا ہے اور اختتام تک پہنچایا ہے۔ لہٰذا اگر اہل علم ان صفحات میں کسی سقم یا غلطی پر مطلع ہوں تو اسے فقیر کی جانب منسوب کریں' حضرت مترجم قدس سرہ کی ذات اس سہو سے بری ہو گی۔ اگرچہ فقیر

اس کام کا اہل تو بالکل نہ تھا تاہم چونکہ حضرت کی وصیت تھی تو ان ہی کا فیض شامل حال رہا اور یہ فقیر قادری برکاتی تکملہ کو مکمل کر سکا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی مرقد انور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

(آمین)

فقیر قادری ابو حماد احمد میاں برکاتی

بروز سہ شنبہ/ ۲ ذی الحجہ ۱۴۱۰ ہجری

تعارف حضرت مترجم

مفتی اعظم سندھ محمد خلیل خان القادری البرکاتی رحمۃ اللہ علیہ

از ــــــــــــــــــــــ ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

موت برحق ہے کہ "**کل من علیہا فان**" جو فانی ہے اس کے لیے فنا ہے اور جو باقی ہے وہ باقی۔ "**ویبقی وجه بک ذوالجلال والاکرام**" مگر کچھ جاتے ہیں تو یوں کہ کوئی ان پر رونے اور آنسو بہانے والا نہیں ملتا اور بعض رحلت فرماتے ہیں تو ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ زمین و آسمان ان پر روتے ہیں' قرآن کے الفاظ میں "**فما بکت علیہم السماء والارض**" کا مطلب صریح یہی ہے۔ جن اکابر نے لوگوں کی نگاہوں اور خدا و رسول عزوجل و ﷺ کی بارگاہوں میں مقام رفیع اور منصب منیع حاصل کر لیا وہ آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے ہیں۔ عقل ایسے میں حیران ہے کہ ہم جیسے بے لیاقتوں کی رہنمائی اب کون کرے گا۔ اور بدعتوں اور گمراہیوں کی ان اندھیریوں میں حق کی روشنی کون دکھائے گا۔ پچھلے علماء اور بزرگوں میں ایک کا وصال ہوتا تو ہزار جانشین چھوڑ جاتے۔ اب ہزار وصال فرماتے ہیں تو ایک نصیب ہوتا ہے وہ بھی اگر پردہ فرما جائے تو ہزار کدھر جائیں اسی لیے فرمایا گیا کہ عالم کی موت عالم (جہان) کی موت ہے۔" اللہ کے ایک ایسے ہی مقرب بندے کہ جن کے وصال پر اہل زمین و آسمان روئے اور لاکھوں انسان سوگوار ہوئے۔ مفتی اعظم سندھ علامہ مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی قدس سرہ العزیز و رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ وقت مغرب واصل باللہ ہوئے اور لاکھوں فرزندان توحید اور شمع رسالت کے پروانوں اور تشنگان علم کو یتیم کر گئے۔

جو حیدر آباد شہر کی جان تھے۔ سندھ کی روح تھے پاک وہند کے دل تھے۔ اور عالم اسلام کا عظیم سرمایۂ افتخار جن کی رحلت کی خبر سن کر ایک لحہ کے لیے ہر دل دھڑکنا بھول گیا۔ اور آنکھیں اشکوں کے موتی بہانے لگیں۔ وہ عارف باللہ، جو صدر الشریعت ابو العلی مولانا محمد امجد علی رحمتہ اللہ علیہ مصنف "بہار شریعت" کے خاص شاگرد اور مجدد ملت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے روحانی شاگرد ہیں۔

آپ کی سند حدیث کا سلسلہ حضرت مولانا امجد علی صاحب کی وساطت سے بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی تک اور مارہرہ شریف کے قطب سید شاہ آل رسول رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تک پہنچتا ہے۔

اس جلیل القدر عالم کو کہ جس پر زمانہ تعلم میں حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان" کی بڑی شفقت (محبت تھی، مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان نے اپنے دست مبارک سے سند حدیث عنایت فرمائی۔ ادیب شہیر محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ مفتی صاحب کے استاد بھائی ہیں۔ غرض یہ کہ اساتذہ علماء اولیاء کے ہاتھوں پرورش پانے والا یہ نوجوان اپنے وقت کا "فقیہہ اسلام" قرار پایا۔

مفتی اعظم سندھ حضرت مفتی محمد خلیل خاں برکاتی جولائی ۱۹۲۰ء کو ضلع علی گڑھ کی مشہور ریاست دادوں میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے چھٹے دن والد ماجد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے اور تیسرے سال والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا چنانچہ اپنے چچا کے ہمراہ مارہرہ شریف[1] تشریف لائے اور یہیں اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا۔

---

[1] مارہرہ شریف ضلع ایٹہ کا ایک مشہور قصبہ ہے جہاں سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کا فیض صدیوں سے جاری ہے۔ اس سلسلہ کے اسلاف مدینہ منورہ سے واسط میں آکر آباد ہوئے جہاں سے سید ابو الفرح واسطی رحمتہ اللہ علیہ اپنے چار صاحبزادوں کے ہمراہ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں غزنین تشریف لائے جن میں تین صاحبزادے ہندوستان تشریف لے آئے جہاں بادشاہ وقت نے ان کے فیوض وبرکات اور کرامتوں کو دیکھ کر احتراماً اپنی سلطنت کے چند علاقے ان کی خدمت میں پیش کر دیے ان ہی میں سے ایک بزرگ سید ابو الفراس کی اولاد میں سے ایک صاحبزادے سید محمد صغریٰ، قصبہ بلگرام میں متولد ہوئے۔ پھر سید محمد صغریٰ کی (اگلا صفحہ ملاحظہ کریں)

مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ان ارشد تلامذہ میں سے ہیں جن کا تذکرہ انہوں نے اپنی مشہور کتاب "بہار شریعت" میں فرمایا ہے۔ مفتی صاحب مارہرہ شریف میں اپنی تعلیم کا آغاز فرمانے کے بعد پھر اپنے مولد دادوں تشریف لے آئے اور تکمیل تعلیم کے لیے۔ نواب ابوبکر خاں صاحب شروانی کے مدرسہ حافظیہ سعیدہ میں ۱۳۵۳ ہجری / ۹ مارچ ۱۹۳۵ء کو داخل ہوئے اور آخر تک وہیں رہے' دورہ حدیث تک صدر الشریعت سے پڑھا ۱۹۴۵ء میں فارغ ہوئے۔ مفتی اعظم ہند نے سند حدیث عطا فرمائی۔ سند حدیث کے علاوہ مفتی صاحب کے پاس سند قرآن بھی ہے۔ جس کا سلسلہ ۳۱ واسطوں سے ساتوں قراۃ میں سیدنا عثمان بن عفان' مولا علی' ابی بن کعب' زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے توسط سے حضور پر نور سید عالم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ یہ سند آپ کو مرشد گرامی اولاد رسول سید محمد میاں صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ سے عطا ہوئی۔

تعلیم سے فراغت پاتے ہی تدریس و تبلیغ کے امور سونپ دیئے گئے۔ چنانچہ آپ نے تنہا اور مرشد گرامی کی معیت میں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں کئی شہروں کے تبلیغی دورے کئے' کچھ عرصے میرٹھ چھاؤنی میں بحیثیت فوجی مبلغ بھی فرائض انجام دیئے

اولاد واحفاد میں سے سید شاہ عبدالجلیل صاحب رحمتہ اللہ علیہ (جد اعلیٰ سلسلہ برکاتیہ) ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ تشریف لائے اور ۸ صفر ۱۰۵۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے بیٹے سید شاہ اویس کا وصال ۱۰۹۷ء میں بلگرام میں ہوا۔ ان کے بیٹے سید شاہ برکت اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک نئی بستی ۱۱۱۸ھ میں آباد فرمائی جس کا نام پیم نگر رکھا۔

۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ کو آپ کا وصال ہوا وہیں مدفون ہوئے۔ شجاعت خان غلزئی نائب نواب محمد خان بنگش والی ریاست فرخ آباد نے ان کے مزار پر عالی شان عمارت بنوائی جو آج بھی موجود ہے اور درگاہ سید شاہ برکت اللہ کے نام سے مشہور ہے زیارت گاہ خاص و عام ہے ہر مذہب کے لوگ وہاں آکر اپنی مرادیں ان کے توسل سے پوری کرتے ہیں۔ ان ہی کی نسبت سے یہ سلسلہ "برکاتیہ" کہلاتا ہے۔ سید شاہ برکت اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں ساتویں پشت میں سید شاہ آل رسول رحمتہ اللہ علیہ ہیں جن کے دست حق پر امام اہل سنت احمد رضا خاں نے بیعت فرمائی اور دسویں پشت میں سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر مفتی اعظم سندھ نے ۱۳۵۶ھ میں بیعت کی۔ اس نسبت سے آپ کا شجرہ نسب انتالیسویں پشت میں حضرت علیؓ کے واسطے سے حضور ﷺ تک پہنچتا ہے۔

فراغت کے چار سال بعد ۲۹ سال کی عمر میں مرشد گرامی نے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے دارالافتاء میں اہم ذمہ داری دے کر منصب افتاء پر بٹھا دیا جہاں سے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔ اسی کے ساتھ آپ تصنیف و تالیف بھی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ پاکستان آمد سے قبل ہندوستان میں ہی ۱۳۰۷ھ تک گیارہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ پاکستان آمد کے بعد بھی آپ نے بہت سی کتابیں لکھی جن میں ہمارا اسلام ہماری نماز' سنی بہشتی زیور' معراج المومنین' اتنی مشہور ہیں کہ ان کے ہزار ہا ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اول الذکر کتاب کئی مدارس مکاتب' اسکولوں میں ملک و بیرون ملک رائج ہے۔ آپ نے کئی کتابوں کے فارسی اور عربی سے اردو تراجم کئے۔ کل مصنفات کی تعداد ساٹھ سے زیادہ ہے ان میں آٹھ تراجم ہیں۔ دو تفسیر قرآن ہیں باقی تصنیفات و تالیفات ہیں۔ ان میں ۳۶ کتب مطبوعہ ہیں۔ ۶ رسائل مطبوعہ ہیں۔ ۱۵ کتب زیر طبع ہیں باقی مسودات پاکستان آنے میں گم ہو گئے اور کچھ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے عظیم کتب خانہ میں محفوظ موجود ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی میں کل اٹھارہ ہزار تین سو پچاس صفحات تصنیف فرمائے اور یہ اتفاق ہے کہ شعور کے بعد آپ کی زندگی کے کل ایام بھی (۵۱ سال) اٹھارہ ہزار تین سو پچاس بنتے ہیں۔

ساڑھے چار ہزار فتاویٰ کا عظیم الشان ذخیرہ اس کے علاوہ ہے جو ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ آج کل آپ کے فتاویٰ کی ترتیب و تبویب کا کام دارالعلوم احسن البرکات میں راقم الحروف کی نگرانی میں ہو رہا ہے اپنے فتاوی کا نام آپ نے الفتاویٰ الخلیلۃ المعروف "احسن الفتوی" تجویز فرمایا تھا اس قدر تصنیفات کے باوجود تقریر و تدریس کا سلسلہ بھی ۱۹۷۹ء تک پابندی سے جاری رہا۔ پھر زبان پر مرض کی شدت ہو گئی جس کی وجہ سے صرف تصنیف و تالیف کا کام جاری رکھ سکے اللہ کے اس ولی نے آخری سانس تک' دین متین کے لیے وقف کر دی تھی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت جو آج بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ آپ بیک وقت مدرس بھی مقرر بھی' مصنف بھی' مترجم بھی' مہتمم بھی'

منتظم بھی، مفتی بھی، اور شیخ الحدیث بھی تھے ان تمام مصروفیات میں سے کچھ لمحے آپ بطور خاص اہل خانہ کے لیے بھی رکھتے تھے۔ گھر کا سودا سلف خود لانا روزمرہ کا معمول تھا۔

صاحبزادیوں کی فرمائش بطور خاص پوری کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہیں" ان نازک شیشوں کو ٹھیس نہ لگنے دو۔ بچوں کے ساتھ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ گھر میں جب بھی تشریف لاتے خود سلام کرتے۔ جب گھر سے کہیں جانے کو نکلتے تو بھی سلام فرماتے۔ اہلیہ کی دلجوئی کے لیے ہیج ان سے مشورہ کرتے ان کی فرمائش پوچھتے کہ یہ بھی عبادت کا ایک حصہ ہے۔

حضرت نے اپنی زندگی میں ہزاروں تلامذہ کو فیضیاب فرمایا، اور سینکڑوں مدرس اور مفتی تیار کیے جو آج ملک کے گوشہ گوشہ میں موجود اور تبلیغ دین واشاعت دین میں مصروف ہیں۔ صرف صوبہ بلوچستان میں آپ کے تلامذہ نے جو مدارس قائم کیے ان کی تعداد چودہ ہے۔ اس سے پہلے بلوچستان میں دینی مدارس معدوم تھے۔ سندھ میں دادو، لاڑکانہ، مورو، سبی، جیکب آباد، شہداد پور، نواب شاہ، ٹنڈوالہ یار، بدین وغیرہ میں آپ کے تلامذہ کے عظیم الشان مدارس ودارالعلوم موجود ہیں۔ پنجاب میں کئی مقامات پر آپ کے شاگردوں کی خاصی تعداد مدارس کے علاوہ مختلف کالجوں اور اسکولوں میں معلمین کی حیثیت سے موجود ہے۔

سرحد میں مردان، پشاور، ہزارہ وغیرہ میں آپ کے تلامذہ اور فیض یافتہ علماء موجود ہیں۔ آزاد کشمیر کی آخری سرحد تک آپ کے تلامذہ کا جال بچھا ہوا ہے۔ خاص شہر حیدر آباد میں آپ کے تلامذہ کے کئی مدرسے قائم ہیں۔ جن میں مولانا سعید احمد رضوی، مولانا سید افسر علی شاہ کونسلر، مولانا قاضی محمد علیم اشرفی، اور مولانا عبدالرشید نوری کے مدارس قابل ذکر ہیں۔

آپ کی تعلیم وتدریس کا طریقہ بھی نہایت سادہ تھا، مشکل سے مشکل کتاب بہت کم وقت میں پڑھا دیتے۔ تقریر کتاب ایسی فرماتے کہ مضمون طالب علم کے ذہن میں اترتا چلا جاتا۔ اسی وجہ سے مدرسہ کا ہر طالب علم یہ خواہش رکھتا کہ میری کتاب سبق کے لیے

مفتی صاحب کے پاس ہو۔

فتویٰ نویسی میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آسان سے آسان مسئلہ بھی کتاب میں دیکھ کر فتویٰ لکھتے سائل کا صرف جواب ہی نہ دیتے بلکہ اس کے ساتھ عقلی و نقلی دلائل بھی ضرور دیتے تھے۔ ایک بار فرمایا کہ نظافت کے ایک مسئلہ کی تلاش تھی جو ۲۵ سال کے بعد کتاب میں ملا ہے۔ متقدمین کے بعد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تحقیق کے سامنے کسی کی تحقیق کو اہمیت نہ دیتے تھے قلم سے جوابات ایک مرتبہ لکھ دیتے وہ اتنی جامع ہوتی تھی کہ اسے قلم زد کرنے کا موقع نہ آتا تھا۔

بعض اوقات سائلین سوالات میں ہیر پھیر کر کے اپنے مطلب کا فتویٰ چاہتے تو ان سے وضاحت کراتے اور فرماتے کہ فرضی اور خیالی سوالوں کے بجائے فتویٰ لینے کے لیے اصل واقعہ اور اصل سوال لکھنا چاہیے۔ اسی طرح آپ کبھی شرطیہ یا فرضی جواب نہ دیتے اور نہ کبھی سوال سے غیر متعلق جواب لکھتے۔ بعض اوقات سوالات چار صفحات پر ہوتے تھے مگر آپ ان کے جوابات مدلل، صرف چند سطور میں لکھ دیتے کہ یہی کافی ہوتا۔ بعض وکلاء کا بیان ہے کہ دینی معاملات میں عدالتیں اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتی تھیں جب تک کہ دارالعلوم احسن البرکات سے مفتی محمد خلیل خاں صاحب کا فتویٰ نہ آجاتا۔ پھر فیصلہ کرتی تھیں۔

ریڈیو پاکستان حیدر آباد سے تقریباً دس سال سے زیادہ آپ کی تفسیر نشر ہوئی، جس کے مسودات، ریڈیو پاکستان کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں، اس کے علاوہ بہت سے مختلف مواقع پر آپ کی تقریر اور مذاکرات بھی نشر ہوئے۔

مفتی خلیل صاحب ۱۹۵۱ء میں پاکستان تشریف لے آئے، روانگی کے وقت مرشد گرامی نے پاکستان میں سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی اشاعت کے لیے اپنا نائب مقرر فرمایا آپ کو مفتی اعظم ہند نے بھی چار سلسلوں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ پاکستان آنے کے بعد ایک سال کراچی میں کھتری مسجد میں قیام رہا، پھر جون ۱۹۵۲ء میں حیدر آباد تشریف لائے اور یہاں سید جعفر حسین شاہ مرحوم کے تعاون سے

جولائی ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم احسن البرکات قائم کیا جو الحمد للہ ۴۰ سال کے بعد آج بھی ایک تناور درخت کی شکل میں قائم ہے اس درس گاہ سے ہزاروں علماء فضلاء فارغ ہو کر نکلے اور تشنگان علوم سیراب ہوئے۔

مفتی صاحب نے قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھی جس کے چند پارے طبع ہو چکے ہیں۔ آپ بہت عمدہ سچے عاشق رسول بھی تھے۔ عمدہ نعتیہ کلام اور غزلیہ کلام بھی چھوڑا ہے جو زیر طبع ہے۔

آپ نے پہلی تصنیف ۱۳۶۱ ہجری میں فرمائی' جو آپ کے طالب علمی کا آخری دور تھا یہ کتاب سراج العوارف کا ترجمہ تھا جو اب "نور علیٰ نور" کے نام سے دستیاب ہے اور دنیائے تصوف میں اس کتاب کا اہم مقام ہے اس کتاب کا مطالعہ ہر مرید پر لازم ہے۔

آپ کی شادی ۴ ربیع الاخر ۱۳۶۷ ہجری / مطابق ۱۵ فروری ۱۹۴۸ء کو سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ میں دختر نیک اختر جناب منشی حبیب احمد خاں لاحول مرحوم' محترمہ نعیم جہاں مدظلہا کے ہمراہ ہوئی۔ جن سے آپ کی سات صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ہوئے ایک صاحبزادی رقیہ خانم کا انتقال کم سنی میں حیدر آباد سندھ میں ہوا۔ یہ اولاد میں آٹھویں نمبر تھیں۔

آپ نے ذی الحجہ ۱۳۹۸ ہجری / ۱۹۷۸ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ ادا فرمایا اور روضہ سرکار ﷺ پر حاضری دی۔

آپ کی وفات پر دنیائے علم و عمل میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس پر علماء اشکبار ہیں اور طلبہ مضطرب آپ کی نماز جنازہ میں پندرہ ہزار افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ آپ کے دارالعلوم احسن البرکات کے سامنے ادا کی گئی۔

صدر الشریعت کے شاگرد رشید اور دارالعلوم امجدیہ کراچی کے شیخ الحدیث مفتی صاحب کے ہم سبق حضرت مفتی محمد وقار الدین رضوی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی آپ کا جنازہ اٹھتے وقت ہزاروں رو رہے تھے اور شرکاء جنازہ کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ لوگوں کو کندھا دینے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ باوجودیکہ جنازہ میں دونوں جانب لمبے لمبے بانس لگا دیئے

گئے تھے ایک موقع تو ایسا آیا کہ جنازہ کندھوں سے اٹھ کر ہاتھوں پر ہو گیا۔

مفتی صاحب کو ۲۹ رمضان المبارک ظہر کے وقت درگاہ سخی عبدالوہاب شاہ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے صحن میں دفن کیا گیا۔

چشم ظاہربیں سے گرچہ چھپ گیا یہ آفتاب حشر تک ہوتا رہے گا ذرہ ذرہ فیضیاب

فیض پائے گا زمانہ اب مزار پاک سے
نور پائیں گے ستارے اس زمیں کی خاک سے

لوگوں کا کہنا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد ہم نے اس جگہ پہلی تدفین دیکھی ہے اس سے پہلے کی خبر نہیں۔

ریڈیو سے بروقت اعلان نہ ہونے کے سبب ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شرکت سے محروم رہے اور لاکھوں کو تاخیر سے اطلاع ہوئی۔ پاکستان ٹیلی ویژن نے شام کی خبروں میں آپ کے جنازہ کا عکس و منظر پیش کیا۔

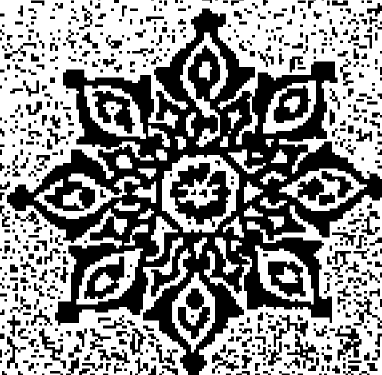
از ما رمیدہ بہ لحد آرمیدہ
خوب تو خوش کلفت یاراں نہ دیدہ

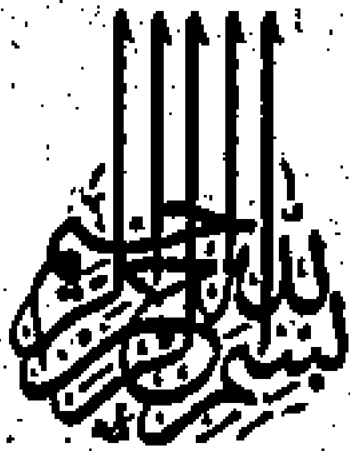
حدیث شریف کے مطابق آپ کو شہادت کے تین درجات حاصل ہوئے۔ نمبر۱ تعلّم نمبر۲ رمضان المبارک نمبر۳ مرض مزمنہ"

فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرلہ الولی

۲ ذی الحجہ ۱۴۱۰ ہجری

۲۶ جون ۱۹۹۰ء





الحمدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالعٰلِمِیْنَ' وَلَهُ الْکِبْرِیَاءُ
فِی السَّمٰوٰاتِ السَّبعِ وَالْاَرْضِیْنَ' هُوَ الَّذِی اَرْسَلَ
رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الحَقِّ المَتِیْنِ لِیُظْهِرَهُ عَلٰی
الدِّیْنِ کُلِّهٖ اِلٰی یَومِ الدِّیْنِ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ
الحَقُّ المُبِیْنُO

اے دادہ حبیب را کلید ہمہ کار
باران درود بر رخ پاکش بار

دستے کہ بدامان کرمش زدہ ایم
زنہار بدست دیگر انش مسپار

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، اَلَّذِيْ كَانَ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ، مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ الصَّادِقِ الْوَعْدِ الْاَمِيْنِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُرْشِدِيْنَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ وَفِيْهِمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○

بمنزل کوش مانند مہ نو
دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو

مقام خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند وراہ مصطفیٰ رو

قال اللّٰہُ عَزَّوجَلَّ وعَلا

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ○ وَذَکَرَاسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ○ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ○ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ○

(ترجمہ) : بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا (ایمان لا کر) اور اپنے رب کا نام لے کر نماز (پنجگانہ) پڑھی۔ بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو (آخرت پر اور اسی لیے وہ کام نہیں کرتے جو وہاں کام آئیں) اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ (تو غافل نہ ہو)۔

یاد داری کہ وقت زدن تو
ہمہ شاداں بدند تو گریاں

ہم چناں زی کہ بعد مردن تو
ہمہ گریاں شوند تو شاداں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ فِی کُلِّ حِیۡنٍ وَّاَوۡقَاتٍ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ اَشۡرَفِ الۡخَلۡقِ وَالۡبَرِیَّاتِ ۝

الفاظ و معانی : اللہ معبود حقیقی کا علم ذاتی ہے کسی اور ہستی پر اس کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ اَلرَّحۡمٰن رَحۡمتہ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا اطلاق بھی صرف ذات باری ہی پر ہوتا ہے اَلرَّحِیۡم بھی اسم صفت صیغہ مبالغہ ہے۔ ان دونوں اسماء کے معنی صرف رحمت کرنے والا نہیں۔ بلکہ ان سے رحمت اور بندوں پر شفقت کی انتہائی قوت کا اظہار ہوتا ہے۔ البتہ الرحمٰن میں مبالغہ' الرحیم سے زیادہ ہے۔ الرحمٰن میں شان کرم کا عموم ہے۔ مومن و مخلص کے لیے بھی۔ اور کافر و منافق کے لیے بھی اسی لیے اس کا ظہور اس دنیا میں بھی ہو رہا ہے کہ"

ادیم زمین سفرہ عام اوست چہ دشمن بریں خوان یغما چہ دوست

اور الرحیم میں تجلی مرحمت و مغفرت کا خصوص ہے اہل ایمان کے ساتھ اس لیے اس کو پورا ظہور آخرت میں ہوگا۔ **الحمد** میں ال کلمہ استغراق ہے یعنی تمام محامد' ساری خوبیاں حمد وہ ستائش وثنا ہے جو محمود کی عام اختیاری خوبیوں اور فضیلتوں کی بناء پر کی جاتی ہے۔ اسی لیے حمد صرف خالق کائنات کے لیے ہے۔ ستائش وثناء کسی قسم کی بھی ہو۔ بظاہر کسی کے لیے ہو در حقیقت اسی ذات بے ہمتا کے لیے ہے ہر زمان ہر مکان اور ہر موقع پر' ہر محمود کے لیے ہر حامد سے مدح وثناء' تعریف و ستائش کی اصل مستحق صرف ذات باری عزوجل وعلا ہے"

ہر کجا کنیم سجدہ بآں آستاں رسد

اَلصَّلٰوۃُ جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں

نبی کریم ﷺ کی مدح وثناء اور ان پر خاص رحمتوں کا نازل فرمانا۔ اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اس کے محبوب اکرم کے شایان شان' درجات کی بلندی اور مقامات رفیعہ پر ان کی سرفرازی کے لیے دعائیں کرنا۔ اور تقریباً یہی معنی مراد ہوتے ہیں جب اس کی نسبت بندوں کی طرف کی جائے۔ اَلْبَرِیَّات اور اَلْبرا یا جمع ہے اَلْبَرِیَّةُ کی بمعنی مخلوق اَلْبَرِیَّات تمام مخلوقات الٰہی ان میں جمادات نباتات اور حیوانات بھی داخل ہیں اور انسان وبشر کے ساتھ ساتھ' تمام جن اور فرشتے بھی اس میں شامل ہیں۔

ترجمہ اللہ ۱؎ کے نام سے شروع جو مہربان رحمت والا ہے۔ ساری خوبیاں ۲؎ اللہ کے لیے ہر زمانے اور تمام اوقات میں اور درود ۳؎ اس کے رسول پر جو تمام مخلوقات وجملہ کائنات سے اشرف وافضل ۴؎ ہیں۔

تشریح مطالب : ۱؎ اسلامی آداب معاشرت میں تسمیہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی بڑی اہمیت ہے اور ہر جائز کام کی ابتداء بسم اللہ پڑھ کر کرنے کی بڑی فضیلتیں حدیث میں وارد ہیں۔ اور خود رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارک یہی تھی کہ کھانا کھاتے' پانی پیتے' وضو کرتے' جانور ذبح کرتے' غرض اس قسم کے سارے کاموں کی ابتداء بسم اللہ سے کرتے اور یہی سبق آپ نے امت مرحومہ کو دیا کہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرو۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ "دروازہ بند کرو تو اللہ کا نام لے کر چراغ گل کرو تو اللہ کا نام لے کر۔ برتن ڈھانپو تو اللہ کا نام لے کر اور اپنی مشک کا منہ باندھو تو اللہ کا نام لے کر (قرطبی) غرض یہ ہے کہ چھوٹا بڑا ہر کام کرتے وقت' بندہ مسلمان' اپنے خدائے رحمٰن کا نام لینا اپنی عادت بنا لے۔ تاکہ اس کی برکت سے مشکلیں آسان ہو جائیں۔ اور ہے بھی یہی کہ جو شخص کسی کام کو اپنے خدائے رحمٰن ورحیم کا نام پاک لے کر شروع کرتا ہے اس کا توکل اللہ کی تائید ونصرت پر پختہ ہو جاتا ہے اور وہ عملاً اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ میرا ضمیر پاک ہے۔ میری نیت مخلصانہ ہے۔ میرا مقصد اعلیٰ ہے اور میں اسی وحدہ لاشریک لہ کا پرستار ہوں جس کی توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اور

میرا بھروسہ اللہ ہی کی ذات پاک اور اس کی رحمانیت اور رحیمیت کی صفات پر ہے۔
غرض بسم اللہ سے بڑھ کر قوت بخش اور اس سے زیادہ روح واخلاق کو بلند کرنے والا' اتنا آسان ایسا مختصر کوئی اور ذکر نہیں۔

چند مسائل متعلقہ :

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن پاک کی آیت ہے۔ مگر سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت کا جزو نہیں اس لیے نماز میں جہر سے نہ پڑھی جائے۔ بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ اور حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہم نماز الحمد لله رب العلمین سے شروع فرماتے تھے۔

(۲) تراویح میں جو ختم کیا جاتا ہے اس میں کہیں ایک مرتبہ بسم اللہ جہر کے ساتھ ضرور پڑھی جائے تاکہ ایک آیت رہ نہ جائے۔ ورنہ ختم قرآن کی سنت ادا نہ ہوگی

(۳) قرآن پاک کی ہر سورت بسم اللہ سے شروع کی جائے سوائے سورہ براءت کے جب کہ اس سے پہلے سے تلاوت شروع کی اور سورہ براءت آگئی تو تسمیہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ مگر سورہ توبہ ہی سے تلاوت شروع کی تو اعوذ کے بعد بسم اللہ کہہ لے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ سورہ توبہ ابتداء بھی پڑھے جب بھی بسم اللہ نہ پڑھے یہ محض غلط ہے۔

(۴) تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھنا نماز کی صرف پہلی رکعت میں ہے۔ اور تسمیہ ہر رکعت کے اول میں مسنون ہے۔ فاتحہ کے بعد اگر اول سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے۔ اور قراءت خواہ سری ہو جیسے ظہر وعصر میں۔ خواہ جہری ہو جیسے بقیہ نمازوں کے فرائض ہیں۔ بسم اللہ بہرحال آہستہ پڑھی جائے۔

(۵) نماز میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بسم اللہ قراءت قرآن کے تابع ہیں۔ اور مقتدی پر قراءت ہے نہیں' لہٰذا تعوذ و تسمیہ بھی اس کے لیے مسنون نہیں۔ ہاں جس مقتدی کی کوئی رکعت جاتی رہی ہو۔ وہ جب اپنی باقی رکعت پڑھے تو اس وقت ان دونوں کو بھی پڑھے کہ وہ فوت شدہ رکعت میں قراءت بھی کرے گا۔

(۶) ہر مباح کام بسم اللہ سے شروع کرنا مستحب ہے۔ اور ناجائز کام پر بسم اللہ پڑھنا مکروہ

و ممنوع ہے۔ بلکہ لہو ولعب کے موقع پر سخت قبیح اور قریب بہ کفر ہے۔

(۷) سورہ نمل میں آیت سجدہ کے بعد جو بسم اللہ آئی ہے وہ مستقل آیت نہیں۔ بلکہ آیت کا جزو ہے بلاخلاف اس آیت کے ساتھ ضروری پڑھی جائے۔ نماز جہری میں جہراً اور سری میں سراً (عامہ کتب)

۲؎ حمد کی تشریح ابھی گزری اس لیے الحمدُ لِلّٰہ کے معنی یہ ہوئے کہ ہر ثناء، ہر ستائش ہر خوبی، ہر کمال، ہر حامد سے، ہر محمود کے لیے، ہر صفت کمال ہر وصف جمال پر، ہر زمان، ہر مکان میں، ازل تا ابد، بروجہ دوام واتصال، اللہ عزوجل ہی کے لیے ثابت اور اسی کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص ہے کہ وہی تمام نعمتوں کا تمام مخلوقات کو بلاواسطہ خواہ بالواسطہ بخشنے والا، خالق کائنات، جملہ کمالات سے متصف، بندوں کو توفیق خیر عطا فرمانے والا اور رب العلمین ہے تو کمال کہیں بھی ہو، جمال کسی بھی روپ میں ہو اسی کی کرشمہ سازی ہے۔ اور اسی کی با اختیار تدبیر کا اعجاز، تو ستائش و تعریف کسی کی بھی کی جائے۔ حقیقت میں اسی ذات والا صفات کے لیے ہے۔ جس کی قدرت واختیار سے اس عالم رنگ وبو کی ساری رنگینیاں اور رعنائیاں رو پذیر ہیں۔ مدح وتعریف، ثناء وستائش کسی کی بھی ہو، کسی بھی نام سے ہو، درحقیقت اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے اور اسی کو پہنچتی ہے۔ والی اللہ ترجع الامور۔

چند مسائل متعلقہ : (۱) ہر کام کی ابتدا میں تسمیہ کی طرح حمد الٰہی بجا لانا چاہیے۔ (۲) کبھی حمد واجب ہوتی ہے جیسے خطبہ جمعہ وعیدین میں کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے خطبہ نکاح میں، اور دعا سے پہلے یونہی ہر امر ذیشان میں۔ اور ہر کھانے پینے کے بعد اور کبھی سنت مؤکدہ ہوتی ہے جیسے چھینک آنے کے بعد۔

ایک نفیس فائدہ : حدیث شریف میں ہے کہ جو چھینک آنے پر الحمد للہ کہے، فرشتہ کہتا ہے رَبِّ العَالَمِیْن یعنی اس کلمہ کو پورا کر دیتا ہے اور جو کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن فرشتہ کہتا ہے یَرْحَمُکَ

اللّٰہُ یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے۔ تو چھینک کتنی بڑی دولت ہے کہ معصوم فرشتے کی زبان سے رحمت کا سزاوار قرار پاتا ہے۔ یہ ملائکہ کے لیے ہے۔ آدمی پر واجب ہے کہ جب چھینکنے والا مسلمان' حمد الٰہی بجا لائے' اگرچہ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے یہ یَرْحَمُكَ اللّٰه کہے پھر اسے مستحب ہے کہ اس سے کہے یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُم اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے۔ اور چھینک پر افضل واکمل صیغہ حمد کا یہ ہے الحمد لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَال وصلى اللّٰهُ تعالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ

تنبیہ: چھینک اچھی چیز ہے۔ اسے بدشگونی جاننا مشرکین ہند کا ناپاک عقیدہ ہے۔ حدیث میں تو یہ ارشاد فرمایا کہ اَلْعَطْسَةُ عند الْحَدِيْثِ شَاهِد عَدْلٌ بات کے وقت چھینک عادل گواہ ہے" یعنی جو کچھ بیان کیا جاتا ہو' جس کا صدق وکذب معلوم نہیں اور اس وقت کسی کو چھینک آجائے تو وہ اس بات کے صدق پر دلیل ہے۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ دعا کے وقت چھینک ہونا' دلیل قبول ہے۔ لہٰذا چھینک پر حمد الٰہی بجا لانا مسنون ہوا۔ بہت لوگ صرف الحمد للہ کہتے ہیں پورا کلمہ کہنا چاہیے۔ مشرکین ہند کی دیکھا دیکھی' ناواقف وجاہل ونادان مسلمان چھینک کو بدفالی خیال کرتے ہیں مثلاً کسی کام کے لیے جا رہا ہے اور کسی کو چھینک آگئی تو سمجھتے ہیں کہ اب وہ کام نہیں ہوگا۔ یہ جہالت ہے کہ بدفالی کوئی چیز نہیں پھر ایسی چیز کو بدفالی کہنا جسے حدیث میں شاہد عدل فرمایا' سخت غلطی ہے۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ)

۳۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی تکریم ہے۔ علمائے کرام نے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ یا رب! محمد مصطفیٰ ﷺ کو عظمت فرما۔ دنیا میں ان کا دین بلند' ان کی دعوت غالب اور ان کی شریعت کو بقاء عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر ان کا ثواب زیادہ کر کے اولین وآخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین اور تمام مخلوقین پر ان کی شان بلند کر۔

درود شریف کی بہت برکتیں اور بڑی فضیلتیں احادیث میں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ مثلاً حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مسلم کی حدیث شریف میں ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔" ترمذی کی حدیث شریف میں ہے پورا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔

"اَللّٰھُمَّ عَلٰی سیدِنا محمدٍ و آلِہٖ و اصحابہ و بارِک وسلِّم○

چند مسائل متعلقہ :

(۱) نام پاک حضور پر نور سید عالم ﷺ مختلف جلسوں اور نشستوں میں جتنی بار لے، یا سنے، ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت سخت وعیدوں میں گرفتار۔ اور اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا، یا سنا تو اگرچہ بہ نظر آسانی امت، ہر بار درود واجب نہیں (اسی پر فتویٰ ہے) مگر مناسب یہی ہے کہ ہر بار ﷺ کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں ہیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی تو عاقل کا کام نہیں کہ اسے ترک کردے۔

(۲) آپ کے تابع کر کے آپ کے آل واصحاب اور دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نام اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ اور مستقل طور پر حضور ﷺ کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔

(۳) درود شریف میں آل واصحاب کا ذکر متوارث اور اہل اسلام کا قدیم سے معمول ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر درود مقبول نہیں۔ (۴) سب درودوں میں افضل وہ درود ہے جو تمام اعمال سے افضل عبادت، یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایک خاص صیغہ کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضور قلب میں فرق نہ ہو۔

(۵) اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کر دینے کو فرمایا کہ ایسے کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنا دے گا اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔

(۶) درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے ہاں جہاں نجاست پڑی ہے وہاں رک جائے۔ اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت معین کر کے ایک عدد مقرر کر لے کہ اس قدر باوضو' دو زانو' ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے روزانہ عرض کرے جس کی مقدار سوبار سے کم نہ ہو۔ زیادہ جس قدر نباہ سکے بہتر ہے علاوہ اس کے اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے وضو بے وضو' ہر حال میں درود جاری رکھے۔

(۷) درود شریف قبل اذان اور قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر درود اور اذان واقامت سے فصل چاہیے۔ یا درود شریف کی آواز' اذان واقامت کی آواز سے ایسی جدا ہو کہ دونوں میں امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف اذان واقامت کا کوئی حصہ معلوم نہ ہو۔ اس کے ترک پر اصرار جیسا کہ وہابیہ کا معمول' اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ مسلمانوں پر ظلم وزیادتی ہے اور مسلمانوں میں تفریق (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)۔

تنبیہہ: درود شریف کی جگہ صلعم یا عم یا ؐ یا ؑ لکھنا بیہودہ ومکروہ' سخت ناپسند' شدید محرومی کا موجب اور ناجائز وسخت حرام ہے۔ یہ بلا' عوام تو عوام آج کل بڑے بڑے جلد بازوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس سے بہت سخت احتراز چاہیے۔ اگر تحریر میں ہزار جگہ حضور اقدس ﷺ کا نام پاک آئے ہر جگہ پورا ﷺ لکھا جائے ہرگز صلعم وغیرہ نہ لکھا جائے علماء نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے۔ ایک ذرہ سیاہی یا ایک انگل کاغذ یا ایک سیکنڈ وقت بچانے کے لیے کیسی کیسی عظیم برکتوں سے دور پڑتے اور محرومی وبے نصیبی کا شکار ہوتے ہیں۔

بعض کتابوں میں تو اس کا بہت اشد حکم لکھ دیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ پہلا وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا اختصار کیا' اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ ظاہر ہے کہ قلم بھی ایک زبان ہے تو ﷺ کی جگہ ایسے مہمل وبے معنی الفاظ لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے میں یوں ہیں اَلَمْ غَلَمْ لقب دینا۔ جس میں ایک پہلوئے کفر بھی موجود ہے۔ بلکہ اگر معاذ اللہ ان کی شان گھٹانے کے لیے ایسا ہے تو قطعاً کفر ہے اس سے اکثر صحابہ واولیاء' وعلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ "رض" قدس سرہ کی جگہ ق۔ یا رحمتہ اللہ تعالیٰ کی جگہ "رح" لکھنے کو علماء نے مکروہ وباعث محرومی بتایا۔ اور اسے ان کی بے برکتی وبے دولتی ٹھہرایا (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)۔

۴ ۔ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم وشرف وکرم کا افضل المرسلین، سید الاولین والاخرین ہونا قطعی، ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بددین بندہ شیاطین۔ والعیاذ باللہ رب العالمین آج نہ کھلا تو کل قریب ہے۔ جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے۔ سارے مجمع کا دولہا، حضور کو بنائیں گے۔ انبیائے جلیل، تا حضرت خلیل، سب حضور ہی کے نیاز مند ہوں گے۔ موافق ومخالف کی حاجتوں کے ہاتھ انہیں کی جانب بلند ہوں گے۔ انہیں کا کلمہ پڑھا جاتا ہوگا۔ انہیں کی حمد کا ڈنکا بجتا ہوگا۔ جو آج بیان ہے کل عیاں ہے۔ اس دن جو مومن ومقر ہیں نور بار عشرتوں سے شادیاں رچائیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰانَا لِهٰذَا اور جو مبطل ومنکر ہیں دل فگار حسرتوں سے ہاتھ چبائیں گے۔ یا لَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

اور حضرت مصنف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو نام پاک کی تصریح نہ فرمائی اس میں کمال اتباع ہے۔ اس آیہ کریمہ کا کہ فرمایا وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ان (رسولوں) میں بعض کو درجوں میں بلند فرمایا" ائمہ فرماتے ہیں یہاں اس بعض سے حضور سید المرسلین ﷺ مراد ہیں کہ انہیں سب انبیاء پر رفعت وعظمت بخشی۔ اور یوں مبہم (بلا صراحت) ذکر فرمانے میں حضور کی افضلیت کے ظاہر وعیاں اور حضور کی سیادت وبرتری کی شہرت و بیان کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی یہ وہ ہیں کہ نام لو یا نہ لو ذہن انہیں کی طرف جائے گا کوئی اور دوسرا خیال میں نہ آئے گا۔ صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم۔ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

هٰذِهٖ مُنَبِّهَاتٌ مِمَّا صَنَّفَهُ الشَّيْخُ شِهَابُ الْمِلَّةِ وَالْحَق

وَالدِّيْنِ اَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِبْنِ اَحْمَدَ العَسْقَلانِي الاصْلِ ثُمَّ المِصْرِيُّ الشَّافِعِيُّ الشَّهِيْرُ بِابْنِ الْحَجَرْ عَلَى الاسْتِعْدَادِ لِيَوْمِ المَعَادُ فَاِنَّ مِنْهَا مَايَكُوْنُ مُثَنًّى وَمِنها ما يَكُوْنُ ثُلاثِيًا اِلٰى تَمَامِ العَشَرَةِ

الفاظ ومعانی : منبہات۔ جمع ہے منبہ اور منبہۃ کی مصدر اس کی تنبیہ ہے جس کا استعمال جگانے، بیدار کرنے، خبردار کرنے میں عام ہے۔ معمولی سرزنش وسزا کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ یہاں مراد وہ وعظ ونصیحت کی باتیں ہیں جو خواب غفلت سے آدمی کو چونکا دیں اور اسے آخرت کی طرف مائل کر دیں۔ صَنَّفَ فعل ماضی ہے۔ مصدر اس کا تصنیف ہے۔ جو تالیف وتدوین کے معنی میں مستعمل ہے۔ یعنی کسی مقصد خاص کے ماتحت کسی تحریر کو بصورت خاص وجود میں لانا خواہ بصورت نظم ہو یا بشکل نثر، عسقلانی وہ ہر چیز جو عسقلان کی طرف منسوب ہو۔ عسقلان کا باشندہ عسقلان شام کے ایک شہر اور ایک ندی کا نام ہے۔ اَلاِسْتَعداد آمادگی۔ علمی لیاقت، زاد راہ سفر، یہاں مراد توشہ آخرت ہے۔ المَعَاد میم پر زبر کے ساتھ جائے بازگشت، لوٹ کر جانے کی جگہ۔ مجازاً اس کا استعمال قیامت وآخرت کے معنی میں ذائع وشائع ہے۔ اور یوم معاد سے یوم آخرت ہی مراد لیا جاتا ہے۔

ترجمہ : یہ "منبہات" کے عنوان سے (مضامین میں پند ونصائح پر مشتمل) ایک کتاب ہے جسے دین کے روشن ستارے (آسمان ہدایت کے) مہ پارے شیخ احمد بن علی بن محمد بن محمد احمد نے تصنیف وتحریر کیا۔ حضرت علامہ باعتبار اصل، عسقلانی پھر مصری ہیں۔ اور حضرت ۵ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد۔ "ابن حجر عسقلانی" کے نام سے (عوام وخواص میں) مشہور ومعروف۔ اس تصنیف کا منشاء ومقصود توشہ آخرت کی تیاری پر (خود کو اور دوسروں کو) آمادہ کرنا ہے کہ کل بروز قیامت بفضل ایزدی (نیک اعمال واشغال) کام آئیں گے۔

(اس کتاب میں مندرج دل پذیر نصیحتیں مختلف ابواب میں بیان کی گئی ہیں) ان میں

کچھ دو دو کے عنوان سے ہیں۔ کچھ تین تین کے عنوان سے (کچھ چار چار، پانچ پانچ کے عنوان سے) وعلیٰ ہذا القیاس کچھ دس دس کے عنوان سے۔

تشریح مطالب: ۵۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ بڑے گروہ کی پیروی کرو کہ جو اکیلا رہا، اکیلا دوزخ میں گیا" اور فرماتے ہیں اِنما یا کُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَۃَ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو گلے سے دور ہوتی ہے" اور یہ سواد اعظم، امت کا بڑا گروہ جس کے ساتھ وابستہ رہنا ہی دنیا و آخرت میں نجات کا واحد ذریعہ ہے فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کا گروہ اور یہ نجات والا گروہ، اب چار مذاہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

جمہور اہل اسلام وفقہ نے قرآن واحادیث کی تعلیمات کے مطابق ہمیں ہمیشہ یہی سبق دیا کہ مذہب اہلسنّت وجماعت ہی عروہ وثقیٰ (مضبوط گروہ) ہے۔ اسی کو اپنے مضبوط ہاتھوں اور زبردست قوتوں سے پکڑے رہو۔ اسی کی تعمیل میں ہمہ تن مصروف رہو۔ جان جائے مگر یہ سلسلہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ خدا نے آنکھیں دی ہیں ان سے دیکھو۔ کان دیئے ہیں انسے سنو دماغ دیا ہے اس سے سمجھو کہ وہ کلمہ گویان اسلام، جو ضروریات دین کے منکر ہیں ہرگز مسلمان نہیں۔ اور وہ کلمہ گویان اسلام جو اہل سنت کے عقائد اور اجماعی مسائل کے منکر ہیں وہ ہرگز تمہارے سنی بھائی نہیں۔ دیکھئے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک فرقہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا، کلمہ کا قائل تھا، صرف فرضیت زکوٰۃ کے انکار پر مرتد وکافر ٹھہرایا اور قتل کیا گیا۔ وعلیٰ ہذا القیاس امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں خارجیوں کو گمراہ وبدمذہب ٹھہرا کر ان سے جہاد وقتال کیا گیا۔ ان کے نمازی اور کلمہ گو ہونے کی بناء پر انہیں شتر بے مہار بنا کر نہ چھوڑا گیا۔

مسلمانو! ہم مسلمانان اہلسنّت وجماعت اور سواد اعظم امت خیر الامم ہیں۔ ہم نہایت وثوق واعتماد اور کامل یقین واعتماد سے کہتے ہیں اور یہی ہمارا ایمان ہے کہ ہم ہی وہ ہیں جن

کا سفینہ' سفینئہ نجات ہے۔ ہم ہی وہ ہیں جن کی کشتی کے ناخدا اصحاب واہل بیت رسول اللہ ہیں۔ ہم ہی وہ ہیں جو ساحل مراد کے نیک نشان پر جا رہے ہیں۔ ہم ہی وہ ہیں جن کے لیے قدرت نے فلاح ونجات اور دیگر بے شمار نعمتیں امانت رکھی ہیں۔ اور یہ بھی یقینیات سے ہے کہ اس سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے علاوہ جتنے گروہ جتنے فرقے اور جتنے طائفے ہیں وہ ایسی کشتی ہلاکت پر سوار ہیں جس کے ملاح آنکھوں پر پٹی باندھ کر گرداب بلا ورطئہ فنا میں کشتی کو لیے جاتے ہیں۔ اور اس کا بیچ منجدھار میں تباہ وبرباد ہو جانا مسلم ہے اور وہ ایسی ڈوبے گی کہ ابھرنے کی امید نہیں۔ اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اہلسنّت کے قلوب میں جو ان گمراہوں' بددینوں اور لامذہبوں کے ساتھ بغض وعداوت ہے وہ ان کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔ ان کے مہربان آقا شفیع امت سراپا رحمت ﷺ کا ان کو یہی حکم ہے ۱۲۔

۶ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ۷۷۳ھ میں ہوئی۔ شروع شروع میں طبیعت علم شعر کی طرف مائل تھی۔ چنانچہ اس فن میں مہارت تامہ حاصل کی۔ پھر طلب حدیث کا شوق دامن گیر ہوا۔ اور بکثرت محدثین سے احادیث کریمہ کے استماع کا شرف حاصل کیا اور خود کو مرتبہ کمال تک پہنچایا۔ یہاں تک کہ تمام عالم اسلام میں آپ کا چرچا عام ہوا اور طالبان حدیث' دنیا کے گوشے گوشے سے چل کر آپ کے چشمہ فیوض وبرکات سے فیض یاب ہوئے۔ ذی الحجہ ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔

آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ اَلدُّرَرُ الْکَامِنَہ فِیْ اَعْیَانِ الْمِائَۃِ الثَّامِنَہ
۲۔ تہذیب التہذیب
۳۔ تقریب التہذیب
۴۔ لسان المیزان
۵۔ الاصابہ فی احوال الصحابہ
۶۔ نخبتہ الفکر

۷۔ شرح نخبتہ الفکر

۸۔ فتح الباری شرح البخاری۔ وغیرہا۔

آپ کی تصانیف مبارکہ اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ آپ امام الحفاظ، محقق المحدثین، اور زبدۃ الناقدین ہیں۔ آپ نے اپنے جیسا کوئی نہ چھوڑا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اَلْمُنَبِّهَاتُ ابن حجر عسقلانی کی تصانیف میں ہے۔ یا اس کا مصنف کوئی واعظ خوش بیان، حق گو اور حق پسند ہے۔ بہر صورت یہ کتاب بیش بہا پندو نصائح پر مشتمل ہے۔ اور اس کا پیرایہ دل نشیں واثر گزیں۔ مولائے کریم ہمیں حق گو، حق پسند، اور حق کو قبول کرنے والوں میں رکھے اور اٹھائے۔ آمین۔



بابُ الثُّنَائی

فَمِنْهُ مَارُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰهُ عَلَیه وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ خَصْلَتَانِ لَا شیی اَفْضَلَ مِنْهُمَا اَلْاِیْمَانُ[۷] بِاللّٰهِ والنَّفْعُ لِلْمُسْلِمِیْنَ وَخَصلتَانِ لا شَیی اَخبَثَ مِنْهُمَا اَلشِّرْكُ باللّٰهِ وَالضَّرُّ بِالْمُسْلِمِیْن

الفاظ و معانی : خَصْلَتَانِ۔ خَصْلَةٌ کا تثنیہ ہے۔ اور خصلت بہ معنی عادت، اردو میں بکثرت مستعمل ہے۔ خصال اس کی جمع ہے۔
الایمان مان لینا۔ قبول کرنا اور اصطلاح شرع میں اس کے معنی ہیں خدا و رسول کی ہر بات میں تصدیق کرنا۔ الشِّرکُ یہ ایمان کا مقابل ہے اور شرعاً اس سے مراد ہے خدا کی ذات وصفات میں کسی کو شریک بنانا۔

دو نکتوں کا بیان

ترجمہ : انہیں میں ہیں وہ دو باتیں جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا "دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے بہتر کوئی خصلت نہیں۔ ایک اللہ تعالٰی پر ایمان لانا[۷]۔ دوسرے، مسلمانوں کو نفع پہنچانا[۸]۔ اور دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے بدتر کوئی عادت نہیں۔ ایک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا[۹]۔ دوسرے مسلمان کو تکلیف واذیت پہنچانا[۱۰]۔

تشریح مطالب : [۷] ایمان، ان تمام ضروری باتوں کی تصدیق اور کسی شک وتردد اور تذبذب کے بغیر دل سے مان لینے کا نام ہے جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے۔ بالفاظ دیگر محمد رسول اللہ ﷺ کو ہر بات میں سچا جاننا

حضور کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے۔ ایمان لانے کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ایمان مجمل : جسے علماء نے ان الفاظ سے تعبیر فرمایا کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کما ھُوَ باسمائِہٖ و صفاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحکامِہٖ یعنی میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنی ذات وصفات سے ہے۔ اور میں نے اس کے تمام احکام کو دل سے قبول کیا"

۲۔ ایمان مفصل : جسے علمائے کرام نے یوں بیان فرمایا کہ آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ یعنی میں ایمان لایا اللہ پر۔ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے تمام رسولوں پر، اور یوم آخرت پر اور اس بات پر کہ ہر نیکی وبدی اللہ کی طرف سے مقدر ہے۔ اور اس بات پر کہ ساری مخلوق کو فنا ہو کر دوبارہ پیدا ہونا ہے۔

اس صریح بیان سے یہ بات روشن ہے کہ ایمانیات یعنی ضروریات دین کے دائرہ کے اندر کی جتنی بھی چیزیں ہیں سب کو تصریحات نبوی کے مطابق اور ماتحت ہونا ضروری ہے۔ کسی اور راہ سے آیا ہوا علم اس دائرہ میں نامقبول ہے اور جو شخص ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہو باجماع مسلمین کافر ہے۔ اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے۔ پیشانی اس کے سجدے میں ایک ورق ہو جائے۔ بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے۔ عمر میں ہزار حج کرے۔ لاکھ پہاڑ سونے کے راہ حق پر دے۔ لا واللہ ہرگز مقبول نہیں۔ جب تک حضور پرنور ﷺ کی ان تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے۔ ضروریات دین اگر مثلاً ہزار ہیں تو ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار ایسا ہی ہے جیسا نو سو ننانوے کا۔ آج کل جس طرح بعض بددینوں نے یہ روش نکالی ہے کہ بات بات پر کفر و شرک کا اطلاق کرتے اور کھینچ تان کر مسلمانوں کو ناحق مشرک و بدعتی اور جہنمی ٹھہراتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہوئے مطلق نہیں ڈرتے، حالانکہ حضور اصطفا علیہ افضل الصلوۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں فَقَدْ بَاءَ بِہٖ اَحَدُھُمَا (وہ بات دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور پلٹتی ہے) یونہی بعض مداہنوں، مصلحت کوشوں

صلح کلیوں پر یہ بلا ٹوٹی ہے کہ ایک دشمن خدا سے صریح کلمات توہین آقائے عالمین، حضور پر نور سید المرسلین الکرام ﷺ یا اور ضروریات دین کا انکار سنتے جائیں اور اسے سچا پکا مسلمان، بلکہ ان میں کسی کو افضل العلماء امام الاولیاء، حکیم امت، زعیم ملت وغیرہ وغیرہ مانتے جائیں۔ یہ نہیں جانتے، یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے کہ اگر ضروریات دین کا انکار بھی کفر نہیں تو عزیزو! بت پرستی میں کیا زہر گھل گیا ہے۔ وہ بھی آخر اسی لیے کفر ٹھہری کہ اول ضروریات دین یعنی توحید الٰہی جل وعلیٰ کے خلاف ہے۔ رہی کلمہ گوئی تو مجرد زبان سے کہنا اور طوطے کی طرح کلمہ رٹ لینا، ایمان کے لیے کافی نہیں۔ منافقین تو خوب زور شور سے قسمیں کھا کھا کر تاکیدوں سے مؤکد کلمہ پڑھتے بلکہ قبلہ جان وکعبہ ایمان ﷺ کی مسجد کریم میں ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے۔ حالانکہ ان کے لیے قرآن کریم میں رب جلیل کا فرمان ہے کہ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (وہ جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں) والعیاذ باللہ تعالیٰ الحاصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات کہاں۔!!

۸۔ ایک حدیث شریف میں ہے مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْ "جو اپنے بھائی کو کوئی نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ ضرور اسے نفع پہنچائے" دوسری حدیث شریف میں ہے اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى الْمَوْلٰى تعالٰى اِدْخَالُ السُّرُوْرِ فِيْ قَلْبِ الْمُسْلِمِ "پسندیدہ اعمال میں جو بات اللہ تعالیٰ کو بڑی محبوب ہے وہ کسی مسلمان کے دل میں خوشی کا داخل کرنا ہے" معلوم ہوا کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی کے بعد کوئی چیز مولیٰ تعالیٰ کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ مسلمان کو نفع پہنچایا جائے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میری امت میں کسی کی حاجت پوری کر دے جس سے مقصود اسے خوش کرنا ہے اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا"

پھر یہ نفع رسانی صرف زندہ مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص ومحدود نہیں۔ مسلمان میت بھی اس کی مستحق ہے اور ظاہر ہے کہ اموات مسلمین کو نفع رسانی کی صورت یہی

ہے کہ آدمی جس فعل پر خود ثواب پائے' خواہ وہ کوئی فعل ہو اس کا ثواب میت کو پہنچائے اس کی مغفرت کی دعا کرے دوسروں سے کرائے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں کہ

مردہ دریں حالت' مانند غریقے ست کہ انتظار فریاد رسی می برد و صدقات وادعیہ "مردہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار او آید۔ ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تایک سال وعلی الخصوص تایک چلہ بعد موت دریں نوع امداد' کوشش تمام می نمایند"

یعنی انتقال کے بعد مردے کی مثال اس ڈوبنے والے کی سی ہے کہ کسی فریاد رس کے انتظار میں ہو۔ اسی لیے صدقہ وخیرات اس کے لیے نیک دعائیں' اور ایصال ثواب کی نیت سے) درود فاتحہ اس کے لیے بڑی کار آمد ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنی آدم (یعنی سواد اعظم اہل سنت وجماعت) کے تمام گروہ عموماً ایک سال تک' اور خصوصاً اس کی فاتحہ چہلم تک اس قسم کی امداد ونفع رسانی میں اپنی سی پوری کوشش کرتے ہیں۔"

حیرت ہے کہ بعض گمراہ فرقے طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے مسلمانان اہلسنت کو اس کار خیر سے روکتے اور مسلمان میت کو ایصال ثواب کے مروجہ طریقوں پر ٹوکتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایصال ثواب کے لیے فاتحہ سوم ودہم وچہلم سب حرام ہے سب ناجائز ہے' سب ہندوؤں کی رسم ورواج میں داخل ہے۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایصال ثواب کے لیے مسلمان مسکینوں کو کھانا کھلانا' یا ان میں تقسیم کرنا' یا محتاجوں کو کپڑا دینا' طالب علموں کو کہ علم دین کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں ان کی ضروریات مہیا کرنا' غرض نیک نیت سے خیرات کرنا' جس میں نہ نمود ونمائش کا دخل ہو' نہ محتاج پر احسان رکھا جائے۔ نہ اسے تکلیف دی جائے۔ حتیٰ کہ پرندوں کے لیے پانی رکھنا انہیں دانہ ڈالنا' حتیٰ کہ کتے کو روٹی دینا' یہ سب اجر وثواب کی باتیں ہیں۔ ان سب کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے تحفے ہدیے سے زندہ آدمی کو خوشی ومسرت ہوتی ہے۔ فرشتے ان ثوابوں کو نور کے طبق میں رکھ کر

میت کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے' یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے تجھے بھیجا ہے۔" یہ تمام مضامین احادیث سے ثابت ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں "رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ" مصنفہ حاجی امداد اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جسے فقیر نے مفید حواشی سے مزین کیا اور مسلمانوں کی نفع رسانی کی نیت سے ان کے ہاتھوں میں دیا۔ مولا عزوجل قبول اور مسلمانوں کا معمول بنائے۔ آمین ۱۲

۹۔ شرک کے معنی ہیں' غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت جاننا۔ یعنی الوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے۔ اس کے سوا کوئی بات اگرچہ کیسی ہو شدید کفر ہو **حقیقتہً** شرک نہیں۔ ولہذا شرع مطہرہ نے اہل کتاب کفار کے احکام' مشرکین کے احکام سے جدا فرمائے۔ کتابی کا ذبیحہ حلال ہے۔ مشرک کا مردار' کتابیہ سے نکاح ہو سکتا ہے مشرکہ سے نہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کتابی سے جزیہ لیا جائے گا مشرک سے نہیں۔ اور کبھی شرک بول کر' مطلق کفر مراد لیا جاتا ہے یہ جو قرآن عظیم میں فرمایا گیا کہ شرک نہ بخشا جائے گا وہ اسی معنی پر ہے۔ یعنی اصلاً کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی۔ اور ہر گز کوئی کافر عذاب دوزخ سے پناہ نہ پا سکے گا۔ اس میں آتش پرست مجوس' بت پرست ہنود' اور تمام نصاریٰ و یہود داخل ہیں۔ سب جہنم کے مستحق ہیں اور عذاب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ باقی سب گناہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں جسے چاہے بخش دے۔

امام احمد وطبرانی نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے لوگو! شرک سے بچو' کیونکہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی و پوشیدہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ کس طرح شرک سے بچیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو۔ **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ اَنْ نُّشْرِکَ بِکَ شَیْئًا نَعْلَمُہٗ وَنَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا نَعْلَمُہٗ** "الٰہی ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہم جان کر تیرے ساتھ کسی چیز کو شریک کریں۔ اور ہم اس سے استغفار کرتے ہیں جس کو نہیں جانتے۔" ۱۲

۱۰۔ کسی مسلمان کو نقصان پہنچانا' اسے اذیت دینا ہے۔ اور مسلمان کو اذیت دینا شرعاً

کسی قدر مبغوض وناپسندیدہ ہے اس کا اندازہ اس حدیث شریف سے ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ اٰذٰی مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ "جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی" (طبرانی) اور یہ ظاہر اور دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ جس نے اللہ کو ایذا دی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

حدیث شریف کے یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ ہر وہ نقصان و آزار' جو بے اجازت شرعیہ' کسی قول یا فعل سے مسلمان کے دین آبرو جان ومال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔ سخت مبغوض وناپسندیدہ ہے۔ جس کا وبال دنیا و آخرت دونوں میں اس آزار پسند کو بھگتنا پڑے گا جب تک کہ وہ ستم رسیدہ خود معاف نہ کردے۔

صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زرو مال نہ ہو۔ فرمایا "میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن' نماز روزہ زکوۃ لے کر آئے۔

اور یوں آئے کہ اسے گالی دی۔ اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا۔ اس کا خون گرایا اور اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں۔ پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حقوق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے۔ پھر جہنم میں جھونک دیا گیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

عزیزو! میری سنو اور عمل میں لاؤ کہ یہاں معاف کرا لینا سہل ہے قیامت کے روز اس کی امید مشکل ۱۲

۲۔ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمُجَالَسَۃِ الْعُلَمَاءِ وَاسْتِمَاعِ کَلَامِ الْحُکَمَاءِ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحْیِی الْقَلْبَ بِنُوْرِ الْحِکْمَۃِ کَمَا یُحْیِی الْاَرْضَ الْمَیْتَۃَ بِمَاءِ الْمَطَرِ

ترجمہ: اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم لوگ لازم جانو! "علمائے دین

کی ہم نشینی اور اہل حکمت ۱۲ کی باتیں بغور سننے کو اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو نور حکمت سے اس طرح زندگی بخشتا ہے جس طرح مردہ زمین کو بارش کے پانی سے سرسبزی وشادابی عنایت فرماتا ہے۔

الفاظ ومعانی : عَلَيْكُم تم پر لازم ہے۔ مُجَالَسَة ہم نشینی۔ باہم مل کر بیٹھنا اَلْعُلَمَاءُ عالم کی جمع ہے علم والا۔ احکام شرع کا ماہر یہ اِسْتِمَاع کسی بات کو غور سے سننا کَلَام وہ بامعنی عبارت جو دو یا زیادہ کلموں سے مرکب ہو۔ اَلْحُكَمَاءُ حکیم کی جمع بہ معنی دانشمند۔ دانشور۔ علم باطن کا واقف کار۔ احکام شریعت کی حکمتوں کا جاننے والا۔ يُحْيِيْ زندہ کرتا ہے' جلاتا ہے' اس کا مصدر اَحْيَاء ہے (بکسر الف) اور بفتح الف اَحْيَاء جمع ہے حَيٌّ کی بہ معنی زندہ اَلْقَلْبُ الْمَيِّتُ مردہ دل۔ حق سے غافل دنیا پر فریفتہ ومائل افسردہ اور نادان اَلْاَرْضُ الْمَيْتَة ناکارہ زمین جو قابل کاشت نہ رہے۔ اَلْمَطَر بارش۔

تشریح مطالب : ۱۱ علم کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا؟ اس بارے میں چند اقوال ملاحظہ فرمائیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کثرت حدیث یعنی زیادہ باتیں بنانا علم نہیں۔ علم تو نام ہے خشیت وخوف الٰہی کا۔

حضرت امام مالک نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ کثرت روایت کا نام علم نہیں۔ بلکہ علم حقیقۃً ایک نور ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ قلب مومن میں ڈال دیتا ہے۔ امیرالمومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ صحیح معنی میں فقیہ عالم وہ شخص ہے جو نہ لوگوں کو رحمت حق سے ناامید کرے اور نہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر جری بنائے۔ نہ عذاب خدا سے انہیں بے خوف ہونے دے۔ اور قرآن کے علاوہ کوئی دل اسے اپنی طرف راغب نہ کرسکے۔"

اور یہیں سے یہ بات روشن وعیاں ہے کہ احادیث حمیدہ اور آیات کریمہ میں جن لوگوں کو اولوا العلم' وعلماء فرمایا گیا ان سے مراد وہ نام نہاد اور اصطلاحی علماء نہیں جو فلاں

فلاں کتابیں پڑھ چکے ہوں۔ یا فلاں فلاں امتحانات کی سندیں رکھتے ہوں یا جو اپنی چرب زبانی سے جاہلوں کے دل لبھاتے اور اپنی دنیا کماتے ہوں۔ بلکہ یقیناً ان سے مراد وہ اہل علم ہیں جنہیں رب عزوجل وعلا کی معرفت نصیب ہو' جن کے دل ودماغ علم شریعت سے روشن ہوں اور جن کے سینے' نور علم سے منور ہوں۔ اور ان کے اعمال واشغال اور تمام مصروفیات احکام شریعت کے تابع ہوں۔ اور یہ نہیں مگر علمائے مذہب اہل سنت وجماعت کَثَّرَهُمُ اللّٰهُ تعالیٰ ورنہ جو علم صراط مستقیم سے گمراہ کردے وہ علم نہیں جہل ہے۔ نور نہیں ظلمت ہے۔ نجات نہیں ہلاکت ہے ؎

علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت ست

قرآن کریم ان علماء کے فضائل میں جو کچھ ارشاد فرماتا ہے۔ ان میں چند باتیں یہ ہیں۔

۱۔ خدائے تعالیٰ نے علماء کو اپنے اور اپنے معصوم فرشتوں کے ساتھ ذکر فرمایا۔

۲۔ انہیں فرشتوں کی طرح اپنی وحدانیت کا گواہ قرار دیا۔

۳۔ ان کی گواہی کو فرشتوں کی گواہی کی مانند معتبر ومقبول ٹھہرایا۔

۴۔ اہل علم کے کمال ایمان وعقل اور کامل اطاعت کی گواہی دی۔

۵۔ ہمیں بتایا کہ اہل علم کے قلوب' خشیت الٰہی سے مملو رہتے ہیں۔

۶۔ علماء ہی تمام علائق سے بے نیاز صرف خدا ہی کے ہو جاتے ہیں۔

۷۔ دار آخرت کی قدر ومنزلت علماء ہی خوب جانتے ہیں۔

۸۔ علماء کرام کے درجات ومراتب' بارگاہ الٰہی میں فزوں تر ہیں۔

۹۔ جاہل کسی طرح کسی عالم کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

۱۰۔ کلام الٰہی کے اسرار علماء کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وغیرہا۔

اور احادیث کریمہ تو ان کے فضائل سے مالا مال ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا ایک عابد' دوسرا عالم آپ نے فرمایا۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى اَدْنَاكُمْ

(ترجمہ) : "عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے کمتر پر" (ترمذی)

نیز ارشاد فرمایا۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدين

(ترجمہ) : "اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہہ وعالم ماہر بنا دیتا ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

نیز ارشاد اقدس ہے۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ کہ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔

یعنی جب کہ وہ عقائد حقہ اور مذہب مہذب اہل سنت وجماعت پر مستقیم اور ہدایت کی طرف لوگوں کو بلائیں کہ گمراہ اور گمراہ گر اوروں کو گمراہی کی طرف بلانے والا وارث نبی نہیں، نائب ابلیس ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

علم دین کے فضائل میں مختصراً اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ

علم دین ہی دلوں کی زندگی آنکھوں کی روشنی اور سینوں کی تابندگی ہے۔ علم دین ہی اطمینان قلبی کا ذریعہ ہے اور اسی کے وسیلے سے عرفان الٰہی ملتا ہے۔ علم دین ہی وہ میزان ہے جس میں اقوال واحوال واعمال وزن کیے جاتے ہیں۔ علم ہی وہ حاکم ہے جو شک ویقین اور ہدایت وگمراہی میں فیصلہ کرتا ہے۔ علم دین ہی حلال وحرام، جائز وناجائز میں فرق بتاتا ہے۔

اور علم دین ہی کی بدولت اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ کی دولت ہاتھ آتی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کی ضرورت، خورد ونوش کی ضرورت سے بھی قوی تر ہے۔ آب ودانہ کی ضرورت تو شب وروز میں صرف دو مرتبہ پڑتی ہے مگر علم کی ضرورت ہر ایک سانس پر ہے۔

امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد رشید عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ مَنِ النَّاس یعنی آدمی کون ہیں۔ فرمایا "علماء"

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو عالم نہ ہوا امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا۔ اس لیے کہ انسان اور چوپائے میں فرق علم ہی کا ہے۔ اور علم ہی کے باعث اس کا شرف ہے۔ اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ سے زیادہ طاقتور ہے۔ نہ اس کا شرف جُثّہ کے سبب ہے کہ ہاتھی اس سے زیادہ عظیم الجثہ ہے۔ نہ اس کا شرف بہادری کا باعث ہے کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے۔ نہ خوراک کی وجہ سے اس کا شرف ہے کہ بیل کا پیٹ اس سے کہیں بڑا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لیے بنایا گیا اور علم ہی سے اس کا شرف ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اُغْدُ عالِمًا او مُتعلِّمًا اَوْمُسْتمِعًا اَوْمُحِبًّا وَلاَ تَکُنْ خَامِسًا فَتهلِكَ

(ترجمہ) : "اس حال میں صبح کر کہ تو عالم ہو۔ یا طالب علم دین۔ یا عالم کی باتیں سننے والا (اس کا ہم نشین اور فیضان علم کا طالب) یا عالم سے محبت کرنے والا اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا"

غرض دونوں جہان میں سرخروئی کا دارومدار علم دین پر ہے اور علم دین ہی کی ڈوریوں سے دونوں جہان کی منزلیں وابستہ ہیں۔ ۱۲

۱؎ حکمت کے لغوی معنی ہیں وَضْعُ الْاَشْیَاءِ عَلٰی مَوَاضِعِهَا ہر چیز کو اپنے موقع و محل پر رکھنا۔ ان معنی کو علمائے دین نے مختلف عنوانوں سے تعبیر فرمایا ہے۔ مثلاً علم ۱؎ و عقل کے ذریعہ سچی اور صحیح بات تک پہنچنا۔ علم ۲؎ کے حصول کے بعد اس کے مطابق عمل کرنا۔ ہر وہ ۳؎ صحیح بات جو صحیح عمل پیدا کرنے پر آمادہ کرے دین ۴؎ کی معرفت اور اس کی پیروی واطاعت، ہر ۵؎ وہ بات جو رسول کے سوا کسی اور سے حاصل نہ ہو۔

ان معانی کی روشنی میں ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ حکیم وہ ہے جو علم کے بہترین ذریعوں یعنی قرآن وسنت سے فراست ودانائی کی بدولت اشیاء کے حقائق اور احکام شرع

کے اسرار و رموز سے واقف ہو۔ اسی کے حق میں فرمایا گیا کہ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا "اور جسے حکمت ملی' اسے بہت بھلائی ملی"

اور ظاہر ہے کہ جسے امور دین میں فہم صحیح ملی اسے بڑی دولت ملی۔ اس سے بڑھ کر دولت اور کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم اسے خیر کثیر فرماتا ہے پھر جوان حکماء کی باتیں پوری توجہ والتفات سے سنے اپنے اخلاق وعادات اور طاعت وعبادات کو ان باتوں سے سنوارے۔ اس سے بڑھ کر خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے۔ کہنا چاہیے کہ حکماء اسلام' نکتہ دان ونکتہ بین ونکتہ رس' حق پسند' حق پرست وحق نما' ہستیوں کا دوسرا نام ہے۔ جنہیں بالفاظ دیگر اہل باطن علماء باطن اور صوفیاء کہا جاتا ہے۔ یہی اولیائے حق ہیں اور یہی محبوبان بارگاہ۔۱۲

فائدہ : قرآن کریم میں حکمت کا لفظ عموماً دو معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک وہ علم وعرفان جو نور الٰہی کی صورت میں نبی کے سینہ حق گنجینہ میں ودیعت رکھا جاتا ہے۔ اور جس کے آثار ومظاہر رسول کی زبان فیض ترجمان سے کبھی احکام شرع کی صورت میں اور کبھی ان احکام کے مصالح واسرار کے بیان کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس لفظ کا دوسرا اطلاق' اخلاقی تعلیمات پر آتا ہے اور ان اخلاقی تعلیمات میں وہ امور خیر بھی شامل ہیں جن کا خیر وصالح ہونا تمام قوموں میں مسلم ہے۔ گویا اسلام مجموعہ ہے بہترین عبادات اور فاضل ترین اخلاقی تعلیمات کا اور دنیا کی کوئی نیکی کوئی خیر' کوئی تدبیر صلاح وفلاح' اسلام سے خارج نہیں۔ جو کچھ ہے اسلام ہے اور جتنا کچھ ہے سب اسلام میں ہے۔۱۲

چند مسائل متعلقہ : (۱) عالم اگرچہ جوان ہو بوڑھے جاہل وبے علم پر فضیلت رکھتا ہے۔ لہٰذا چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو میں بوڑھے جاہل کو عالم دین پر سبقت وتقدم نہ چاہیے۔ عالم کا حق غیر عالم پر ایسا ہی ہے جیسا کہ شفیق استاد کا اپنے شاگرد پر ہے۔ (عالمگیری)۔

(۲) عالم دین اگر اپنا عالم ہونا لوگوں پر ظاہر کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر یہ

ضرور ہے کہ تفاخر کے طور پر یہ اظہار نہ ہو کہ تفاخر حرام ہے۔ بلکہ محض تحدیث نعمت الٰہی کے لیے یہ اظہار ہو اور یہ مقصد ہو کہ لوگ اس سے فیض اٹھائیں اور علم شرع اس سے حاصل کرنے آئیں (عالمگیری)۔

۳۔ گھڑی بھر علم دین کے مسائل میں مذاکرہ و گفتگو کرنا ساری رات عبادت کرنے سے افضل ہے۔ (درمختار)

۴۔ طلب علم اگر اچھی نیت سے ہو تو فرائض وواجبات کے بعد ہر عمل خیر سے بہتر ہے (عالمگیری)

۵۔ وعظ و تذکیر و تبلیغ انبیائے کرام کی سنت ہے اور اگر اس سے مقصود مال وجاہ ہو تو یہ یہود ونصاری کا طریقہ ہے (درمختار)

وَعَنْ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیْقِ مَنْ دَخَلَ الْقَبْرَ بِلَا زَادٍ فَکَاَنَّمَا رَکِبَ الْبَحْرَ بِلَا سَفِیْنَةٍ

(ترجمہ) : ۱۳؎ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص قبر میں ۱۴؎ توشہ (اعمال خیر) کے بغیر داخل ہوا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو سمندر میں کشتی کے بغیر داخل ہو جائے"

الفاظ و معانی : زَاد توشہ زاد راہ رَکِبَ سوار ہوا رکوب اس کا مصدر۔ اَلْبَحرَ سمندر۔ بڑی نہر۔ سَفِیْنَةٍ کشتی۔ جہاز۔

تشریح و مطالب : ۱۳؎ اول خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انس و جن وملک سے افضل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق ہیں۔

ابوبکر کنیت، صدیق خطاب، عتیق علم اور صاحب الغار لقب ہے۔ شب ہجرت یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں تھے۔ انہی کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ انہی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر الحجاج مقرر فرمایا تھا اور انہیں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے (اپنے مرض وفات شریف میں) اپنی جگہ امام

نماز مقرر فرمایا تھا۔ انہیں کے انتظام سے اسود عنسی۔ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی کے جھوٹے نبوت کے دعویٰ برباد ہوئے۔ انہیں کی کوششوں سے مانعین زکوۃ ' فریضہ زکوۃ پر قائم ہوئے۔ اور جن مرتدوں کے مقدر میں موت تھی۔ وہ جہنم واصل ہوئے۔ انہیں کے حکم سے قرآن پاک ' بحمد اللہ تعالیٰ یک جا جمع ہوا۔ بکثرت احادیث صحیحہ ' آپ کے فضائل میں وارد ہیں مردوں میں سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائے اور سب سے پہلے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اپنے اسلام لانے کے وقت سے دم آخرت تک حضور ﷺ کی صحبت سے فیض یاب رہے اور بلا اجازت حضور سے کہیں جدا نہ ہوئے۔ حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور اپنے اہل وعیال کو خدا اور رسول کی محبت میں چھوڑ دیا۔ اور اسلام لانے کے بعد اپنا سب کچھ اسلام کی حمایت میں خرچ کر دیا۔

حضور انور ﷺ کی ولادت مبارکہ سے دو سال چند ماہ بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۲ جمادی الاخریٰ شب سہ شنبہ کو ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کا زمانہ خلافت سب مسلمانوں کے لیے ظل رحمت ثابت ہوا۔ ۱۲

۱۴؎ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جسے عالم برزخ کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام انس وجن کو حسب مراتب اس میں رہنا ہے۔ اور یہ عالم اس دنیا سے بہت بڑا ہے۔ دنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ بچے کو دنیوی اور اخروی زندگی کے مابین ' جو منزل ہے اسی کا نام قبر ہے خواہ وہ خاک کے اندر ہو یا قعر دریا میں ' یا کسی درندے کے پیٹ میں یعنی قبر سے مقصود ہر وہ مقام ہے جہاں مرنے کے بعد جسم خاکی نے جگہ حاصل کی۔ حدیث شریف میں قبر کو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ' یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا فرمایا گیا ہے۔

چند عقائد ' چند مسائل :

(۱) جب مردے کو قبر میں دفن کرتے ہیں اس وقت اس کو قبر دباتی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے ماں پیار میں اپنے بچے کو زور سے چپٹا لیتی ہے۔ اور اگر کافر ہے تو اس کو اس زور سے دباتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں ادھر ' اور ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔

(۴) جب دفن کرنے والے دفن کر کے وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس وقت اس کے پاس دو فرشتے، نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک شکل میں اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں۔ ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ وہ دونوں مردے کو جھڑک کر اٹھاتے اور سختی کے ساتھ کرخت آواز میں سوال کرتے ہیں۔ پہلا سوال مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ دوسرا سوال مَا دِيْنُكَ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیسرا سوال مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ مردہ مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دے گا رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب اللہ ہے۔ اور دوسرے کا جواب دے گا دین میرا اسلام ہے۔ تیسرے کا جواب دے گا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وہ تو رسول اللہ ہیں ﷺ اس وقت آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ۔ جنت کا لباس پہناؤ۔ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ جنت کی بھینی بھینی ہوا اور خوشبو آتی رہے گی۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ تو سو جیسے دولہا سوتا ہے۔ یہ خواص کے لیے عموماً ہے اور عوام المسلمین بھی ان کے لیے جن کو وہ چاہے اور اگر مردہ منافق ہے تو سب سوالوں کے جواب میں کہے گا کہ ھاہ ھاہ لَا اَدْرِیْ افسوس مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ كُنْتُ اَسْمَعُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَاَقُوْلُ میں لوگوں کو کچھ کہتے سنتا تھا خود بھی کہتا تھا" اس وقت ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا کہ یہ جھوٹا ہے۔ اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ۔ آگ کا لباس پہناؤ۔ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو اس کی گرمی اور تپش اس کو پہنچتی رہے گی۔ پھر اس پر عذاب کے لیے دو فرشتے مقرر کر دیے جائیں گے اس وقت اس پر بلائے عظیم کے ساتھ یہ حسرت عظیم بھی ہو گی کہ حضور اقدس ﷺ کو نہ مان کر یا ان کی شان رفیع میں ادنی گستاخی کر کے کیسی نعمت کھوئی اور کیسی آفت پائی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

صریح احادیث کریمہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ نیکوں کے اعمال حسنہ مقبول و محبوب پسندیدہ ومانوس صورت پر متشکل ہو کر انہیں انس دیں گے۔ جب کہ کافروں منافقوں کے بد اعمال کتا بھیڑیا' یا اور شکل کے بن کر اسے ایذا دیتے رہیں گے۔

(۳) عذاب قبر حق ہے اور یونہی تنعیم قبر (یعنی قبر کی آسودگی اور آسائش) حق ہے اور دونوں جسم و روح دونوں پر وارد ہیں۔ عذاب و تنعیم قبر کا انکار وہی کرے گا جو بد عقیدہ و گمراہ ہے۔

(۴) علماء وسادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں۔ البتہ قبر کے اس حصہ کو کہ میت کے جسم سے قریب ہے پختہ نہ کیا جائے۔ اسے خام رہنے دیا جائے۔ (در مختار وغیرہ)۔

(۵) قبر پر بیٹھنا سونا چلنا پاخانہ پیشاب کرنا سخت حرام ہے۔ حتیٰ کہ اپنے کسی رشتہ دار کی قبر تک جانے کے لیے قبروں پر سے گزرنا پڑے تو وہاں تک جانا منع ہے۔ دور ہی سے فاتحہ پڑھ دے۔

(۶) شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ باعث برکت و مغفرت۔

(۷) قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے اور میت کا دل بہلے گا۔ یونہی قبر پر اذان نزول رحمت کا ذریعہ ہے ۱۲ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)۔

وَعَنْ عُمَرَ عِزُّ الدُّنْيَا بِالْمَالِ وَعِزُّ الْآخِرَةِ بِصَالِحِ الْأَعْمَالِ

(ترجمہ) (۴) : ۱۵ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا دنیا میں عزت کا ذریعہ (ہی) مال ۱۶ و منال ہے۔ اور دوسری زندگی میں عزت و سربلندی کا مدار نیک اعمال ۱۷ پر ہے"۔

الفاظ ومعانی : عِزٌ عزت' وقعت' ارجمندی' و سربلندی' مال دھن' دولت' روپیہ۔ ہر وہ چیز جس کی طرف انسان کا میلان ہو یا بوقت

ضرورت کام آئے۔ الاٰخِرۃ پچھلی چیز۔ مراد اس سے عموماً پچھلا دن۔ پچھلی یعنی موجودہ زندگی کے بعد آنے والی دوسری زندگی ہوتی ہے۔ صالِح نیک چلن' نیکو کار۔ اعْمال جمع ہے عمل کی۔ کام کاج۔

تشریح: ۱۵؎ آپ کا اسم گرامی عمر' کنیت ابو حفص اور لقب فاروق ہے۔ آپ عام فیل کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے۔ آپ اشراف قریش سے ہیں۔ نبوت کے چھٹے سال ۲۷ برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسلام لانے کے بعد آپ حضور ﷺ کی اجازت سے مسلمانوں کو ہمراہ لے کر اعلان و شوکت کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ آپ کے مسلمان ہونے سے اسلام و مسلمین کی قوت و شوکت بڑھی۔ مسلمان نہایت مسرور ہوئے اور کافروں پر غم و آلام کے پہاڑ ٹوٹے۔

آپ کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ آسمان کا ہر فرشتہ حضرت عمر کی توقیر کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان ان کے خوف سے لرزتا ہے" حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس سے بری و بیزار ہوں جو حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کا ذکر بدی کے ساتھ کرے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری میں حضرت مولیٰ علی اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے آپ کو اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد فرمایا۔ ماہ جمادی الاخریٰ میں آپ نے امور خلافت کا انتظام اپنے ہاتھ لیا۔ اور دس سال چند ماہ بار گراں اٹھایا۔ اس دس سالہ خلافت کے ایام میں دنیا عدل و داد سے بھر گئی۔ اسلام کے برکات سے عالم فیض یاب ہوا۔ فتوحات بکثرت ہوئیں اور ہر طرف اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ ذی الحجہ ۲۳ھ میں آپ ابو لوء لوء مجوسی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور روضۂ انور میں پہلوئے صدیق میں مدفون ہوئے۔ آپ کی عمر شریف ۶۳ سال تھی۔

سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اول الذکر کی صاحبزادی سیدہ صدیقہ عائشہ اور آخر الذکر کی صاحبزادی حضرت حفصہ حضور ﷺ کے نکاح سے مشرف ہو کر امہات المومنین میں شامل ہوئیں اور مسلمانوں

کی مائیں کہلائیں۔ اسی نسبت سے ان دونوں کو شیخین کہا جاتا ہے۔ جب کہ حضور ﷺ نے ازراہ عنایت خسروی' اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ اور ان کے انتقال کے بعد حضرت کلثوم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو حضرت مولیٰ علی کے عقد میں دیا۔ اس نسبت سے یہ دونوں حضرات خَتَنَین کہلاتے ہیں۔ ختن کے معنی ہیں داماد۔ اور شیخ کے معنی ہیں بزرگوار' خسر کو بھی اسی لیے شیخ کہتے ہیں کہ وہ باپ کی طرح باپ کی جگہ بزرگ ہے۔ لیکن شیخین کو حضور ﷺ کا خسر اور ختنین کو حضور کا داماد کہنا' سخت ممنوع اور خلاف تعظیم ہے بلکہ بعض علماء اسے کفر تک بتاتے ہیں کہ اردو محاورے میں یہ الفاظ بطور گالی بھی استعمال میں آتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔

۱۶؎ قرآن کریم نے دنیوی زندگی اور اس کی تمام رعنائیوں آسائشوں اور رنگینیوں کا اجمالی ذکر کیا اور پھر فرما دیا کہ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ "دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کے مال کا" اب یہ دھوکے کا مال' اس دنیائے دنی میں اگرچہ ظاہری شان وشوکت اور عزت ووقعت کا ذریعہ ہے لیکن دنیا کی طرح فانی وسریع الزوال ہے۔ کسی کی پر آسائش' دنیوی زندگی' آخرت میں عزت ووقعت کی موجب نہیں۔ اور نہ دنیا کا مال وجاہ عزو وقار اس کی اخروی زندگی میں سربلندی وارجمندی کا باعث ہے۔ خصوصاً ان بدبختوں کے لیے جو دنیا ہی کے ہو جائیں۔ دنیا ہی کے حصول میں کھو جائیں۔ آخرت کو بھلائے ہوئے گزر بسر کریں۔ اور اسی پر مریں۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ مسلمان دنیوی تعلقات سے بے تعلق ہو کر زندگی گزاریں۔ یا علائق دنیا سے کوئی رابطہ نہ رکھیں۔ بلکہ وہ عالم آخرت کی بقاء وپائیداری کے مقابلہ میں دنیا کی بے ثباتی اور فنا پذیری پر زور دیتا اور بتاتا ہے کہ اس عارضی وفانی دنیا وسامان دنیوی کے برعکس' عالم آخرت باقی ولازوال ہے۔ ہاں جو شخص دنیوی سازو سامان اور اسباب دنیوی سے بھی آخرت کے لیے علاقہ رکھے تو اس کے لیے دنیا کی کامیابی آخرت کا ذریعہ ہے جو یہاں دنیوی مال ومتاع کے حقوق ادا کرے گا' وہ قیامت میں ان کا ثمرہ پائے گا اور اخروی عزو وقار بھی اس کے حصہ میں آئے گا۔ ۱۲

۱۷؎ آدمی جب مسلمان ہو گیا تو اس کے ذمہ دو قسم کی عبادتیں فرض ہوئیں۔ ایک وہ

جن کا تعلق قلب سے ہے اور جن سے مقصود تزکیہ نفوس ہوتا ہے۔ دوسری وہ جن کا تعلق جوارح (یعنی ظاہر بدن) سے ہے دو قسم پر ہے۔ ایک وہ معاملہ کہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔ بندوں کے باہمی کسی کام کا بناؤ بگاڑ نہیں یعنی اپنے مالک اپنے خالق کی بارگاہ میں اپنی عبودیت کا اظہار اور اس کے احکام کی تعمیل دوسری قسم وہ ہے کہ بندوں کے باہمی تعلقات ہی کی اصلاح اس میں مد نظر ہے۔ یعنی بندوں کے ساتھ کاروبار اور معاملات میں قانونِ الٰہی کی پابندی۔ اور ان کے ساتھ محبت والفت اور نیکی ونکوکاری کا برتاؤ اور اعمال صالحہ ان تمام قسموں پر حاوی اور ان تمام اقسام کو شامل ہے۔

پھر یہ اعمال صالحہ خواہ عبادات ہوں یا معاملات واخلاقیات' یہ اسی وقت قابل اعتبار ہیں جب کہ ایمان وعقائد اہل سنت وجماعت پر مترتب ہوں۔ ایمان اصل ہے اور یہ تمام امور اس کی فرع' بغیر ایمان کچھ معتبر وعنداللہ مقبول نہیں کہ جڑ ہی نہ ہو تو ثمرات ونتائج کہاں سے مترتب ہوں۔ درخت کیسے پھلے پھولے۔ درخت تو اس وقت پھل پھول لاتا ہے جب کہ اس کی جڑ قائم ہو۔ جڑ سے جدا ہو جانے کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ آگ کی خوراک بن جاتا ہے۔ اسی طرح کافروں بے ایمانوں کی عبادتیں' ریاضتیں' خواہ لاکھ پہاڑوں کے برابر ہوں وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ اور ان کا کیا دھرا سب برباد' سب بے بار و بے نتیجہ قَالَ اللّٰہ تعالٰی وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا کافروں نے جو کچھ کیا ہم اس کے ساتھ یوں پیش آئے کہ اسے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح کر دیا" ۱۲

عَنْ عُثْمَانَ هَمُّ الدُّنْيَا ظُلْمَةٌ فِي الْقَلْبِ وَهَمُّ الْاٰخِرَةِ نُوْرٌ فِي الْقَلْبِ

(ترجمہ) : امیر المومنین سیدنا عثمان ۱۸ (بن عفان) رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا ۱۹ کا غم واندوہ' دل میں تاریکیاں (لاتا) ہے۔ اور آخرت کے لیے تگ ودو (فکر وسعی) دل میں روشنی پیدا کرتا ہے۔

الفاظ و معانی: ھَمٌّ غم واندوہ۔ ظُلْمَۃ تاریکی۔ اندھیرا۔ اَلْقلب دل۔ درمیان۔

تشریح: ۱۸؎ آپ کا اسم گرامی عثمان، کنیت ابی عمرو اور لقب غنی ہے۔ آپ کی ولادت عام فیل سے چھٹے سال ہوئی۔ آپ کو اسلام کی دعوت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دی۔ آپ کے نکاح میں حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں، حضرت رقیہ اور پھر حضرت ام کلثوم آئیں۔ آپ کے سوا دنیا میں کوئی اور شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں آئی ہوں۔ اسی لیے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ آپ بہت حسین و خوبرو تھے۔ آپ کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن سے آپ کی شان اور بارگاہ رسالت میں آپ کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہایت فیاض اور مالی جہاد میں سب صحابہ سے پیش پیش رہتے تھے۔ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے آخر عہد میں ایک جماعت مقرر فرما دی تھی اور خلیفہ کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑا تھا۔ کثرت رائے آپ کے حق میں ہوئی اور باتفاق مسلمین شنبہ یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو خلیفہ اور امیرالمومنین منتخب ہوئے۔ اور ۲۷ ذی الحجہ جمعہ ۳۵ھ کو اپنے ہی گھر میں دار الہجرت مدینہ طیبہ کے اندر بھوکے پیاسے شہید کیے گئے ۷۵ سال کی عمر میں امیرالمومنین حضرت عثمان غنی کو مصر وغیرہ کے نو مسلم قبائل نے شہید کیا تھا۔

آپ بہ لحاظ خلافت بڑے کامیاب خلیفہ تھے۔ آج جو کوئی شخص قرآن عظیم کی تلاوت کرتا ہے اس پر آپ کا احسان ہے۔ اس لیے کہ آپ ہی نے جمع فرمودہ صدیقی کی نقلوں سے مصاحف بنا کر بہ مشورہ امیرالمومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بلاد اسلام میں شائع کیے اور تمام امت کو اصل لہجہ قریش پر مجتمع ہونے کی ہدایت فرمائی۔ اسی وجہ سے وہ جناب جامع القرآن کہلائے۔ فتوحات اور دائرہ اسلام میں ترقی کے اعتبار سے آپ کے عہد میں بہت اضافہ ہوا۔ آپ نے ۱۲ سال امور خلافت انجام دیئے اور ۸۲ سال کی عمر پائی۔ ۱۲

۱۹؎ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے کہ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا

نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا (الآية) جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دیں گے۔" صاف ظاہر ہے کہ جو اعمال محض دنیوی نفع اور دنیا ہی میں حصول معاوضہ کے خیال سے انجام دیئے جائیں گے وہ موجب ثواب و باعث حسن آخرت نہ ہوں گے۔ جب دوسری دنیا کا تخیل ہی سرے سے دل و دماغ میں موجود نہ ہو تو اس کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہو گا۔ اس کی دون ہمتی اسے نور آخرت کی طرف قدم ہی کب اٹھانے دے گی۔ اور جسے آخرت عزیز ہو گی وہ نور فراست اور فراست ایمان سے مالا مال ہو گا۔ ۱۲

عَنۡ عَلِيٍّ مَنۡ كَانَ فِي طَلَبِ الۡعِلۡمِ كَانَتِ الۡجَنَّةُ فِي طَلَبِهٖ وَمَنۡ كَانَ طَلَبِ الۡمَعۡصِيَةِ كَانَتِ النَّارُ فِي طَلَبِهٖ

(ترجمہ) : امیر المؤمنین ۲۰ علی مرتضیٰ (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم (دین) کی تلاش و جستجو میں مصروف رہتا ہے جنت اس کی خواہاں رہتی ہے اور جو شخص گناہ و نافرمانی کی دھن میں مشغول رہتا ہے جہنم اس کی جستجو میں رہتی ہے۔

الفاظ و معانی : طَلَب خواہش، جستجو، تلاش اَلۡجَنَّة نیکو کار بندوں کے لیے آخرت میں ملنے والا تمام نعمتوں اور آسائشوں سے بھرپور ایک وسیع و عریض مکان۔ اَلۡمَعۡصِيَة گناہ۔ نافرمانی۔ اَلنَّارُ کافروں اور بدکاروں کے عذاب کی جگہ جس کے خیال ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تشریح : امیر المومنین مولیٰ المسلمین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا نام نامی علی، کنیت ابو الحسن ابو تراب اور لقب اسد اللہ (شیر خدا) ہے۔ ابو طالب کے بیٹے اور حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح کبھی آپ کا بھی دامن، شرک و کفر سے ملوث نہ ہوا۔ کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا۔ اور کبھی غیر خدا کو خدا قرار نہ دیا۔ آنکھ کھولی تو حضور ﷺ ہی کا جمال جہاں آراء دیکھا۔ حضور ہی کی گود میں پرورش پائی۔ حضور ہی کی باتیں سنیں حضور ہی کی عادتیں

سیکھیں۔ آٹھ یا دس سال کے ہوئے کہ آفتاب رسالت اپنی عالمگیر تابشوں کے ساتھ چمک اٹھا۔ اور نوعمری ہی میں آپ نے اسلام کی حقانیت کا اقرار کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کا عقد نکاح ہوا۔ آپ کی ہیبت ودبدبہ سے آج بھی جواں مردان شیر دل کانپ جاتے ہیں۔ کروڑوں اولیائے کرام آپ کے چشمہ علم وفضل سے سیراب ہو کر دوسروں کی رشد وہدایت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ دے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ سادات کرام اور اولاد رسول علیہ وعلیہم السلام کا سلسلہ پروردگار عالم نے آپ سے جاری فرمایا۔ آپ کے فضائل سے احادیث کریمہ مالا مال ہیں۔ آپ کے حق میں بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ حدیث میں ہے کہ آپ کا دیکھنا عبادت ہے۔

• امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز مدینہ طیبہ میں موجود تمام صحابہ کرام نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی ۳۶ھ میں جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا۔ اور صفر ۳۷ھ میں جنگ صفین ہوئی۔ یہ دونوں جنگیں آپ کے مقابل آنے والوں کی غلط فہمیوں اور اجتہادی غلطیوں کا نتیجہ تھیں۔ جو صلح وصفائی پر ختم ہوئیں۔ اور مسلمانان اہلسنت کا فیصلہ خصوصاً جنگ صفین کے بارے میں وہ ہے جو خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری اور امیر معاویہ کی مغفرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں ایام میں گمراہ خارجیوں نے سرکشی کی اور آپ نے ان کا قلع قمع فرمایا۔

ابن مُلجم خارجی نے جمعہ مبارک ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ میں آپ کو شہید کر دیا۔ آپ نے تقریباً ۶۵ سال کی عمر پائی اور ۴ سال ۹ ماہ امور خلافت کو انجام دیا۔

عَنْ یَحْیٰی بِنْ مُعَاذ مَا عَصَی اللّٰہَ کَرِیْمٌ وَمَا اٰثَرَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ حَکِیْمٌ

(ترجمہ) : (۷) حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں جوان مرد (وجواں ہمت) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور جو حقیقت حال (دنیا وعقبیٰ) سے آگاہ ہوتا ہے وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح[۱۲] نہیں دیتا۔

الفاظ و معانی : عَصٰی فعل ماضی ہے۔ عِصیان اس کا مصدر ہے۔ کوتاہی، گناہ، لغزش، کَرِیم جوانمرد، بامروت، معزز و بزرگ مصدر اس کا کرم و کرامت ہے۔ مَا اٰثَرَ اس میں ما نافیہ ہے اور اثر فعل ماضی ہے۔ مصدر اس کا ایثار ہے جس کے معنی ہیں پسند کرنا، اختیار کرنا۔ دوسرے کے مفاد کو اپنے مفاد پر مقدم رکھنا۔ اردو محاورہ میں اسی آخری معنی میں اس کا استعمال غالب ہے۔ حکیم دانشور، رموز و اسرار سے آگاہ۔

تشریح : ۲۱؎ دنیا خود ہی فانی ہے اور اس کے سارے سازو سامان بھی فانی۔ تو اس قسم کی چیز بہت زیادہ دل لگانے کے قابل نہیں البتہ دنیوی زندگی میں مفید و معاون ضرور ہیں۔ تو ان سے تعلق بھی اسی قدر ہونا چاہیے اور انہیں عقل سلیم و احکام شرع کے مطابق رکھنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ مقصد حیات و مقصود زندگی بن جائیں۔ اب جو ان پر فریفتہ ہو کر رہ جائے اور دائمی و غیرفانی ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کے لیے فکر و اہتمام سے غافل ہو جائے۔ وہ صاحب الرائے، دانشور کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ معزز و جواں مرد مسلمان کی شان یہ ہے کہ گناہ سے دور و نفور رہے اور دانشمند کی پہچان یہ ہے کہ وہ دنیا ہی کا ہو کر نہ رہ جائے۔ اب جو اس کے خلاف عمل کرے وہ گویا نہ کریم ہے نہ حکیم۔ ۱۲

عَنِ الْاَعْمَشِ مَنْ کَانَ رَاْسُ مَالِهِ التَّقْوٰی کَلَّتِ الْاَلْسُنُ عَنْ وَصْفِ رِبْحِ دِیْنِهٖ وَمَنْ کَانَ رَاْسُ مَالِهِ الدُّنْیَا کَلَّتِ الْاَلْسُنُ عَنْ وَصْفِ خُسْرَانِ دِیْنِهٖ

(ترجمہ) : (۸) امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس کا اصل سرمایہ پرہیزگاری ۲۲؎ و خدا ترسی ہو اس کے دین و مذہب میں فوائد کی توصیف سے زبانیں گنگ و عاجز ہیں۔ اور جس کی پونجی ۲۳؎ دنیا و متاع دنیا ہو زبانیں اس کے دین میں نقصان کے بیان سے کندو بے بس ہیں۔

تشریح: ۲۲؎ تقویٰ سے مراد وہ ظاہری ٹیپ ٹاپ نہیں جو بہت ظاہرداروں کو مطلوب ہوتی ہے کہ ظاہر کو احکام شرع سے آراستہ اور خلاف شریعت، افعال واعمال سے منزہ کرلیا اور بن گئے متقی پرہیزگار، اگرچہ ان کا باطن اتباع شیطان وبندگی نفس کے ماتحت ہلاک کرنے والی آفات سے گندہ ہو رہا ہو جیسے مزبلہ (کوڑے کرکٹ جمع کرنے کی جگہ) پر زر بفت کا خیمہ، اوپر زینت اور اندر نجاست، پھر کیا یہ باطنی نجاستیں، ظاہری تقویٰ وپرہیزگاری پر قائم رہنے دیں گی۔ حاشا معاملہ پڑنے دیجئے کونسی ناگفتنی ہے کہ نہ کہیں گے اور کون سی ناکردنی ہے کہ اٹھا رکھیں گے اور پھر بدستور صالح کے صالح۔ متقی کے متقی اس سے زیادہ کیا لکھا جائے مشاہدہ گواہ عادل ہے۔

تقویٰ کے لغوی معنی ہیں "نفس کو ہر ایسی چیز سے بچانا جس سے نقصان کا اندیشہ ہو۔ اور عرف شرع میں اس سے مراد ہوتی ہے "گناہ سے حفاظت اور اس سے دوری ونفرت یعنی احکام الٰہی کی خلاف ورزی کا خوف یہی تقویٰ فلاح دارین کا اصل اصول ہے اور اسی پر دنیا وآخرت کی سرخروئی موقوف۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا متقی وہ ہے جو شرک وگناہ کبیرہ اور فحش باتوں سے بچے۔ بعض عارفین نے فرمایا متقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔ بعض کا قول ہے کہ تقویٰ حرام وممنوعات کو ترک کر دینے اور فرائض وواجبات کی بجا آوری کا نام ہے۔ بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار ترک کردینا اور طاعت پر مغرور نہ ہونا تقویٰ ہے۔ یہ تمام معنی باہمی مناسبت رکھتے ہیں اور مآل کے اعتبار سے ان میں کچھ مخالفت نہیں۔

تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔ عوام کا تقویٰ ایمان لا کر کفر سے بچنا ہے۔ متوسط الحال لوگوں کا تقویٰ اوامر ونواہی کی اطاعت ہے یعنی جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرنا اور جس امر سے منع کردیا گیا ہے اس سے اجتناب برتنا اور خواص کا تقویٰ ہر ایسی چیز کو چھوڑ دینا ہے جو ذکر الٰہی سے غافل کردے۔

علمائے اعلام فرماتے ہیں تقویٰ سات قسم ہے۔ (۱) کفر سے بچنا۔ یہ بفضلہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حاصل ہے (۲) بدمذہبی سے بچنا۔ یہ ہر سنی کو نصیب ہے۔ (۳) ہر کبیرہ گناہ سے

بچنا (۴) صغیرہ گناہوں سے بچنا (۵) شبہات سے احتراز (۶) شہوات یعنی نفسانی خواہشات سے بچنا (۷) غیر کی طرف التفات سے بچنا۔ یہ اخص الخواص کا منصب ہے اور قرآن کریم ان سب مراتب کا ہادی و رہنما ہے ۱۲

۲۴ ؎ دنیا کی حقیقت قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ نے یہ بیان فرمائی کہ **وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ** "اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے" تو یہاں کے سارے عیش، ساری آسائشیں، تمام کی تمام عارضی ہیں، فانی ہیں اور بے ثبات ہیں۔ آدمی زندگی پر مفتون و فریفتہ ہوتا ہے۔ اسی کو سرمایہ حیات سمجھتا ہے اور اسی کی طلب میں دیوانہ وار، سرگرداں و پریشان حال رہتا ہے۔ اور اس فرصت کو بیکار ضائع کر دیتا ہے۔ وقت اخیر اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بقا نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ دل لگانا، حیات باقی و اخروی زندگی کے لیے سخت مضرت رساں ہے اور یہ وہ نقصان ہے جس کی تلافی فضل الٰہی کے بغیر ممکن نہیں بشرطیکہ ایمان سلامت ہو۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ دنیا طالب دنیا کے لیے متاع غرور اور دھوکے کا سرمایہ ہے لیکن آخرت کے طلب گار کے لیے دولت باقی کے حصول کا ذریعہ اور نفع بخش سرمایہ ہے۔ یعنی جب کہ فرائض وواجبات پر عمل کرے، محرمات و ممنوعات سے دور و نفور رہے۔ اور مال و متاع سے جو حقوق وابستہ ہیں ان سے غافل نہ رہے۔ ۱۲

عَنْ سُفْیَانَ الثورِی کُلُّ مَعْصِیَۃٍ عَنْ شَھْوَۃٍ فَاِنَّہٗ یُرْجٰی غُفْرَانُھَا وَکُلُّ مَعْصِیَۃٍ عَنِ الْکِبْرِ لَایُرْجٰی غُفْرَانُھَا لِاَنَّ مَعْصِیَۃَ اِبْلِیْسَ کَانَ اَصْلُھَا مِنَ الْکِبْرِ وَزَلَّۃُ آدَمَ کَانَ اَصْلُھَا مِنَ الشَّھْوَۃِ

(ترجمہ) : (۹) حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہر وہ گناہ جو خواہش نفس کے باعث سرزد ہو اس کی بخشش کی توقع کی جا سکتی ہے۔ لیکن ہر وہ گناہ جس کی بنیاد اپنی برتری و غرور ہو اس کی معافی کی امید عبث ہے۔ دیکھیے تا کہ ابلیس ۲۴ ؎ کی نافرمانی و سرکشی بربنائے تکبر تھی۔ اور حضرت ۲۵ ؎

آدم علیہ السلام کی لغزش' فطری رغبت کے باعث تھی۔

الفاظ ومعانی : مَعْصِیَۃ گناہ۔ لغزش شہوۃ خواہش' آرزو' مرغوب ودل پسند چیز یُرْجٰی فعل مضارع ہے۔ توقع کی جا سکتی ہے۔ رَجاء اس کا مصدر ہے۔ غفران بخشش' گناہ کی معافی۔ کِبر بڑائی۔ تکبر غرور۔ زَلَّۃ لغزش نادانستہ کسی ممنوع کا ہو جانا۔

تشریح : ۲۴ کسی وصف یا کمال کا پایا جانا' بے شک ایک فضیلت ہے توصیف وتحسین کے قابل لیکن یہ خیال اگر اس درجہ ترقی کر جائے کہ آدمی دوسروں کو خاطر میں نہ لائے اور اپنی برتری وبڑائی کے گیت گانے لگے یہی کبرو تکبر ہے۔ یعنی دوسروں کو حقیر جاننا یہ خصلت وعادت مذہبی اخلاقی اور معاشرتی بداخلاقیوں کا سرچشمہ ہے اور انسان کی تباہی وبربادی اور دارین میں روسیاہی کا پیش خیمہ۔

ابلیس کوئی فرشتہ نہیں کہ نورانی مخلوق ہو۔ جنی تھا یعنی آگ کا بنا ہوا جن جس نے اپنی طاعت وعبادات کے غرور میں آکر حکم الٰہی کا مقابلہ کیا اور برنبائے تکبر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور نتیجتہً نافرمانی وسرکشی کی پاداش میں راندہ درگاہ الٰہی ہوا اور ہمیشہ کے لیے مردود وملعون قرار پایا۔ ابلیس نے خود کو حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں برتر وبالا سمجھا اور براہ استکبار صاف کہہ دیا کہ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ "میں اس سے برتر ہوں کہ" تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے۔ مراد ابلیس کی اس قول سے یہ تھی کہ آگ مٹی سے افضل واعلیٰ ہے تو جس کی اصل آگ ہوگی وہ اس سے افضل ہے جس کی اصل مٹی ہو۔ اور یہ اس خبیث کا غلط وباطل خیال تھا کیونکہ افضل وہ ہے جسے مالک ومولیٰ فضیلت دے۔ فضیلت کا مدار اصل وجوہر پر نہیں بلکہ مالک ومولیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری پر ہے۔ اور آگ کا مٹی سے افضل ہونا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ آگ میں طیش' تیزی' تپش اور ترفع ہے۔ اور یہ سبب ہے استکبار اور کبرو نخوت کا جب کہ مٹی سے وقار حلم' حیا اور صبر حاصل ہوتے ہیں۔ مٹی سے ملک آباد آگ سے ہلاک مٹی امانتدار ہے کہ جو چیز اس میں رکھی جائے اس کو محفوظ رکھتی اور بڑھاتی ہے۔ جب کہ

آگ فنا کر دیتی ہے۔ باوجود اس کے کہ لطف یہ ہے کہ مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے۔ اور آگ مٹی کو فنا نہیں کر سکتا (خزائن العرفان)۔

۲۵۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے پہلے انسان کا وجود نہ تھا بلکہ سب انسان انہیں کی اولاد سے ہیں۔ یہی سب سے پہلے بشر ہیں۔ اسی لیے ابو البشر کہلاتے ہیں اور اسی وجہ سے انسان کو آدمی کہتے ہیں یعنی اولاد آدم۔ یہی **خلیفۃ اللہ** کے اولین مصداق ہیں اور سب میں پہلے نبی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرما کر انہیں تمام موجودات کا نمونہ اور عالم روحانی و جسمانی کا مجموعہ بنایا اور ملائکہ کے لیے حصول کمالات کا وسیلہ کیا اور انہیں حکم فرمایا کہ حضرت آدم کو سجدہ کریں۔ فوراً تمام فرشتوں نے ارشاد خداوندی کی تعمیل کی مگر ابلیس نے غرور و تمکنت کے ساتھ صاف انکار کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام ایک عرصہ تک تنہا زندگی بسر کرتے رہے پھر خالق کائنات نے حضرت بی بی حوا کو آپ کی پسلی سے پیدا کیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اپنا ہمدرد و مونس وہمدم پا کر بہت مسرور و شادمان ہوئے۔ ان حضرات کو اجازت تھی کہ وہ جنت میں رہیں بسیں۔ اور وہاں کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائیں مگر ایک درخت کو معین کر کے بتایا گیا کہ اس کے پاس نہ جائیں۔

اب ابلیس نے قسمیں کھا کھا کر انہیں باور کرایا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ انہیں خیال ہوا کہ اللہ پاک کی جھوٹی قسم کون کھا سکتا ہے اور آپ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا۔ اور آخر کار اجتہادی غلطی نے ان میں لغزش پیدا کر دی۔ جس کے نتیجہ میں انہیں جنت سے زمین پر جانے کا حکم ہوا۔ اور بہ تقاضائے حکمت الٰہی آدم علیہ السلام نے اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ خدا کی زمین پر قدم رکھا۔ آپ کے قدم پاک کی برکت سے زمین کے اشجار میں پاکیزہ خوشبو پیدا ہوئی۔ مگر زمین پر آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے تین سو برس تک حیاء سے آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا۔ اور اپنی اجتہادی غلطی پر نادم ہو کر اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو حضرت داؤد علیہ السلام اور تمام اہل زمین کے آنسوؤں کے مجموعہ سے بڑھ گئے۔ آخر کار بارگاہ ایزدی سے کچھ کلمات طیبہ القا فرمائے

گئے اور آپ نے حضور ﷺ کو وسیلہ بنا کر ان کی جاہ و مرتبت کے طفیل میں اپنی مغفرت کی دعا کی یہ دعا کرنی تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی۔ ۱۲

تنبیہہ ضروری : حضرت آدم علیہ السلام کو خیال ہوا کہ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (اس پیڑ کے پاس نہ جانا) کی نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں اور یہ کہ یہ حکم امتناعی نہیں ایک مربیانہ مشورہ ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس نہی کو تحریمی اور اس حکم کو امتناعی سمجھتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے کہ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں۔ قبل نبوت بھی اور بعد نبوت بھی۔ ان سے کوئی عمل کوئی فعل کوئی قول ایسا سرزد ہو ہی نہیں سکتا جس میں تمرد و سرکشی اور بالقصد نافرمانی کی بو بھی پائی جائے۔ تو یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہاد میں غلطی ہوئی اور خطائے اجتہادی معصیت نہیں ہوتی۔ مگر چونکہ یہ خطا بھی ان کے شایان شان نہیں ہوتی اس لیے انہیں فوراً ہی متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ یہ عمل تمہاری جلالت قدر اور عظمت شان کی سبکی کا باعث ہے اور قطعی غیر مناسب ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے کئی مقامات پر حضرت آدم علیہ السلام کو ہر قسم کے ارادی اور عملی گناہ سے براءت کا اظہار بھی فرما دیا ہے مثلاً وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا کہ اس میں ان کے ارادہ کا کوئی دخل نہ تھا۔ ۱۲

مسئلہ ضروریہ : انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں۔ ان کا ذکر تلاوت قرآن اور روایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے۔ پھر ان کے یہ افعال جن کو زلت و لغزش سے تعبیر کیا جائے ہزاروں حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی اور کثیر در کثیر فوائد و برکات کی مثمر (ثمرہ لانے والی) ہوتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اسی ایک لغزش کو دیکھئے کہ اگر وہ نہ ہوتی جنت سے نہ اترتے۔ دنیا آباد نہ ہوتی نہ کتابیں اترتیں نہ رسول آتے۔ نہ جہاد ہوتے لاکھوں کروڑوں کارہائے ثواب کے دروازے بند رہتے۔ ان کے دروازے کھلنا اسی ایک لغزش کا نتیجہ مبارکہ و ثمرہ طیبہ ہے۔ بالجملہ انبیائے کرام کی لغزش من و تو کس شمار میں ہیں صدیقین کی حسنات سے افضل و اعلیٰ ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ ۱۲

عَنْ بَعْضِ الزُّهَّادِ مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا وَهُوَ يَضْحَكُ فَاِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُهُ النَّارَ وَهُوَ يَبْكِيْ وَمَنْ اَطَاعَ وَهُوَ يَبْكِيْ فَاِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَضْحَكُ

(ترجمہ) : (۱۰) ایک دنیا سے بیزار عبادت گزار کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے اور رہے خوش و خرم، تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈال دے گا اور وہ عمر بھر روتا رہے گا اور اگر کوئی شخص طاعت و بندگی بجا لائے پھر بھی گریہ وزاری کرے (عذاب سے خوف کھا کر) تو بالیقین اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور وہ شاداں و فرحاں ہو گا (آسائش جنت پا کر)۔

الفاظ و معانی : اَلزُّهَّاد جمع ہے زاہد کی۔ بہ معنی تارک الدنیا۔ مصدر اس کا زہد ہے۔ اَذْنَبَ فعل ماضی ہے۔ اذناب سے۔ جس کے معنی ہیں گناہ میں آلودہ ہونا۔ ذَنْبًا گناہ، نافرمانی یَضْحَكُ ضُحْكٌ سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی، بلند آواز سے ہنستا ہیں۔ یُدْخِلُ اِدْخَال سے فعل مضارع ہے۔ داخل کر دے گا۔ یَبْكِيْ اس کا مصدر بکاء ہے۔ بہ معنی گریہ وزاری کرنا رونا۔ یَبْكِيْ استقبال کا صیغہ ہے وہ روئے گا۔ اَطَاعَ اس نے اطاعت کی۔ اطاعت اس کا مصدر ہے بہ معنی فرمانبرداری حکم ماننا۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ لَا تَحْقِرُوا الذُّنُوْبَ الصِّغَارَ فَاِنَّهَا تَتَشَعَّبُ مِنْهَا الذُّنُوْبُ الْكِبَارُ

(ترجمہ) : (۱۱) کسی دانشمند کا قول ہے کہ صغیرہ گناہوں کو معمولی نہ سمجھو اس لیے کہ معمولی فروگزاشتوں اور کوتاہیوں سے بڑے بڑے گناہ جنم لیتے ہیں۔

الفاظ و معانی: لَا تحْقِرُوا فعل نہی ہے حقارت سے یعنی حقیر نہ جانو۔ معمولی نہ سمجھو۔ الذُّنُوب جمع ہے ذَنْب کی بہ معنی گناہ و نافرمانی تعمیل حکم سے روگردانی۔ الصِغَار صغیر کی جمع ہے۔ چھوٹی چیز الکبار کبیر کی جمع ہے بڑی چیز۔ تَنشَعبُ اس کا مصدر اِنشِعاب ہے۔ درخت کا شاخ در شاخ ہونا۔ مجازاً ایک چیز کا دوسری چیز کے لیے وسیلہ وذریعہ بن جانا۔ یہاں یہی مراد ہے۔

تشریح: ۲۶ جیسا کہ ہمارا رات دن کا مشاہدہ ہے کہ جن امور کو معمولی سی بات جان کر، عمل میں لے آتے ہیں وہی امور ان کے حوصلے بڑھاتے اور بڑی بڑی بری بری باتوں میں انہیں جھونک دیتے ہیں۔ اور معاشرہ کی تباہی نتیجتہً سامنے آکر رہتی ہے۔ ۱۲

عَنِ النَّبِی صَلَّی اللّٰہ علیه وَسَلَّم لا صَغِیْرَۃ مَعَ الْاِصْرارِ وَلا کَبِیْرَۃ مَعَ الاسْتِغْفار

(ترجمہ) : (۱۲) نبی کریم ﷺ کا ارشاد اقدس ہے کہ اصرار کے بعد گناہ ۲۷ صغیرہ، صغیرہ نہیں رہتا (کبیرہ ہو جاتا ہے) اور گناہ ۲۸ کبیرہ توبہ ۲۹ استغفار کے بعد، کبیرہ نہیں رہتا (معاف کر دیا جاتا ہے)۔

الفاظ و معانی: صَغِیرَۃ چھوٹی چیز۔ یہاں مراد گناہ صغیرہ ہے۔ صَغَائر اس کی جمع ہے اَلاصْرار ضد، کسی کام کو بار بار کرنا مستعد رہنا۔ کبیرہ بڑی چیز یہاں اس سے مراد گناہ کبیرہ ہے اَلاسْتِغْفَار مغفرت چاہنا توبہ کرنا اپنے گناہوں پر نادم ہونا معافی مانگنا۔

تشریح: ۲۷ خدا و رسول کی طاعت و فرمانبرداری، اجر عظیم و ثواب آخرت کی موجب ہے اور ان کی نافرمانی یعنی احکام شرع پر عمل نہ کرنا، محرومیوں کا باعث اور گناہ ہے۔ گناہ کی دو قسمیں ہیں ایک صغیرہ دوسری کبیرہ۔

گناہ صغیرہ وہ گناہ ہے جس کی ممانعت صریح الفاظ میں قرآن وحدیث میں بیان نہ کی

گئی۔ نہ اس سے بچنے کی تاکید آئی۔ اور نہ اس کے ارتکاب پر کوئی وعید یعنی کوئی خاص سزا ارشاد فرمائی۔ آدمی کوئی نیک عمل، کوئی نیکی، کوئی عبادت، مثلاً صدقہ وخیرات کرتا یا والدین کی اطاعت کرتا ہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ زائل ومعاف ہو جاتا ہے۔ جیسے حدیث شریف میں آیا کہ جو بندہ وضوئے کامل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور مراد اس سے صغیرہ گناہ ہیں۔ غرض یہ گناہ بلا توبہ بھی معاف ہو جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ آدمی اس پر اصرار کا مرتکب نہ ہو کہ گناہ صغیرہ اصرار سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے اور بلا توبہ کئے اس کی معافی نہیں ہوتی۔

اور گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کی ممانعت قرآن وحدیث میں صراحت وتاکید کے ساتھ آچکی ہو اور اس کے ارتکاب پر، غضب الٰہی، عذاب دوزخ کی وعید یا لعنت آئی ہو۔ گناہ کبیرہ کے ارتکاب کا ضرور وبال آدمی کو بھگتنا پڑتا ہے۔ اس لیے گناہ کبیرہ سے آدمی خالص توبہ واستغفار کئے پاک نہیں ہوتا۔ البتہ وہ مسلمان ہے اور جنت میں جائے گا۔ خواہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کی مغفرت فرمادے۔ یا حضور اقدس ﷺ اور اس کے مشائخ کرام وپیران عظام کی شفاعت وسفارش کے بعد خداوند قدوس اسے بخش دے۔ یا اپنے کئے کی کچھ سزا پاکر وہ بخش دیا جائے بہرحال وہ جنت میں جائے گا اور اس کے بعد کبھی جنت سے نہ نکلے گا۔ یہ وعدہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا سچا اس کا قول سچا۔ اس کا وعدہ سچا۔ ۱۲

۲۸۔ گناہ کی دو صورتیں ہیں ایک بندے کا وہ گناہ جو خالص اس کے اور اس کے پروردگار کے معاملہ میں ہو۔ مثلاً کوئی نماز چھوڑ دی کسی دن کا روزہ چھوڑ دیا۔ اس قسم کے گناہوں میں اتنا ہی کافی ہے کہ آدمی سچے دل سے توبہ کرے۔ یعنی جو کرچکا اس پر نادم ہو۔ بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر اس سے معافی چاہے اور آئندہ کے لیے اس گناہ سے باز رہنے کا عزم بالجزم قطعی پختہ ارادہ کرلے اور جہاں نماز روزے کی قضا لازم تھی اسے ادا کرے۔ مولیٰ تعالیٰ کریم ہے چاہے تو اسے معاف کردے اور درگزر فرمائے۔

دوسرے قسم کے وہ گناہ ہیں جو بندوں کے باہمی معاملات میں ہوں کہ آدمی کسی کے

دین، آبرو، جان، مال، جسم یا صرف قلب کو آزار و تکلیف پہنچائے۔ جیسے کسی کو گالی دی، مارا، برا کہا، غیبت کی، یا کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا یا رشوت سود، جوئے وغیرہ میں جھپٹا ایسی صورت میں جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے، بارگاہ الٰہی میں بھی معاف نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس قسم کے گناہوں میں جن کا تعلق بندوں سے ہے توبہ مقبول ہونے کے لیے اس کا معاف کرانا ضروری ہے کہ جب تک صاحب حق معاف نہ کرے گا معافی نہ ملے گی۔ ۱۲

۲۹۔ توبہ کی اصل رجوع الی اللہ ہے۔ یعنی خداوند قدوس کی فرمانبرداری واطاعت کی طرف پلٹنا اس کے تین رکن ہیں۔ ایک گناہ کا اعتراف دوسرے گناہ پر ندامت تیسرے گناہ سے باز رہنے کا قطعی ارادہ اور اگر گناہ، قابل تلافی ہو تو اس کی تلافی بھی لازم ہے۔ مثلاً بے نمازی کی توبہ کے لیے پچھلی نمازوں کی قضا پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اور جن سے مال ناجائز طور پر لیا اور دبایا ہے ان کا مال انہیں واپس کرنا لازمی ہے۔ ۱۲

قِيْلَ هَمُّ الْعَارِفِ الثَّنَاءُ وَهَمُّ الزَّاهِدِ الدُّعَاءُ لِاَنَّ هَمَّ الْعَارِفِ رَبُّهٗ وَهَمُّ الزَّاهِدِ نَفْسُهٗ

(ترجمہ) : (۱۳) کہا جاتا ہے کہ بندہ حق شناس کی توجہ اور قلبی میلان، مدح وستائش کبریا پر مبذول رہتی ہے اور بندہ گوشہ نشین، دعا وعرض مدعا میں مصروف رہتا ہے۔ اس لیے کہ بندہ حق آگاہ کا قبلہ حاجات ذات رب تبارک وتعالیٰ ہے۔ اور تارک الدنیا کا مقصود ومراد اس کی اپنی ذات ہے (کہ عذاب آخرت سے بچا رہے)۔

الفاظ ومعانی :

قِيْلَ کہا گیا ہے۔ هَمٌّ توجہ، میلان، قلب۔ اَلْعَارِفُ حق آگاہ، جسے عرفان الٰہی نصیب ہو۔ اَلدُّعَا عرض مدعا۔ پکارنا، مانگنا اَلثَّنَاءُ مدح وستائش۔

تشریح : ۳۰۔ معرفت الٰہی وحق آگاہی کا تمام تر دارومدار حکم شریعت کے اتباع اور علوم شرع سے واقفیت پر ہے جسے علوم شریعت سے حصہ نہ ملا۔ اسے

سچی معرفت نصیب نہیں۔ اس لیے عارف باللہ وہ بندہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرما کر دنیوی تاریکیوں سے محفوظ رکھا اور علوم شریعت کے انوار سے اس کے دل کو زندہ و تابندہ بنایا۔ اور زاہد کو تو کہنا چاہیے کہ ابھی وہ راہ معرفت کی منزل کی طرف آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہا ہے ترک دنیا اس منزل کی ایک کڑی ہے۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ مَنْ تَوَهَّمَ اَنَّ لَهٗ وَلِيًّا اَوْلٰى مِنَ اللّٰهِ قَلَّتْ مَعْرِفَتُهٗ بِاللّٰهِ وَمَنْ تَوَهَّمَ اَنَّ لَهٗ عَدُوًّا اَعْدٰى مَنْ نَفْسِهٖ قَلَّتْ مَعْرِفَتُهٗ بِنَفْسِهٖ

(ترجمہ) : (۱۴) کسی دانشور کا قول ہے کہ جس شخص کا یہ گمان ہو کہ اس کا کارساز[۳۱] و مددگار، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی معرفت الٰہی میں ابھی بڑا خلل و نقصان ہے اور جسے یہ وہم ہو کہ اس کے نفس[۳۲] سے بڑھ کر کوئی اور اس کا دشمن و بدخواہ ہے تو جان لینا چاہیے کہ ابھی وہ اپنے نفس کو بھی نہیں پہچانتا۔

الفاظ و معانی : تَوَهَّمَ وہم کیا۔ گمان کیا۔ وَلِیّ کارساز۔ متصرف محبوب، مددگار، والی۔ اَوْلٰی بہتر، برتر، قریب تر۔ قَلَّتْ کم ہوئی۔ قِلَّتْ اس کا مصدر ہے۔ عَدُوٌّ دشمن۔ بدخواہ اَعْدٰی زیادہ دشمن۔ بڑا بدخواہ

تشریح : [۳۱] ولی کا ترجمہ کسی ایک لفظ سے مشکل ہے۔ رفیق، دوست، پشت پناہ، کارساز، حامی و مددگار، متصرف والی، اور بہی خواہ و سرپرست، سب کے مفہوم اس میں شامل ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ یعنی اللہ تعالیٰ ہی مسلمانوں کا حقیقی کارساز اور حامی و مددگار ہے۔ وہی اپنی توفیق و امداد سے ہر قسم کی ظلمتوں اور گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور ہدایت کی روشنی میں پہنچاتا ہے۔ اہل ایمان کے بگڑے کام بنانے والا۔ آڑے وقت میں ان کے کام آنے والا صرف اللہ ہے صرف ذات باری تعالیٰ۔ باقی رہے یہ خدام و آلات اور دنیوی حامی و مددگار، احباب و دوستدار جو مشکل میں کام

آتے اور مصیبتوں میں اپنی حمایت و نصرت سے ہاتھ بٹاتے ہیں، یہ سب عون الٰہی کے مظہر ہیں۔ بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر نظر رکھے اور ہر چیز میں اسی کے دست قدرت کو کارکن سمجھے کہ وہی متصرف و مستعان حقیقی ہے۔ وہی حامی و کارساز اور والی و مددگار ہے اس کے بغیر معرفت الٰہی کی لازوال دولت ہاتھ نہیں آتی۔ ۱۲

۳۲ؔ حدیث شریف میں فرمایا کہ "تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے" علمائے کرام فرماتے ہیں نفس تین ہیں۔ ایک نفس امارہ جو انسان کو بدی کی ترغیب دیتا اور بدی کی راہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ دوسرا نفس لوامہ یہ مسلمان کو بدی پر ملامت کرتا اور خیر کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ تیسرا نفس **مطمئنہ** یہ وہ نفس ہے جو رضائے الٰہی اور احکام شرعیہ پر ایسا مطمئن ہوتا ہے کہ گرانی کا وہم بھی نہیں گزرتا۔ ۱۲

عَنْ ابی بکر ن الصِّدِّیْقِ فِی قَوْلِہٖ تعالٰی ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَالَ الْبَرُّ ھُوَا اللِّسَانُ وَالْبَحرُ ھُوَ الْقَلْبُ فَاِذَا فَسَدَ اللِّسَانُ بَکَتْ عَلَیْہِ النُّفُوْسُ وَاِذَا فَسَدَ الْقَلْبُ بَکَتْ عَلَیْہِ الْمَلٰئِکَۃُ

(ترجمہ) : (۱۵) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارشاد قرآنی **ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ** (چمکی خرابی خشکی اور تری میں) کی تفسیر میں منقول ہے کہ **اَلْبَرُّ** سے یہاں مراد زبان ہے۔ اور **اَلْبَحْرُ** سے مراد قلب ہے۔ جب ۳۳ؔ زبان بگڑ جاتی ہے تو لوگ واویلا مچاتے ہیں۔ اور جب دل میں ۳۴ؔ میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو فرشتے اس پر آنسو بہاتے ہیں۔

الفاظ و معانی : ظَھَرَ ظاہر ہوا الفسادَ بگاڑ۔ تباہی، خرابی۔ اَلبَرُّ خشکی۔ بیابان اَلبَحرُ سمندر، بڑی نہر۔ القلب دل الملائکۃ فرشتے۔

تشریح : ۳۳ؔ زبان کا بگڑ جانا، صرف گالی گلوچ کرنے اور کسی کو مغلظات سنانے ہی کا نام نہیں۔ بلکہ اس سے مراد آدمی کا بدزبان ہو جانا ہے۔ اور بدزبانی ہر وہ بات ہے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔ اسے ناحق اذیت پہنچائی جائے۔ یا جس

بات سے دوسرے کی توہین و تحقیر مقصود ہو۔ شریعت مطہرہ نے اس فعل کو سخت قبیح ومذموم بتایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بدزبانی اور فحش گوئی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

۱۔ ابن آدم جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزانہ کہتے ہیں کہ تو خدا سے ڈر۔ کہ ہم سب تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

(ترمذی)

۲۔ جو چیز انسان کو سب سے زیادہ جنت میں داخل کرنے والی ہے وہ تقویٰ اور حسن خلق ہے اور جو چیز انسان کو سب سے زیادہ جہنم میں لے جانے والی ہے وہ دو جوف دار (کھکل) چیزیں ہیں۔ منہ اور شرم گاہ۔ (امام احمد، ترمذی)۔

۳۔ بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی بات کرتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا یعنی یہ خیال بھی نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو درجوں میں بلند کرتا ہے۔ اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کی بات بولتا ہے اور اس کی طرف دھیان نہیں دیتا یعنی اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ اس سے اتنا ناراض ہو گا۔ وہ اس کلمہ کی وجہ سے جہنم میں گرتا ہے۔

(بخاری)۔

۴۔ مومن نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے۔ نہ لعنت کرنے والا نہ فحش بکنے والا بے ہودہ ہوتا ہے (کہ اپنی بدزبانی سے اپنا ایمان آلودہ کرے) (ترمذی)۔

۵۔ گالی گلوچ کرنے والے دو شخصوں نے جو کچھ (ایک دوسرے کو) کہا سب کا وبال اس کے ذمہ ہے جس نے شروع کیا۔ جب تک مظلوم تجاوز نہ کرے یعنی جتنا پہلے نے اس سے کہا اس سے زیادہ نہ کہے (مسلم)

۶۔ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ اور اللہ کے برے بندے وہ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں۔ دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور جو شخص جرم سے بری ہے اس پر تکلیف ڈالنا چاہتے ہیں (اس پر تہمت لگاتے

ہیں) (بیہقی)۔

۷۔ جس شخص کو کسی مسلمان (مرد خواہ عورت) کی برائی کرنے کی وجہ سے کھانے کو ملا' اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس کو جہنم سے کھلائے گا۔ اور جس کو مرد مسلم کی برائی کی وجہ سے کپڑا پہننے کو ملا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کا اتنا ہی کپڑا پہنائے گا۔

(ابوداؤد)۔

۸۔ جہاں مرد مسلم کی ہتک حرمت اور آبرو ریزی کی جاتی ہو۔ (ناحق برا بھلا کہا) ایسی جگہ جس نے اس کی مدد کی یعنی خاموش سنتا رہا اور ان کو منع نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے گا جہاں اسے پسند ہو کہ مدد کی جائے۔ اور جو شخص مرد مسلم کی مدد کرے گا ایسے موقع پر جہاں اسکی بے حرمتی اور آبرو ریزی کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا ایسے موقع پر جہاں اسے محبوب ہے کہ مدد کی جائے (ابوداؤد)۔

۹۔ عرض کیا گیا کہ نجات کیا ہے؟ فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ اور تمہارا گھر تمہارے لیے گنجائش رکھے (یعنی بیکار ادھر ادھر نہ جاؤ) اور اپنی خطا پر گریہ کرو۔ (ترمذی)۔

۱۰۔ جو چپ رہا اسے نجات ہے۔ (امام احمد)۔

۱۱۔ اچھی بات کہنا' خاموشی سے بہتر ہے اور بری بات بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔ (بیہقی)۔

۴۳۔ قلب حقیقۃً اس گوشت کے لوتھڑے کا نام نہیں بلکہ وہ ایک لطیفہ غیبیہ ہے۔ جس کا مرکز یہ مضغہ گوشت ہے سینے کے بائیں جانب یاد رکھنا چاہیے کہ اصل میں تین چیزیں ہیں الگ الگ۔ نفس' روح اور قلب روح بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور نفس وقلب اس کے دو وزیر ہیں۔ نفس اس کو ہمیشہ شر کی طرف لے جاتا ہے۔ اور قلب جب تک صف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذ اللہ کثرت معاصی' عصیان ونافرمانی کی زیادتی اور خصوصاً کثرت بدعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے۔ اب اس میں حق کو دیکھنے سمجھنے اور

غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی۔ مگر ابھی حق سننے کی استعداد رہتی ہے اور پھر معاذ اللہ اندھا کر دیا جاتا ہے۔ اب وہ نہ حق سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ بالکل چوپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ نفس کا مرکز زیر ناف ہے اسی لیے شافعیہ سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ نفس سے جو وساوس انھیں وہ قلب تک نہ پہنچنے پائیں۔ اور حنفیہ زیر ناف باندھتے ہیں کہ ~

سر چشمہ باید گرفتن بہ میل چوپر شد نشاید گزشتن بہ پیل

یعنی گر بہ کشتن روز اول باید۔ اسی واسطے یہ تحریر کیا گیا ہے کہ اگر سختی سے ہاتھ باندھے جائیں تو وسوسے پیدا نہ ہوں اور نماز سکون واطمینان قلب سے ادا ہو سکے۔

(الملفوظ وغیرہ)۔

قِيْلَ اِنَّ الشَّهْوَةَ تُصَيِّرُ الْمُلُوْكَ عَبِيْدًا وَالصَّبْرَ تُصَيِّرُ الْعَبِيْدَ مُلُوْكًا اَلَا تَرٰى اِلٰى قِصَّةِ يُوْسُفَ وَزُلَيْخَا

(ترجمہ) : (۱۶) کسی دانشمند کا قول ہے کہ خواہش نفس ۳۵ ~ کی پیروی بادشاہوں کو غلام بنا دیتی ہے۔ اور ضبط ۳۶ ~ وبرداشت (کی قوت) غلاموں کو منصب شاہی تک پہنچا دیتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا واقعہ ۳۷ ~ اس پر ثقہ گواہ ہے۔

الفاظ و معانی : الشَّهْوَةَ نفسانی خواہش۔ تُصَيِّرُ بنا دیتی ہے۔ پلٹ دیتی ہے۔ الْمُلُوْكُ جمع ہے ملک کی۔ بادشاہ اور ملک بہ معنی فرشتہ جمع ملائک ہے۔ عَبِيْد جمع ہے عبد کی۔ غلام، مملوک۔ الصَّبْر شکیبائی۔ برداشت۔

تشریح : ۳۵ ~ خواہشیں جو دل میں پیدا ہوتی ہیں یا تو وہ نفسانی ہوا کرتی ہیں کہ وہ خواہشیں فطرت انسانی میں داخل اور ضروریات زندگی میں شامل ہوتی ہیں۔ یا پھر شیطانی ہوتی ہیں کہ خواہ مخواہ دل میں وسوسے ڈالتی اور مقصد سے ٹالتی ہیں ان میں باہمی امتیاز و فرق کے دو آسان طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں بہت جلد کر گزرنے کا تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کر لو۔ اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطٰنِ اور نفس کی واقعی خواہش ہو تو اس میں ایسی جلدی نہیں ہوتی۔ اور دوسرا طریقہ اس کی شناخت کا یہ ہے کہ

نفس اپنی خواہش پر جما رہتا ہے۔ جب تک پوری نہ ہو اسے بدلتا نہیں اسے واقعی اس شے کی خواہش ہوتی ہے جب کہ یہ خواہش اگر شیطانی ہے تو اگر وہ حسب خواہش نہ ملی تو وہ دوسری شے طلب کرتا ہے۔ وہ نہ ملی تو تیسری کی آرزو کرتا ہے۔ غرض یہ خواہشات اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی ہیں۔ اس لیے کہ شیطان کا مقصد انسان کو گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طرح پر ہو۔ تو جو ایسی خواہشات کا اتباع کرے گا اور ان کا ہر حال میں حاصل ہو جانا چاہے گا۔ آپ ہی اس لعین کا غلام بیدام ہو گا۔ اور اگر وہ شاہانہ جاہ وجلال کا مالک ہے تو یہ خواہشات اسے ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیں گی۔ وہ صورۃ شاہ وشاہزادہ ہو گا لیکن سیرۃ غلام وغلام زادہ۔ ۱۲

۳۶ ۔ صبر کے معنی ہیں ضبط نفس کے یعنی کسی ناگوار چیز کے پیش آجانے یا کسی ناگواری میں مبتلا ہونے کے بعد دل کو گریہ وزاری سے اعضاء بدن کو بے قراری سے اور زبان کو شکوہ سے روک لینا ہے۔ یہ وہ دولت ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں (۹۰) جگہ فرمایا گیا ہے اور اہل صبر کی نصرت واعانت کی ضمانت اور معیت خاصہ کا ذکر فرمایا ہے۔ علمائے کرام نے صبر کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں ایک طاعت الٰہی میں مشقت وکلفت پر صبر۔ دوم ترغیبات کے باوجود معصیت الٰہی سے صبر اور سوم امتحان الٰہی پر صبر یہ عوام کے لیے ہے۔ اور خواص کا صبر یہ ہے کہ ان کا صبر اپنے نفس کے لیے نہ ہو بلکہ اللہ کے لیے ہو اسے صبر باللہ کہتے ہیں۔ پھر یہ کہ صبر کا باعث محبت الٰہی اور ارادہ تقرب الٰہی ہو۔ نہ قوت نفس کا اظہار ہو۔ اور نہ خلق خدا میں تعریف کا شوق اسے صبر للہ کہا جاتا ہے۔ اور ایک صبر مع اللہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بندہ تمام اوامر الٰہی اور محارم الٰہی کا مطیع بنا رہے جہاں چلنے کا حکم ہو چل پڑے اور جہاں رک جانے کا حکم ہو رک جائے۔ یہ صبر صدیقین کا ہے۔ نفس پر نہایت شاق اور صبر کی سخت تر قسم۔

اسی صبر کے متعلق سید الطائفہ سیدنا جنید بغدادی نے فرمایا کہ "صبر تو کڑوی سے کڑوی دوا کو گھونٹ گھونٹ پینا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ پیشانی پر بل نہ آئے۔" یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ زاہدوں، گوشہ نشین عابدوں کے صبر سے سچے چاہنے والوں، محبوں

کا صبر زیادہ سخت ہوتا ہے۔ غرض یہ وہ دولت ہے جو ہوس کاروں اور دنیا کی آلائشوں میں ملوث' دعویداروں کے حصے میں نہیں آتی۔ صبر کی تعلیم اور ہر آزمائش وامتحان کے وقت' ثابت قدم رہنے اور رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر آگے بڑھتے رہنے کی تلقین اسلام اس لیے نہیں دیتا کہ مسلمان پستی ودناءت اور پست ہمتی و بے مائگی کا شکار ہو جائے۔ بلکہ ان تعلیمات کا منشاء و مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں میں ہمت وجرات' بہادری واستقامت اور حوصلہ مندی وبلند ہمتی اور مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی عادتیں پیدا ہوں۔ ۱۲

۳۷۔ سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر ایک نظر ڈالیے کہ کیسی کیسی آزمائش وابتلاء سے آپ کو گزرنا پڑا لیکن ثبات قدمی وصبر میں فرق نہ آیا۔ ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور پیشانی پر بل نہ آنے دیا۔ اپنے والد ماجد' سیدنا یعقوب علیہ السلام سے دوری اور جدائی' بھائیوں کا حوصلہ شکن سلوک' اندھے کنوئیں میں آپ کا ڈال دیا جانا کہ کوئی نہ کوئی آکر لے جائے کہ نہ وہ یہاں رہیں گے اور نہ والد صاحب کی نظر عنایت ان پر رہے گی پھر کسی قافلہ کا ادھر آجانا' اور یوسف علیہ السلام کا ان کے ہاتھ لگ جانا۔ اور پھر بھائیوں کا اچانک نمودار ہو کر انہیں اپنا غلام بنا کر سستے داموں بیچ دینا۔ یوسف علیہ السلام کا ان کے خوف سے خاموش رہنا۔ پھر قافلہ والوں کا انہیں غلام ہی کی حیثیت سے مصر میں عزیز مصر کے ہاتھوں فروخت کر دینا۔ پھر آپ کا عزیز مصر کی بیوی یعنی زلیخا کی نگرانی میں آنا' اور زلیخا کا ان پر فریفتہ ہو جانا۔ ان سے اپنی ناجائز خواہش کی تکمیل چاہنا اور سیدنا یوسف علیہ السلام کا محکومی اور حسین عورت کی ذاتی درخواست' لالچ خوشامد اور دھمکی کے باوجود آپ کا ثابت قدم رہنا۔ حوصلہ مندی اور ثبات قدمی کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نفوس طاہرہ کو اخلاق ذمیمہ وافعال رذیلہ سے پاک پیدا کیا ہے اور اخلاق شریفہ طاہرہ مقدسہ پر ان کی خلقت فرمائی ہے۔ اس لیے وہ ہر کروہی فعل سے باز رہتے ہیں۔ اور حالات خواہ کچھ ہوں وہ اپنی برگزیدگی اور صبر وثبات قدمی پر حرف نہیں آنے دیتے اور ان کا دامن عصمت کبھی داغ

دار نہیں ہوتا۔ غرض سیدنا یوسف علیہ السلام جو ایک غلام کی شان میں مصر میں آئے تھے تاج وتخت مصر کے وارث بن گئے۔ ۱۲

فائدہ نفیسہ : بادشاہ مصر نے جب اپنی قلمرو کے تمام خزانے سیدنا یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیئے اور آپ کو مملکت میں تصرفات کے تمام اختیارات حاصل ہو گئے تو بادشاہ مصر نے ایک موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا کر آپ کی تاج پوشی کی اور تلوار اور مہر آپ کے سامنے پیش کی اور آپ کو طلائی تخت پر تخت نشین کیا اور آپ کو اپنا ملک تفویض کر دیا اور سلطنت کے تمام امور آپ کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود حشل تابع کے ہو گیا کہ آپ کی رائے میں دخل نہ دیتا اور آپ کے ہر حکم کو مانتا۔

اسی زمانہ میں عزیز مصر کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔ جب یوسف علیہ السلام زلیخا کے پاس پہنچے تو اس سے فرمایا کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو چاہتی تھی۔" زلیخا نے عرض کیا اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے۔ میں خوبرو تھی نوجوان تھی' عیش میں تھی اور عزیز مصر عورتوں سے سروکار ہی نہ رکھتا تھا۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حسن وجمال عطا کیا ہے۔ میرا دل اختیار سے باہر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم کیا ہے آپ محفوظ رہے" حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو باکرہ پایا۔ اور اس سے آپ کے دو فرزند پیدا ہوئے۔ افرائیم اور میشا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ کسی نبی کی بیوی کافرہ تو ہو سکتی ہے فاحشہ اور بدکارہ نہیں ہو سکتی۔ کسی مرد کی عورت کا فاحشہ ہونا خود اس کے لیے بھی باعث شرم وعار ہے اور دوسروں کے لیے موجب نفرت' حتیٰ کہ کفار کو بھی یہ عار گوارا نہیں تو حضرت زلیخا کی طرف ایسے بے ہودہ کام کی نسبت اور ان کے دامن عفت پر ایسا الزام لگانا مسلمان کا کام نہیں۔ گمراہی ہے اور گمراہوں کا طریقہ ومشغلہ۔ ۱۲

قِیْلَ طُوْبٰی لِمَنْ کَانَ عَقْلُهٗ اَمِیْرًا وَهَوَاهُ اَسِیْرًا وَوَیْلٌ لِمَنْ کَانَ

هَوَاهُ اَمِيْرًا وَعَقْلُهٗ اَسِيْرًا

(ترجمہ) : (۱۷) کہا گیا ہے کہ مژدہ وبشارت ۳۸ اس شخص کے لیے جس کی عقل (سلیم) فرمان روا وحاکم ہو اور خواہش نفس، محکوم ومغلوب اور ہلاکت وتباہی (مقدر) ہے ایسے شخص کے لیے جس کی خواہشیں غالب ہوں اور عقل مغلوب۔

الفاظ ومعانی : طُوبیٰ بشارت۔ خوش خبری۔ اَمِیر فرمان روا۔ حاکم اَسِیْر محکوم۔ پابند حکم۔ وَیْل ہلاکت۔ تباہی جہنم کے ایک طبقہ کا نام ہے جس کی سختی سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے۔

تشریح : ۳۸ عقل ہی وہ جوہر لطیف ہے جس کی بدولت انسان نے تمام مخلوقات پر شرف پایا۔ اور خواہش نفس جو تباہی کا پیش خیمہ ہے وہ ہے جس پر شیطان ابھارے اب جو شخص خواہشات کا غلام بن کر رہ جائے اور اپنی عقل اور نور فراست کو کام میں نہ لائے اور وقتی لذتوں کے فریب میں آکر یاد آخرت سے غافل ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں تباہی ہی تباہی ہے۔

قِيْلَ مَنْ تَرَكَ الذُّنُوْبَ رَقَّ قَلْبُهٗ وَمَنْ تَرَكَ الْحَرَامَ وَاَكَلَ الْحَلَالَ صَفَتْ فِكْرَتُهٗ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى بَعْضِ الْاَنْبِيَاءِ اَطِعْنِيْ فِيْمَا اَمَرْتُكَ وَلَا تَعْصِنِيْ فِيْمَا نَصَحْتُكَ○

(ترجمہ) : (۱۸) کسی (دانشور) کا قول ہے کہ جس نے گناہوں کو چھوڑا اس کا دل گداز ونرم ۳۹ ہو جاتا ہے۔ اور جو حرام سے باز رہے اور رزق ۴۰ حلال کھائے پیے، اس کی فکر میں پاکیزگی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کی طرف وحی بھیجی کہ میری فرمانبرداری اختیار کرو ہر اس امر میں جس کے بجا لانے کا میں نے حکم دیا۔ اور میری حکم عدولی کسی ایسے امر میں نہ کرو جس کی میں نے نصیحت کی۔

الفاظ و معانی : رَقَّتْ ماضی کا صیغہ ہے۔ رِقَّتْ اس کا مصدر ہے۔ یعنی گدازی' قلب' دل کا نرم و گداز ہونا۔ الحرام ہر وہ امر جس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ و فسق ہے اور بچنا فرض و ثواب الحلال ہر وہ قول و فعل جو شرع کے موافق ہو۔ صفت ماضی کا صیغہ ہے۔ صَفَا اس کا مصدر ہے۔ خالص' بے کدورت فِکر و فِکرَتْ سوچ اندیشہ۔ اَوْحیٰ فعل ماضی ہے جس کا مصدر وحی ہے۔ بہ معنی پیغام خدا اَلْاَنْبِیَاء جمع ہے نبی کی۔ خدا کے وہ پاکیزہ بندے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے بندوں کی رہنمائی کے لیے منتخب کیا اور ان کی طرف وحی بھیجی۔ اَطِعْنِی فعل امر ہے۔ مصدر اس کا اطاعت ہے بہ معنی فرمانبرداری۔ لَا تَعْصِنِیْ فعل نہی ہے۔ عِصْیَان اس کا مصدر ہے۔ بہ معنی نافرمانی و حکم عدولی۔ نَصَحْتُ فعل معنی ہے۔ نصیحت اس کا مصدر ہے بہ معنی پند۔

تشریح : ۳۹ ۔ جب قلب میں رقت' دل میں گداز پیدا ہو جاتا ہے تو بندہ اپنی آنکھوں سے حق دیکھتا' کانوں سے حق سنتا اور دل و دماغ سے حق کو سمجھتا ہے۔ حق کی اطاعت و تعمیل میں ہمیشہ گامزن اور طاعت و بندگی کی طرف مدام راغب و مائل رہتا ہے۔ اور جب یہ دولت ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو آدمی حق کے دیکھنے سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اب سرکشی اس کی رہنمائی کرتی اور مخالفت حق' پھر گمراہی اور پھر کفر و عناد پر ابھارتی ہے۔ اور ہدایت کی تمام راہیں اس کے لیے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے اس کے دل میں ایک نقطہ سیاہ پیدا ہوتا ہے۔ جب اس گناہ سے باز آجاتا ہے اور توبہ و استغفار کرتا ہے تو دل صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ (ترمذی) اور یہی وہ رَین یعنی زنگ ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا کہ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (الآیہ) خلاصہ کلام یہ ہے کہ آدمی کے اعمال بد ہی اس کے دل کو تاریک' چشم بصیرت کو بے نور اور قبول حق سے دور کر دیتے ہیں۔ ۱۲

۰۴ ۔ اسلام میں رزق حلال' کسب حلال اور اکل حلال کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہ اجلہ صحابہ کرام سے ہیں۔ حضور انور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالٰی مجھے مستجاب الدعوات کر دے (کہ جو دعائے خیر کروں) بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "اے سعد! لقمہ حلال کا التزام کر لو (اپنی خوراک و غذا پاک کرو) خود بخود مستجاب الدعوۃ ہو جاؤ گے۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک قبولیت سے محرومی رہتی ہے۔" (تفسیر ابن کثیر)۔

اور اسلام میں رزق حلال وہ کھانے پینے کی غذائیں' اور برتنے استعمال میں لانے کی وہ تمام چیزیں ہیں جو جائز و مشروع طریقوں سے حاصل کی جائیں اور جن میں غیر کا تعلق نہ ہو۔ مثلاً بیع فاسد نہ ہو' اجارہ فاسدہ نہ ہو' کسی قسم کا ناجائز معاملہ نہ ہو۔ رشوت' چوری' خیانت' غصب' جوا سود نہ ہو۔ مقصود یہ ہے کہ آمدنی کے جتنے حرام و ناجائز طریقے ہیں۔ سب ناحق ہیں اور سب کی ممانعت ہے۔ ناچ گانے' ڈھول تماشے' تاشے باجے' تھیٹر سینما اور کمائی کے ایسے ہی دوسرے حرام ذرائع سے مثلاً ناجائز نذرانوں سے حاصل کی ہوئی دولت' رزق حلال میں نہیں' رزق حرام میں شامل ہے اور موجب عذاب آخرت۔ ۱۲

قِيْلَ اِكْمَالُ الْعَقْلِ اِتِّبَاعُ رِضْوَانُ اللّٰهِ تعالٰی وَاجْتِنَابِ سَخَطِهٖ قِيْلَ لَاغُرْبَةِ لِلْفَاضِلِ وَلَا وَطَنٍ لِلْجَاهِلِ

(ترجمہ) : (۱۹) کسی دانا کا قول ہے کہ عقل کی تکمیل (دو چیزوں سے ہوتی ہے ایک) رضائے الٰہی کا اتباع و پیروی۔ اور (دوسرے) اس کی ناخوشی سے خوف زدہ رہنا۔ (اور کوئی کام ایسا نہ کرنا جو اس کی ناخوشنودی و ناراضگی کا باعث ہو)۔

الفاظ و معانی : اِکْمَال کامل کرنا۔ درجہ کمال تک پہنچانا اِتِّبَاع تابعداری پیروی۔ رِضْوَان رضا مندی۔ خوشنودی۔ اِجْتِنَاب پرہیز' کنارہ کشی۔ سَخَط غضب' ناخوشنودی۔ ناراضگی۔ غُربۃ پردیس میں ہونا۔ مسافرت۔

الفاضل فضیلت والا۔ عالی مرتبہ' عالم' دانا۔ الجاهل بے علم' نادان۔

(۲۰) ایک دانشور نے کہا ہے کہ عالم وفاضل کے لیے کوئی جگہ پردیس نہیں (کہ وہ جہاں جائے گا علم کے خواہاں وقدر دان پروانہ وار اس کے اردگرد جمع ہو جائیں گے اور اسے کوئی بیگانگی محسوس نہ ہوگی۔ برخلاف اس کے جاہل وبے علم کا کوئی وطن نہیں۔ (کہ وطن میں بھی رہے گا تو بیگانوں کی مانند گویا پردیس میں ہے) ۱۲

قِيْلَ مَنْ كَانَ بِالطَّاعَةِ عِنْدَ اللّٰهِ قَرِيْبًا كَانَ بَيْنَ النَّاسِ غَرِيْبًا
قِيْلَ حَرَكَةُ الطَّاعَةِ دَلِيْلُ الْمَعْرِفَةِ كَمَا اَنَّ حَرَكَةَ الْجِسْمِ دَلِيْلُ الْحَيٰوةِ

(ترجمہ) : (۲۱) کسی دانا نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارگاہ الٰہی میں قربت کا خواستگار ہوتا ہے وہ لوگوں میں غیر معروف زندگی بسر کرتا ہے۔ (اسے خلق خدا کی پرواہ نہیں ہوتی کہ لوگ اسے باخدا کہیں خدا والا جانیں۔ اللہ والا بانیں)۔

(۲۲) کہا جاتا ہے کہ بندگی وطاعت میں مشغول ومصروف رہنا معرفت ۱؎ ربانی کی دلیل ہے۔ جیسا کہ جسم کی جنبش وگردش' زندگی اور جاندار ہونے کے لیے وجہ ثبوت ہے۔

الفاظ ومعانی : اَلطَّاعَةُ عبادت' بندگی۔ فرمانبرداری۔ قَرِيْبًا نزدیک' قربت والا۔ غَرِيْبًا غیر معروف' نامانوس' حَرَكَة جنبش' گردش' دَلِيْل وجہ ثبوت۔

تشریح : ۱؎ عارف باللہ' واصل بخدا' وہ مسلمان صاحب ایمان ہے جو طاعت وبندگی مولیٰ میں مصروف رہے۔ اور اپنے مالک ومولیٰ کی طاعت وبندگی میں مصروفیت کے یہ معنی ہیں کہ آدمی آداب شرعیہ کی پابندی کرے۔ تمام فرائض وواجبات بروقت ادا کرنے کا التزام رکھے۔ کوئی قدم احکام شرع کے خلاف نہ چلے۔ شریعت محمدیہ کو اپنے تمام افعال واشغال پر حاکم جانے اور تعمیل حکم شریعت میں کبھی لاپرواہی وتغافل' غفلت شعاری اور تن آسانی میں خود کو نہ ڈالے۔ اپنی تمام حرکات

وسکنات اور عبادات ومعاملات کو میزان شرع میں تولے۔ جس قول و فعل اور حرکت ومشغلہ کو خلاف شرع پائے فوراً بارگاہ الٰہی میں رجوع لائے۔ حضور پرنور سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "غیر خدا کو موجود نہ دیکھنا اس کے ہاتھ ہو تو اللہ کی باندھی ہوئی حدود سے کبھی جدا نہ ہو اور اس کے ہر امر و نہی کی حفاظت کرے۔ اور اگر حدود شریعت سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے۔ بے شک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے۔ تو فوراً شریعت کی طرف پلٹ آ۔ اور اس سے لپٹ جا۔ اور اپنی خواہشات نفسانی کو چھوڑ اس لیے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ کرے وہ حقیقت باطل ہے (طبقات الاولیاء) سعادت مند کے لیے حضور پرنور غوث العرفاء سید الاولیاء کا ایک یہی ارشاد کافی ہے کہ اس میں سب کچھ جمع فرما دیا ہے۔ تو عارف باللہ وہی ہے جس کا ہر قول و فعل نبی کریم ﷺ کے ارشاد فرمودہ قانون پر ٹھیک اترے۔ ورنہ گمراہی ہے اور زندقہ۔ ۱۲

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْلُ جَمِيْعِ الْخَطَايَا حُبُّ الدُّنْيَا وَاَصْلُ جَمِيْعِ الْفِتَنِ مَنْعُ الْعُشْرِ وَالزَّكٰوةِ

(ترجمہ) : (۲۳) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام برائیوں کی جڑ دنیا کی محبت ۴۲ ہے۔ اور تمام فتنوں کی بنیاد عشر اور زکوۃ کا روک ۴۳ لینا ہے۔

الفاظ و معانی : اَصْل بیخ و بنیاد، جڑ۔ اَلْخَطَايَا جمع ہے خطا کی۔ بہ معنی بھول چوک، قصور۔ حُب محبت، چاہت۔ الفِتَنْ جمع ہے فتنہ کی۔ یعنی آزمائش، رسوائی دیوانگی۔ مَنْع روکنا، باز رکھنا۔ العُشر پیداوار کا دسواں حصہ۔

تشریح : ۴۳ اور قرآن کریم نے صاف صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ اعزا واقارب، اموال واملاک، تجارت، ومعیشت، راحت و آسائش کے اسباب، اور وہ تمام امور واشیاء جن سے طبعاً محبت ہوتی ہے یہ ممنوع نہیں۔ ان چیزوں سے محبت کی صرف وہ صورتیں ممنوع ہیں جو خدا و رسول کے احکام کی تعمیل میں سد راہ ہوں۔ اور ان کی محبت طبعی محبت ایمانی پر غالب آجائے یہی دنیا ہے اور ہر برائی کی جڑ۔

محبت ایمانی اگر اس محبت طبعی پر غالب رہے اور خدا و رسول کے احکام کی تعمیل میں آدمی ہمہ تن مصروف رہ کر ' ان چیزوں سے بے تعلق ہو کر ان مشقتوں اور قلبی اذیتوں کو برداشت کر جائے تو یہ عین ایمان ' وجان ایمان ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طاعت کے مقابل ' دنیوی تعلقات سے چپٹا رہنا۔ کم حوصلگی ' پست ہمتی ' اور بے راہ روی کی دلیل ہے۔ اور ہر برائی کی اصل وبیخ وبنیاد۔ ارشاد ربانی ہے قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآءُ کُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ (الایہ)

۴۳۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی" صاف ارشاد فرما دیا کہ غایت حرص کی بنا پر مال کو جوڑ جوڑ کر رکھنا اور انکے جو حقوق واجب ہیں انہیں ادا نہ کرنا اور مصارف خیر کی ان میں گنجائش نہ رکھنا ' یہ فعل ایسا مذموم وقبیح ہے جس پر دردناک عذاب کی وعید فرمائی گئی ہے۔ اور وہ دردناک عذاب کیا ہے؟ خود ہی آگے اس کی تشریح فرما دی۔ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ (الایہ) کہ وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغی جائیں گی ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں" یعنی جسم کے تمام اطراف وجوانب کو۔

اے عزیز' زکوۃ ' دین کے اعظم فرائض اور اہم ارکان اسلام سے ہے۔ ولہذا قرآن عظیم میں بیسیوں مرتبہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا۔ اور زکوۃ نہ دینے والوں کو قسم قسم کے عذاب سے ڈرایا۔ اور پھر جتا دیا بتا دیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہو گیا۔ بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر احمق کون جو اپنے یقینی نفع ' اور دین ودنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہان کا زیاں مول لیتا اور اپنے ہاتھوں عذاب دارین خرید تا ہے۔

پھر یہ نہ سمجھے کہ اس سونے چاندی کو تپا کر اس سے بدن پر کوئی چکا لگا دیا جائے گا یا پیشانی وپشت وپہلو کی چربی نکل کر بس ہو گی بلکہ اس کا حال بھی حدیث سے سن لیجئے کہ

فرمایا کہ ان کے سر پستاں پر وہ جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا۔

اور اس کے ساتھ اور بھی ایک کیفیت سن رکھئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کوئی روپیہ دوسرے روپیہ پر نہ رکھا جائے گا نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی سے چھو جائے گی۔ بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ (اشرفی) جدا داغ دے گا۔" (طبرانی) اللہ تعالیٰ مسلمان کو ہدایت بخشے۔ آمین۔

غرض زکوٰۃ! نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے۔ نہ دینے والے کو ہزار ہا سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنی چاہیے۔ کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان، اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں۔ پھر اس سے بڑھ کر احمق کون جو اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض، گردن پر رہنے دے۔ ۱۲

فائدہ نفیسہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دی گئی وہ کنز نہیں (یعنی جوڑا ہوا مال) خواہ دفینہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی وہ کنز ہے جس کا ذکر قرآن میں ہوا کہ ان کے مالک کو اس سے داغ دیا جائے گا۔

رسول کریم ﷺ سے اصحاب نے عرض کیا کہ سونے چاندی کا تو یہ حال معلوم ہوا پھر کون سا مال بہتر ہے جس کو جمع کیا جائے؟" فرمایا ذکر کرنے والی زبان (لِسَانًا ذَاکِرًا) اور شکر کرنے والا دل (قَلْبًا شَاکِرًا) اور نیک بی بی، جو ایماندار کی اس کے ایمان پر مدد کرے یعنی پرہیزگار ہو کہ اس کی صحبت سے طاعت و عبادت کا شوق بڑھے (ترمذی) ۱۲

مسئلہ ضروریہ: زکوٰۃ ادا نہ کرنا اور مصارف خیر میں بطور خیرات، مال و اسباب صرف کرنا اور یہ سمجھنا کہ میں حقوق مال سے سبکدوش ہو گیا۔ محض خود فریبی اور خام خیالی ہے۔ یہ شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے

میں ہلاک کرتا ہے۔ نادان سمجھتا ہے کہ میں نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ فرض ادا کئے بغیر' نفل ادا کرنا' نرے دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اس کے قبول ہونے کی امید تو مفقود اور اس فرض کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اے عزیز! فرض' خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا نذرانہ و تحفہ' قرض نہ دیجئے اور بالائی بے کار تحفے بھیجئے وہ کب قابل قبول ہوں گے۔ خصوصا اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہاں وجہانیاں سے بے نیاز ہے۔۱۲

(فتاویٰ رضویہ)

قِيلَ اَلْمُقِرُّ بِالتَّقْصِيرِ ابَدًا مَحْمُودٌ وَالاقْرارُ بِالتَّقْصِيرِ عَلَامَةُ الْقُبُولِ قِيلَ كُفْرانُ النِّعْمَةِ لَوْمٌ وَصُحْبَةُ الاحْمَقِ شَوْمٌ قالَ الشَّاعِرُ۔

يَامَنْ بِدُنْيَاهُ اشْتَغَلْ قَدْ غَرَّهُ طُوْلُ الْاَمَلْ
اَوَلَمْ يَزَلْ فِي غَفْلَةٍ حَتّٰى دَنَا مِنْهُ الْاَجَلْ
اَلْمَوتُ يَاتِي بَغْتَةً وَالْقَبْرُ صَنْدُوقُ الْعَمَلْ
اِصْبِرْ عَلٰى اَهْوَالِهَا لَامَوتَ اِلَّا بِالْاَجَلْ

الفاظ ومعانی: اَلْمُقِرُّ اقرار کرنے والا۔ اَلتَّقْصِيْرُ قصور' کوتاہی۔ اَبَدًا ہمیشہ' مسلسل۔ مَحْمُودٌ مستحق توصیف' لائق تحسین۔ اَلاقْرار مان لینا۔ تسلیم کرنا۔ کُفْران ناشکری لَوْمٌ ملامت' سرزنش الاحْمَق بے وقوف' نادان۔ شومٌ بدبختی' نحوست غَرَّ فریب میں ڈالا' دھوکہ دیا۔ اس کا مصدر غرور ہے۔ اَلْاَمَلْ آرزو امید۔ الغفلة بے خبری دَنَا قریب ہوئی۔ سر پر آپہنچی۔ اَلْاَجَلْ موت' مقررہ وقت۔ مہلت بَغْتَةً اچانک' عالم بے خبری میں۔ اَهْوَال جمع ہے هَوْل کی بہ معنی خوف' دہشت

ترجمہ وتشریح: (۲۴) کہا گیا ہے کہ اپنی کوتاہی کا اقرار کرنے اور مان لینے والا ہمیشہ ہر دل عزیز' ہر ایک کی نگاہوں میں لائق تحسین رہتا ہے۔ اور اعتراف جرم وقصور علامت ہے سعادت ونیک بختی اور مقبولیت کی۔

(۲۵) کہتے ہیں کہ نعمت کی ناشکری (کسی کے احسان کی ناقدری) باعث ہے' ننگ وعار' اور ملامت و سرزنش کی (کہ سب اسے برا کہتے ہیں اور ملامت کرتے ہیں) اور نادان کی ہم نشینی دیاری' بدبختی اور رنج کا جنجال ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

دنیا میں مشغول (اور دنیا طلبی میں' آخرت سے غافل) رہنے والے (نادان) تجھے تیری یہ آرزوئیں فریب دے رہی ہیں (نتیجۃً تجھے تباہ و برباد کر دیں گی)۔

تیری ساری زندگی غفلت اور بے خبری میں گزر چکی ہے (اب تو اپنی آنکھیں کھول اور خواب غفلت سے بیدار ہو کہ) تیری موت' تیرا وقت آخر سر پر آپہنچا۔

موت بے خبری کی حالت میں آتی ہے (کوئی نہیں جانتا کہ کب آتی ہے) اور قبر تمام اعمال کی آماج گاہ ہے (یہیں سے جزا و سزا کا عمل شروع ہو جاتا ہے) دنیا کی مشقتوں اور جانکاہ آفتوں کو صبر و تحمل سے برداشت کرتا رہ۔ اس لیے کہ موت کی معیاد مقرر ہے (اور وقت مقررہ سے پہلے نہیں آتی۔ تو جو مہلت میسر ہے اسے غنیمت جان اور وہ کام کر جو آخرت میں کام آئے) ۱۲



بـــاب الـــثلاثـی

رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ صُبِحَ وَھُوَ یَشْکُوْ ضِیْقَ الْمَعَاشِ فَکَاَنَّمَا یَشْکُوْ رَبَّہٗ وَمَنْ اَصْبَحَ لِاُمُوْرِ الدُّنْیَا حَزِیْنًا فَقَدْ اَصْبَحَ سَاخِطًا عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِیٍّ لِغِنَاہُ فَقَدْ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ

الفاظ و معانی: یَشْکُوْ شکوہ کرتا ہے۔ ضِیْق تنگی۔ المَعَاش گزر بسر کے ذریعے۔ متاع زندگی۔ حَزِیْنًا ملول' اندوہگین' حسرت زدہ سَاخِطًا ناراض' غضب ناک' برافروختہ تَوَاضَعَ ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کا معدر تواضع ہے بہ معنی عاجزی' فروتنی' خاطر مدارات غَنِی مالدار' تونگر' بے نیاز۔ ثلث ایک تہائی' ثلثا دو تہائی۔

تین نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۲۶) نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تنگی معاش و تنگ دستی کی شکایت کرتا صبح کو اٹھتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو اپنے رب ۴۴؎ کا شکوہ کرتا ہے۔ اور جو شخص اس حال میں بیدار ہو کہ دنیوی ۴۵؎ تفکرات میں (ڈوبا ہوا) غمزدہ صورت بنائے ہوئے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے پروردگار سے ناراض وبرافروختہ ہو جائے۔ اور جو شخص کسی تونگر کی خاطر ومدارات اس کی دولت وثروت کی بناء پر کرے (اس کے سامنے بچھا بچھا رہے) تو (اسے سمجھ لینا چاہیے کہ) اس کے دین کے دو ۴۶؎ تہائی حصے غارت و برباد ہو گئے۔

تشریح: ۴۴؎ یہاں دو چیزیں ہیں۔ رب کریم کا شکوہ کہ تُو نے فلاں کو فلاں دولت ونعمت دی مجھے محروم رکھا۔ فلاں کو جاہ وثروت مرحمت فرما کر اسے عزت وشوکت وتونگری بخشی۔ اور مجھے محرومی اور دنیوی آفات وبلیات میں مبتلا رکھا۔ فلاں کو صحت وتندرستی سے نوازا' اور مجھے ہجوم آلام ومصائب میں ڈالا۔ وعلیٰ ہذا القیاس اور ظاہر ہے کہ یہ بندہ کا اپنی حدود سے تجاوز کرنا اور اپنی بساط کو بھول جانا ہے۔ وہ مالک ومولیٰ خود ارشاد فرما چکا ہے کہ اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَقْدِرُ لَہٗ کشادہ کرتا ہے رزق اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے۔" تو رزق میں کسی بندہ کی کشادگی ہو یا تنگی' بہر حال کسی نہ کسی مصلحت ہی کے ماتحت ہوتی ہے۔ اور اتنا ہی ہر صائب الرائے جانتا اور مانتا ہے کہ رزق میں کشادگی' جاہ ومال کی فراوانی اور شان وشوکت کی فزونی اپنے ساتھ بہت سے فرائض وحقوق اور ذمہ داریوں کا ایک انبار لاتی ہے۔ جن کے ظروف' ان حقوق وفرائض اور ذمہ داریوں کے متحمل نہیں ہوتے انہیں اس بار سے سرے سے سبکدوش کر دیا جاتا ہے تو یہ جائے شکر ہے۔ نہ کہ مقام شکوہ وشکایت بندہ کو تو یہ دیکھنا چاہئے کہ ؎

سو سے برا تو ایک ہے اچھا بنا دیا

اور دوسری چیز ہے اللہ سے شکوہ یعنی رب تبارک وتعالیٰ کے الطاف بے کراں پر نظر رکھتے ہوئے اپنے درد وغم کا اظہار اور اپنے مالک ومولیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں اپنی زبوں حالی اور تنگ دامانی کی عرض ومعروض فریاد کہ وہ بندہ گنہگار کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور اپنے عنایات خسروانہ سے نوازے۔ اور یہ عین بندگی اور شان بندگی ہے۔ وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی اور قرآن کریم کی یہ آیہ کریمہ کہ اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اس پر شاہد عادل ۱۲

۴۵؎ دنیا فانی وعارضی وبے ثبات ہونے کے باوجود' دنیا ہی کے غم میں گھلتے رہنا اپنی تباہی وبربادی کا سامان خود فراہم کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسا کہ چاہئے تو وہ تمہیں ایسی روزی دے جیسی پرندوں

کو دیتا ہے کہ صبح بھوکے، خالی پیٹ اٹھتے ہیں اور شام کو سیر بھرے ہوئے پیٹ واپس ہوتے ہیں۔ (ترمذی) ۱۲

۴۶؎ دین کے تین اجزاء ہیں۔ ایک اعتقاد و تصدیق یعنی دل سے اس کی حقانیت کو ماننا اور یہ اصل دین ہے۔ دوسرے زبان سے اقرار تیسرے اعضاء وبدن کا عمل۔ اب جس نے کسی کی جاہ و ثروت سے مرعوب ہو کر یا اس کی مروت میں آکر زبان سے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ اور اپنے عمل سے اس کی تائید و تکریم کی تو ظاہر ہے کہ تین حصوں میں سے دو کو اس نے خود تباہ و برباد کر دیا۔ اب صرف عقیدہ و اعتقاد باقی ہے۔ اگر اپنی ان ناشائستہ حرکات سے باز آگیا فبہا۔ ورنہ آخرت کا وبال اس کے سر پر سوار ہے۔ ۱۲

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ ن الصِّدِّیْقِ ثَلَاثٌ لَا یُدْرَکُ بِثَلٰثٍ اَلْغِنٰی بِالْمُنٰی وَالشَّبَابُ بِالْخِضَابِ وَالصِّحَّةُ بِالْاَدْوِیَةِ

(ترجمہ) : (۲۷) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تین چیزیں، دوسری تین چیزوں سے حاصل نہیں کی جا سکتی ہیں۔ تونگری، تمنا و آرزو سے۔ جوانی خضاب ۴۷؎ سے اور کامل تندرستی دواؤں ۴۸؎ سے۔

الفاظ و معانی : لَا یُدْرَکُ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا مصدر ہے دَرْك بہ معنی پانا۔ معلوم کرنا فراہم کرنا۔ اَلْغِنٰی تونگری اَلْمُنٰی تمنا، آرزو، مقصد اس کا واحد مُنْیَہ ہے۔ اَلشَّبَابُ جوانی اَلْخِضَابُ بالوں کا رنگنا۔ اَلصِّحَّةُ تندرستی، اَلاَدْوِیَة جمع ہے دواء کی۔

تشریح : ۴۷؎ سیاہ خضاب خواہ مازو وہلیلہ و تیل کا ہو۔ خواہ نیل و مہندی کا مخلوط ملا ہوا۔ خواہ کسی چیز کا سوائے مجاہدین سب کو مطلقاً حرام ہے اور مہندی کا سرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں ملا کر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنت مستحبہ ہے۔ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعة اللمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں "خضاب بسواد حرام ست۔ وصحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند۔ گاہے زرد نیز" ملخصاً حدیث میں ہے کہ حضور اقدس

ﷺ نے فرمایا "زرد خضاب ایمان والوں کا، سرخ خضاب اسلام والوں کا، اور سیاہ خضاب کافروں کا (طبرانی) احادیث میں سیاہ خضاب پر سخت وعیدیں، اور مہندی کے خضاب کی ترغیبیں بکثرت وارد ہیں۔ افسوس کہ ذرا سے نفسانی شوق کے لیے آدمی ایسی سختیوں کو گوارا کرے۔ ہاں سیاہ خضاب صرف مجاہدین کو جائز ہے جیسے جنگ میں رجزو خود ستائی ان کو جائز ہے۔ اکڑ کر چلنا ان کو جائز ہے۔ ریشمی بانے کا دبیز لباس پہننا ان کو جائز ہے اوروں کو یہ سب باتیں حرام ہیں۔ فوجی قانون عام قانون سے جدا ہوتا ہے اس میں سیاہ خضاب بھی داخل ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مجاہد تھے۔ انہیں جائز تھا ۱۲

(فتاویٰ رضویہ)۔

۴۸۔ علاج معالجہ دوا دارو کرنا جائز ہے جب کہ یہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالیٰ ہے اس نے اپنے کرم سے دوا کو ازالہ مرض، اور بیماری دور کرنے کے لیے سبب بنا دیا ہے۔ وہ نہ چاہے تو لاکھ دوا دارو کریں مرض زائل نہیں ہوتا۔ اور اگر دوا ہی کو شفا دینے والا سمجھتا ہے تو ناجائز ہے۔ البتہ حرام چیزوں کو دوا کے طور پر بھی استعمال کرنا ناجائز ہے کہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا "جو چیزیں حرام ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے شفا نہیں رکھی ہے" انگریزی دوائیں بکثرت ایسی ہیں جن میں اسپرٹ (الکحل) اور شراب کی آمیزش ہوتی ہے ایسی دوائیں ہرگز استعمال نہ کی جائیں۔ (بہار شریعت وغیرہ) ۱۲

عَنْ عُمَرَ حُسْنُ التَّوَدُّدِ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّوَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ وَحُسْنَ التَّدْبِیْرِ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ

(ترجمہ) : (۲۸) سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا لوگوں سے ۴۹۔ اچھی طرح گھل مل کر زندگی گزارنا، نصف عقل ہے۔ لوگوں سے بہتر طور پر سنجیدگی سے سوال کرنا، نصف علم ہے اور مناسب حال تدبیر اختیار کرنا نصف زندگانی ہے۔

الفاظ و معانی : التَوَدُّدُ محبت کرنا چاہنا۔ اس کا مادہ ود ہے۔ بہ معنی دوستی، چاہت، دلی رغبت۔ التَّدْبِیْر کسی کام کے انجام پر غور کرنا تکمیل

کار کے لیے صحیح اسباب فراہم کرنا۔

تشریح: ۴۹؎ معاشرہ میں ہر مزاج ہر قماش کے لوگ ہوتے ہیں ان کے مزاج کے مطابق ان سے پیش آنا ان کے ساتھ خوش معاملگی سے نبھانا، آدمی کے باشعور وذی عقل اور صائب الرائے ہونے کی دلیل ہے۔ یونہی بوقت ضرورت کسی سے سوال کرنا اور وقار ومتانت میں فرق نہ آنے دینا دلیل ہے اس امر کی وہ شخص جاہل ونادان نہیں۔ علم وادب والا ہے۔

اسی طرح کسی کام کے آغاز سے پہلے اس کے انجام پر غور کر لینا اور اس کام کی تکمیل کے لیے مناسب وبرمحل تدبیر کو کام میں لانا اور ایسے اسباب فراہم کرنا، جن کی بدولت وہ کام بہ خیر وخوبی انجام پذیر ہو مخلوق خدا کے ساتھ نصف گزران کی دلیل ہے۔ اسے محض ناکارہ ونکما جاننا خود اپنی عقل کا فتور ہے۔ ۱۲

۵۰؎ یاد رکھنا چاہیے کہ تدبیر، تقدیر کے منافی وخلاف نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ خالق کائنات نے اپنی حکمت کاملہ وبالغہ سے ایک چیز کو دوسری چیز کے لیے سبب بنا دیا ہے اور سنت الٰہی یوں جاری ہے کہ سبب پایا جائے تو مسبب (یعنی وہ دوسری چیز جس کے لیے یہ سبب ہے) پیدا ہو جائے۔ انہیں اسباب کو عمل میں لانا اور انہیں کسی شے کے حصول کے لیے ذریعہ بنانا تدبیر کہلاتا ہے۔ تو تدبیر منافی تقدیر نہیں بلکہ تقدیر الٰہی اور قضاء قدر کے موافق ہے۔ جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا اور اسی پر اعتماد کر بیٹھنا، کفار کی خصلت ہے۔ یونہی تدبیر کو محض عبث وفضول اور مہمل بتانا کھلے گمراہ یا نچے مجنون کا کام ہے۔ انبیائے کرام سے زیادہ تقدیر الٰہی پر کس کا ایمان ہو گا پھر بھی وہ ہمیشہ تدبیر فرماتے اور اس کی راہیں دوسروں کو بتاتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا زرہیں بنانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دس برس تک شعیب علیہ السلام کی بکریاں اجرت پر چرانا، خود قرآن میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب گزران وگزر اوقات کی تدبیریں ہیں تو انہیں خلاف تقدیر کیسے کہہ سکتے ہیں ۱۲

عَنْ عُثْمَانَ مَنْ تَرَكَ الدُّنْيَا اَحَبَّهُ اللّٰهُ تعالٰى وَمَنْ تَرَكَ الذُّنُوْبَ

اَحَبَّهُ الْمَلٰئِكَةُ وَمَنْ حَسَمَ الطَّمَعَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ اَحَبَّهُ الْمُسْلِمُوْنَ○

(ترجمہ) : سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جس نے دنیا (یعنی مرغوب دنیا کی محبت) ترک کی (اور اس سے دست بردار ہوا) اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب ۵۱ ؎ بنا لیتا ہے۔ اور جو نافرمانی وگناہ سے اجتناب وکنارہ کشی کرتا ہے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور جو مسلمانوں سے حرص ولالچ کا رشتہ کاٹ لے وہ مسلمانوں کا پیارا بن جاتا ہے۔

الفاظ ومعانی : حَسَمَ فعل ماضی ہے۔ اس کا مصدر حسم ہے جس کے معنی ہیں' جڑ سے کاٹنا۔ مجازاً روکنے اور باز رکھنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ الطَّمَعْ لالچ۔ حرص۔

تشریح : ۵۳ ؎ خدا کی محبت بندے سے یہ ہے کہ وہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اس بندے کو اپنا مقرب بنا لے اور تمام مخلوق کے دلوں میں اس کی محبت والفت ڈال دے۔ دولت معرفت سے اسے مالا مال فرما کر ہر دولت ونعمت کے دروازے اس پر کھول دے اور آخرت میں اسے بہشت بریں میں داخل فرما دے۔ اور کسی مسلمان سے فرشتوں کی محبت یہ ہے کہ وہ اس کے حق میں مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعائیں کریں۔ اور قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ فرشتے ان کے لیے بارگاہ الٰہی میں یوں عرض معروض کرتے ہیں کہ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا الایہ "اے رب ہمارے تیرے رحمت علم میں ہر چیز کی سمائی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ اے رب ہمارے اور انہیں بسنے کے باغوں میں داخل کر' جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ان کو جو نیک ہوں۔ ان کے باپ دادا' اور بی بیوں اور اولاد میں بے شک تو ہی عزت وحکمت والا ہے اور انہیں گناہوں کی شامت سے بچا لے۔ اور جسے تو اس دن گناہوں کی شامت سے بچائے تو بے شک تو نے اس پر رحم فرمایا۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔" (المومن) اور

گناہوں سے باز رہنا توبہ شرعیہ کے بغیر معتبر نہیں ۱۲

۵۳؎ حرص طمع یا لالچ وہ برائی ہے جس میں نفس امارہ کی بہت سی برائیاں سما جاتی ہیں۔ خانگی زندگی کو یہ تباہ کرے۔ اولاد کو ماں باپ سے بغاوت پر یہ اکسائے۔ ازدواجی معاملات میں کشمکش یہ لائے۔ عشرت کدوں کو ماتم کدے یہ بنائے۔ ناکامی ونامرادی کا منہ یہ دکھائے۔ ذلت وخواری کے گڑھوں میں یہ گرائے، امن وامان کو یہ آگ لگائے۔ خون ریزی، وغارت گری پر یہ آمادہ کرے۔ اور انفرادی واجتماعی، قومی وملکی سلامتی وآسائش کو یہ بربادی کی راہ دکھائے۔ مولائے کریم اس بلائے بے درماں سے ہر مسلمان کو بچائے آمین ۱۲

عَنْ عَلِيٍّ اِنَّ مِنْ نَعِيْمِ الدُّنْيَا يَكْفِيْكَ الْاِسْلَامُ نِعْمَةً وَاِنَّ مِنَ الشُّغْلِ يَكْفِيْكَ الطَّاعَةُ شُغْلًا وَاِنَّ مِنَ الْعِبْرَةِ يَكْفِيْكَ الْمَوْتُ عِبْرَةً

(ترجمہ) : (۳۰) سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا دنیا کی قابل قبول نعمتوں میں اسلام ۵۴؎ ہر نعمت سے بے نیاز کرنے کے لیے کافی ہے۔ آدمی کی مشغولیت کے لیے حکم شرع کی پابندی سے بڑھ کر کوئی شغل نہیں اور عبرت حاصل کرنے والے کے لیے موت سے بڑھ کر کوئی چیز باعث عبرت نہیں۔

الفاظ ومعانی : نعیم، نِعمۃ، آسودگی، آسائش، خوش حالی۔ الشُّغلُ مصروفیت کسی کام میں انہماک، مشغول ہونا۔ الْعِبْرَۃُ احوال وکیفیات میں غور وفکر، نصیحت حاصل کرنا۔

تشریح : ۵۴؎ یقین رکھنا چاہیے کہ اسلام کے دامن میں ہر وہ نعمت موجود ہے جو فطرت سلیمہ کو درکار ہو اور جس کی تائید علم وعقل سلیم کرے۔ اسلام ہی وہ دین قیم ہے جو اپنے جلو میں روحانی آسودگی کے لیے دائمی ناز ونعمت اور شادمانی ومسرت لیے ہوئے ہے۔ بے راہ روں کے لیے اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں کے علاوہ کہیں اور پناہ

نہیں ۱۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ کَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالنِّعْمَۃِ عَلَیْہِ وَکَمْ مِنْ مَفْتُوْنٍ بِالثَّنَاءِ عَلَیْہِ وَکَمْ مِنْ مَغْرُوْرٍ بِالسَّتْرِ عَلَیْہِ

(ترجمہ) : (۳۱) حضرت ۵۵؎ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "دنیا میں ایسے بھی لوگ پائے جاتے ہیں جو دنیوی نعمتیں پا کر گناہوں پر اور دلیر و بے باک ہو جاتے ہیں پھر بھی ان کو ڈھیل ۵۶؎ دے دی جاتی ہے (اور فوراً ہی ان کی گرفت نہیں ہوتی) اور ایسے افراد بھی کثرت سے موجود ہیں جو (خوشامدی کے منہ سے) اپنی تعریف سن کر (اور اسے اپنی خوبی سمجھ کر) اپنے اوپر پھول جاتے اور فتنوں ۵۷؎ میں گھر جاتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو اپنی بدکاریوں پر پردہ پوشی کے باعث ارتکاب جرم پر اور جری ہو جاتے ہیں (اور آخرت کی گرفت سے نہیں ڈرتے)۔

الفاظ و معانی : مُسْتَدْرَجٌ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ وہ شخص جسے ڈھیل دی جائے اور اس کے کفران و عصیان کے باوجود دنیوی نعمتوں کا دروازہ اس پر بند نہ کیا جائے۔ اس کا مصدر جو عموماً اہل علم کے محاوروں میں مستعمل ہے استدراج ہے۔ مَفْتُوْنٌ عاشق شیفتہ وہ شخص جو کسی فتنہ میں مبتلا کر دیا جائے۔ مَغْرُوْرٌ فریفتہ خود پسندی میں ڈوبا ہوا۔

تشریح : ۵۵؎ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود وہی صحابی ہیں جن کی نسبت حدیث شریف میں ہے کہ حضور پر نور عالم اعلم ﷺ نے فرمایا ان کے عہد کو لازم پکڑو (ترمذی) یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں حذیفہ رضی اللہ عنہ صاحب سر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک چال ڈھال روش میں سب سے زیادہ حضور اقدس ﷺ سے مشابہ عبداللہ بن مسعود ہیں (بخاری و ترمذی) یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کُنَیْفٌ مُلِیَّ عِلْمًا ایک گٹھری ہیں علم سے بھری ہوئی۔ نہایت یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "میں نے اپنی امت کے لیے پسند فرمایا جو کچھ

عبداللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے۔ (حاکم) یہ وہی عبداللہ بن مسعود ہیں کہ بوجہ کمال قرب اہل بیت رسالت سے سمجھے جاتے۔ اور سفر و حضر میں خدمت والا منزلت ﷺ سے معزز و ممتاز رہتے۔ یعنی آپ سے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اقدس ﷺ جس مجلس میں تشریف فرما ہوں۔ یہ نَعْلَیْنِ مُبَارَکَین (بابرکت جوتے) اٹھا رکھیں۔ اٹھتے وقت سامنے حاضر کریں۔ سوتے وقت بچھونا بچھائیں۔ اوقات نماز پر پانی حاضر کریں (بخاری) لاجرم ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم وفقاہت میں زائد ہیں (فتاویٰ رضویہ)۔

۵۶۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ "اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لیے بھلا ہے۔ ہم تو اسی لیے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ میں پڑیں۔ اور ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے" صاف فرما دیا ہے کہ حق سے عناد اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے کے باوجود جب گرفت فوری نہیں ہوتی اور غفلت وجسارت اور بڑھتی جاتی ہے تو آدمی کفر وکفران میں گرفتار ہو کر خوب بارگناہ سمیٹ لیں۔ اور پھر رسوا کن ذلت آمیز عذاب بھگتے رہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ طریق کار کافروں منکروں کا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے ایسی ہی نفرت ہونی چاہیے جیسے کفر اور کافروں سے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کون شخص اچھا ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور عمل اچھے ہوں" عرض کیا گیا اور بدتر کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور عمل خراب ۱۲

۵۷۔ خود بینی وخود نمائی، خود پسندی وخود رائی پیش خیمہ ہے کبر وغرور کا اور دوسروں کی تحقیر وتذلیل کا۔ اسلام نے اس کا سدباب کیا اور قرآن کریم نے تنبیہہ فرمادی کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو وہ خود کو عذاب آخرت کے لیے تیار

رکھیں۔ فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ صاف فرما دیا کہ خود پسندی کرنے والے اور وہ جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہتے ہیں۔ مستحق عذاب ہیں جو لوگ بغیر علم اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں۔ یا اسی طرح اور کوئی غلط وصف اپنے لیے پسند کرتے ہیں وہ اس آیت سے سبق حاصل کریں۔ ۱۲

عَنْ دَاؤدَ النَّبِيِّ قَالَ اُوْحِيَ فِي الزَّبُوْرِ حَقٌّ عَلَى الْعَاقِلِ اَنْ لَّا يَشْتَغِلَ اِلَّا بِثَلٰثٍ تَزَوُّدٌ لِمَعَادٍ وَمَؤْنَةٌ لِمَعَاشٍ وَطَلَبُ لَذَّةٍ بِحَلَالٍ

(ترجمہ) : (۳۴) سیدنا داؤد علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا زبور مقدس ۵۸ ؎ میں مذکور ہے کہ عقل مند پر لازم ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز سے سروکار نہ رکھے۔ سفر آخرت کے لیے زاد راہ کی تیاری۔ بقدر ضرورت کسب معاش ۵۹ ؎ (گزر اوقات کے لیے محنت و مشقت سے روزی حاصل کرنا) اور اپنی دنیوی لذتوں کے لیے حلال ذریعے اختیار کرنا۔

الفاظ و معانی : تَزَوُّدٌ زاد راہ لینا، توشہ ساتھ لینا۔ مَؤْنَةٌ محنت و مشقت۔ مَعَاشٌ گزران، گزر اوقات لَذَّةٌ ذائقہ مزہ۔ حلال جائز و مشروع

تشریح : ۵۸ ؎ بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں ان میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ توراۃ، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن عظیم کہ سب سے افضل کتاب ہے، سب سے افضل رسول حضور پر نور محمد عربی ﷺ پر۔ مگر آج روئے زمین پر قرآن کریم کے سوا صحیح تورات، صحیح انجیل اور صحیح زبور کہیں نہیں پائی جاتی۔ ان امتوں کے شریروں نے ان میں تحریفیں کر دیں۔ اور اپنی خواہش کے مطابق انہیں گھٹا بڑھا دیا۔

۵۹ ؎ کسب معاش کی اہمیت اسلام میں کیا ہے۔ اس کا اندازہ اس ایک حدیث سے

لگائیے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ "اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بھی اسی کا حکم دیا اس نے رسولوں سے فرمایا یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور اچھے کام کرو) اور مومنین سے فرمایا یٰاَیُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُم (اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تم کو دیا' ان میں پاک چیزوں سے کھاؤ) پھر فرمایا کہ ایک شخص طویل سفر کرتا ہے جس کے بال پریشان ہیں بدن گرد آلود ہے (یعنی اس کی حالت ایسی ہے کہ جو دعا کرے وہ قبول ہو) وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب یارب کہتا ہے (دعا کرتا ہے) مگر حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام' پینا حرام' لباس حرام اور غذا حرام پھر اس کی دعا کیوں کر مقبول ہو۔ (یعنی اگر قبولیت کی خواہش ہے تو کسب حلال اختیار کرو۔ اور ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ "حلال کمائی کی تلاش بھی فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے" (بیہقی) نیز ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ مومن پیشہ (محنت) کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے (طبرانی) ۱۲

عَنْ اَبِی هُرَيْرَة اَنَّهٗ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ وَثَلٰثٌ دَرَجَاتٌ وَثَلٰثٌ كَفَّارَاتٌ اَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَخَشْيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِى السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَصْدُ فِى الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَالْعَدْلُ فِى الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَشُحٌّ شَدِيْدٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَاَمَّا الدَّرَجَاتُ فَاِفْشَاءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَاَمَّا الْكَفَّارَاتُ فَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِى السَّبَرَاتِ وَنَقْلُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَاِنْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ ○

(ترجمہ) (۳۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تین خصلتیں باعث نجات ہیں۔ تین عادتیں

موجب ہلاکت ہیں تین باتیں مرتبے بڑھاتی ہیں۔ اور تین چیزیں گناہوں کو مٹاتی ہیں۔

نجات دینے والی تین خصلتیں یہ ہیں۔ خلوت وجلوت (تنہائی و محفل) میں خوف ۶۰؎ الٰہی' تنگدستی وتونگری میں اعتدال ومیانہ روی۔ اور خوشی وناخوشی (غصہ وخوشنودی کی حالت) میں انصاف پسندی۔

اور ہلاک کرنے ۶۱؎ والی تین عادتیں یہ ہیں حد درجہ بخل وکنجوسی' نفسانی خواہشات کی پیروی' اور خودبینی وخودپسندی۔

اور وہ تین چیزیں جن سے مراتب بلند ہوتے ہیں۔ یہ ہیں۔ سلام عام کرنا ۶۲؎ (محتاجوں کو) کھانا کھلانا۔ اور رات میں نماز پڑھنا جب کہ دوسرے سو رہے ہوں۔

اور وہ تین باتیں جن کی وجہ سے گناہوں کی معافی ملتی ہے' یہ ہیں۔ سخت سردیوں میں (جب کہ بدن پر پانی بہانا سخت شاق ہوتا ہے) کامل وضو کرنا نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے (ذوق وشوق اور خوش دلی سے) مسجد کی طرف پا پیادہ یعنی پیدل چل کر جانا (کہ قدم قدم پر نیکیاں لکھی جائیں گی) اور مسجد میں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا بشوق قلب انتظار کرنا۔

الفاظ ومعانی : مُنْجِیَات وہ چیزیں جو نجات کی باعث ہیں۔ مُہْلِکَات ہلاک کرنے والی چیزیں۔ دَرَجات مرتبے یہاں مراد وہ امور ہیں جن سے مراتب بلند ہوتے ہیں۔ کَفَّارَات وہ امور جو گناہوں کو مٹا دیں۔ اَلْقَصْدُ میانہ روی' اعتدال شُحٌّ بخل شدید۔ اِعْجَاب پسند آنا۔ افشاء پھیلانا۔ اِطْعَام کھلانا۔ نِیَامٌ نائم کی جمع ہے بہ معنی سویا ہوا۔ اِسْبَاغ پورا کرنا۔ اَلسَّبَرَات یہ جمع ہے سَبْرَۃ کی۔ بہ معنی سرد صبح۔

تشریح : ۶۰؎ خشیت الٰہی یعنی خدا کے غضب سے ڈرتے رہنا۔ وہ دولت ہے جو انسان کو غفلت وبے باکی جرات ودیدہ دلیری سے بچاتی اور راہ راست پر

چلاتی ہے۔ اعتدال ومیانہ روی وہ نعمت خداوندی ہے جو افراط و تفریط کے دشوار گزار راہوں سے امن وسلامتی سے گزار کر بے اعتدالی سے نکال کر حقیقی عیش و تنعم تک پہنچاتی ہے۔ اور عدل وانصاف پر قائم وثابت قدم رہنا وہ اخلاقی جرات ہے۔ جو نہ اپنوں کے معاملات میں انسان کو ڈگمگانے دیتی ہے نہ غیروں کے حقوق پامال کرنے پر ابھارتی ہے۔

۶۱؎ بخل ان اساسی بد اخلاقیوں میں ایک بد اخلاقی ہے جو خود اپنی جگہ بہت سی بداخلاقیوں کو اپنے دامن میں چھپائے رکھتی ہے۔ خیانت وبددیانتی' دناء ت و بے مروتی' بے رحمی وبدسلوکی' کم ہمتی وتنگ نظری' سب اسی بخل کی پیداوار ہیں۔ یونہی نفسانی خواہشات پر مرمٹنا' انہیں اپنا امام ومقتداء بنانا پیش خیمہ ہے۔ احکام الٰہی سے جی چرانے اور جزاء وسزا سے غافل ہو جانے کا نتیجہ اس کا ظاہر ہے کہ تباہی ہے بربادی ہے۔ اور دنیا و آخرت میں وبال وعذاب کا موجب ہے۔

۶۲؎ سلام' باہمی مسلمانوں میں محبت ومودت کا وہ ذریعہ ہے جس میں ہر لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے۔ سلام میں ابتدا کرنے والا تکبر سے بری ہے۔ سلام تواضع وملنساری کا نمونہ ہے اور دوستوں سے ملاقات کے وقت خوش دلی اور مسرت قلبی کے اظہار کا ایک وسیلہ۔ سلام امن وسلامتی کا پیغام بھی ہے اور ذکر ودعائے خیر کا ایک اعلیٰ ذریعہ بھی۔ اور سلام کی بدولت بیگانگی اور وحشت کا خاتمہ بھی ہوتا ہے۔ ۱۲

قَالَ جِبْرِیْلُ یَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) عِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَیِّتٌ وَاَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ وَاعْمَلْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مَجْزِیٌّ بِهٖ

(ترجمہ) : (۳۴) سیدنا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ (آپ ہر امتی سے کہہ دیں کہ) جب تک ۶۳؎ تو چاہے دنیا میں زندگی گزار۔ آخر کار موت کا ذائقہ چکھنا ہے جو چاہے تو اپنے لیے پسند کرلے۔ بالآخر اسے چھوڑ جانا

ہے۔ اور جو کام تجھے کرنا ہے کرتا رہ انجام کار اس کی جزاء قیامت میں مل کر رہے گی۔

الفاظ ومعانی : عِش امر کا صیغہ ہے۔ عیش اس کا مصدر ہے بہ معنی زندہ رہنا۔ مُفارِق مفارقت سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ جدا ہونے والا۔ مُجزِی جسے جزا دی جائے۔ صیغہ اسم مفعول۔

تشریح : ۶۳؎ مقصود کلام یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی مرغوب چیزوں کی بارگاہ الٰہی میں کوئی وقعت نہیں۔ سب فنا پذیر ہیں سب سریع الزوال ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر کرم فرماتا ہے تو اسے دنیا (کی محبت) سے ایسا بچاتا ہے جیسا تم اپنے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو (ترمذی)۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ علیه وسَلَّمَ ثُلٰثُ نَفَرٍ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ تعالٰی تَحۡتَ ظِلِّ عَرۡشِهٖ یَوۡمَ لَاظِلَّ الاظِلُّهٗ اَلمتَوضِیءُ فِی الۡمَکَارِہِ الۡمَاشِی اِلَی الۡمَسَاجِدِ فی الظُّلَمِ وَمُطۡعِمُ الۡجَائِعِ

(ترجمہ) : (۳۵)؎ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں لے گا۔ جس روز اس سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ ایک سختیوں اور ناگواریوں کے باوجود کامل وضو کرنے والا۔ دوسرا گھٹا ٹوپ اندھیروں میں نماز پڑھنے کی نیت سے مسجد کو پیدل جانے والا۔ اور تیسرا بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے والا۔

الفاظ ومعانی : نَفَر تین سے دس آدمیوں کا گروہ ظِلّ سایہ۔ مجازاً اس کا استعمال آرام و آسودگی کے معنی میں ہوتا ہے۔ العرش تخت شاہی۔ المَکَارِہ مکروہ کی جمع ہے۔ ناگوار، ناپسند الماشی پیدل چلنے والا۔ الظُلَم جمع ہے ظُلمة کی تاریکیاں۔ اندھیرے الجائع بھوکا۔ گرسنہ۔

قِیلَ لابۡرَاهِیمَ لِاَیِّ شیءٍ اتَّخَذَكَ اللّٰہُ خَلیلاً قَالَ بِثَلٰثَة

اَشْیَاءَ۔ اِخْتَرْتُ اَمْرَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی اَمْرِ غَیْرِہٖ وَمَا اھْتَمَمْتُ بِمَا تَکَفَّلَ اللّٰہُ لِیْ وَمَا تَعَشَّیْتُ وَمَا تَغَدَّیْتُ اِلَّا مَعَ الضَّیْفِ

(ترجمہ) : (۳۶) ۶۴ — سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والثناء سے عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل کن وجوہ سے بنایا؟ ارشاد فرمایا۔ تین چیزوں کے باعث ایک یہ کہ میں نے حکم الٰہی کو غیر خدا کے حکم پر ترجیح دی (حکم خالق کی بجا آوری کے مقابل، کسی کی بات نہ مانی) دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے (اور اس کی ضمانت فرمائی ہے) میں نے کبھی اس کے لیے کوئی فکرو تردد نہ کیا۔ (یعنی رزق کا کبھی غم نہ کیا کہ اللہ روزی رساں ہے) تیسرے یہ کہ میں نے صبح و شام کسی وقت کا کھانا مہمان کے بغیر نہ کھایا۔

الفاظ ومعانی : اِخْتَرْتُ فعل ماضی ہے۔ مصدر اس کا اِخْتِیَارٌ ہے بہ معنی ترجیح دینا۔ اھْتَمَمْتُ یہ بھی فعل ماضی ہے۔ اس کا مصدر اہتمام ہے۔ فکرو تردد کرنا۔ تَعَشَّیْتُ کا مصدر تَعَشِّی ہے اس کا مادہ عَشَاءٌ شام کا کھانا اور تَغَدَّیْتُ تَغَدِّی سے بنایا گیا۔ ناشتہ کرنا۔ صبح کا کھانا کھانا۔ اَلضَّیْفُ مہمان۔

تشریح : ۶۴ — خُلَّۃٌ کہتے ہیں۔ صفائے مودت اور غیر سے انقطاع ولا تعلقی کو۔ اسی کا نام محبت خالص ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ اوصاف رکھتے تھے۔ اس لیے آپ کو خلیل کہا گیا یعنی دوست خالص۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ خلیل اس محب کو کہتے ہیں جس کی محبت کاملہ ہو اور اس میں کسی قسم کا خلل اور نقصان نہ ہو۔ یہ معنی بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں پائے جاتے ہیں۔ غرض خلت الٰہی سے مراد ہے تقرب و مقبولیت کا اعلیٰ مقام۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر فائزہ ہیں۔ ۱۲

تنبیہہ : حضور پرنور سید عالم ﷺ کا افضل المرسلین وسید الاولین والاخرین ہونا قطعی ایمانی، یقینی اذعانی، اجماعی ایقانی مسئلہ ہے۔ بلکہ حضور ﷺ

افضل جمیع مخلوق الٰہی ہیں کہ اوروں کو فرداً فرداً جو کمالات عطا ہوئے، حضور میں وہ سب جمع کر دیئے گئے۔ اور ان کے علاوہ حضور کو وہ کمالات ملے جن میں کسی کا حصہ نہیں۔ حضور کو اللہ عزوجل نے مرتبہ محبوبیت کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق جویائے رضائے الٰہی ہے اور اللہ عزوجل طالب رضائے مصطفیٰ ﷺ تو حضور اللہ کے خلیل بھی ہیں۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث شریف میں ہے۔ اور حبیب بھی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ فخراً نہیں کہتا۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ ثَلٰثَةُ اَشْيَاءَ تُفَرِّجِ الْغُصَصَ ذِكْرُ اللّٰهِ تعالٰى وَلِقَاءُ اَوْلِيَائِهٖ وَكَلَامُ الحكماء

(ترجمہ) : (۳۷) کسی روشن ضمیر سے منقول ہے کہ تین چیزیں تمام افکار و آلام سے نجات دلاتی ہیں۔ ذکر الٰہی میں ۶۵ میں رطب اللسان رہنا مقربان حق کی زیارت کرنا۔ اور حق شناس بندوں کی گفتگو (سننا اور اس پر عمل کرنا)۔

الفاظ و معانی : تُفَرِّجُ۔ تَفْرِيْجٌ سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں کشادہ کرنا۔ غم و اندوہ کا دور کرنا۔ اَشْيَاءُ جمع ہے شَيْءٌ کی چیز۔ الغُصَصُ آلام و افکر۔ اس کا واحد الغُصَّةُ ہے۔

تشریح : ۶۵ قرآن مجید میں ذکر کو متعدد طریقوں سے بیان فرمایا گیا ہے مثلاً ذکر کا حکم دیا گیا غفلت و نسیان ذکر سے نہی فرمائی گئی۔ فلاح و نجات کو کثرت ذکر پر معلق فرمایا گیا۔ اہل ذکر کی مدح و ثنا فرمائی غفلت شعاروں کے خسران و وبال کا اعلان فرمایا گیا۔ ذکر الٰہی کو جملہ اعمال سے افضل و اعلیٰ بتایا گیا۔ ذاکرین کو صاحبان عقل و ہوش فرمایا گیا ذکر ہی کو روح اعمال صالح بنایا گیا۔ الٰہی ہمیں اپنے ذکر سے متمتع فرما ۱۲

عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ مَنْ لَا اَدَبَ لَهٗ لَا عِلْمَ لَهٗ وَمَنْ لَا صَبْرَ لَهٗ لَا دِيْنَ لَهٗ وَمَنْ لَا وَرَعَ لَهٗ لَا زُلْفٰى لَهٗ

(ترجمہ) : (۳۸) حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو بے ادب ۶۶ ہوگا۔ علم سے بہرہ مند نہ ہوگا۔ اور جسے (راہ

حق میں) مشکلات پر صبر کا حوصلہ نہ ہو وہ کمال دین سے بے بہرہ رہے۔ اور جس کے دل میں جذبہ ترک دنیا اور تقویٰ موجود نہ ہو اس کا تقرب الٰہی میں کوئی حصہ نہیں۔

الفاظ و معانی: وَرَع تقویٰ۔ ترک محبت دنیا۔ زُلْفٰی تقرب باری تعالیٰ، قربت

تشریح: ۶۶۔ انہیں آداب میں مندرجہ ذیل امور بھی داخل ہیں۔ عالم ہو یا متعلم وطالب علم، انہیں علم کی توقیر لازم ہے۔ یہ نہ ہو کہ کتابیں زمین پر ڈال دے یا ایسی جگہ رکھے کہ ان کی طرف پیر ہوں۔ لوگوں سے میل جول کم رکھیں خصوصاً اہل ثروت سے خصوصاً جب کہ وہ دنیادار ہوں۔ فضول باتوں میں نہ پڑے۔ استاذ کا ادب کرے اس کے حقوق کی حفاظت کرے۔ استاد سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر توجہ نہ دے۔ اس کے ساتھ تواضع واحترام سے پیش آئے اور اس کا حق ماں باپ اور دوسرے لوگوں سے زیادہ جانے اور استاذ پر لازم ہے کہ خیر خواہانہ تعلیم دے تعلیم پر اجرت کو اصل مقصد نہ بنائے ۱۲

۶۷۔ مشکلات پر صبر کرنا اور مشکل کشائی کے لیے خدا و رسول کی بارگاہ کی طرف رجوع ہونا اہل ایمان کے لیے غم واندوہ کا تیر بہدف علاج ہے۔ جو قرآن کریم نے مسلمانوں کو مرحمت فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا **اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ** اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔" یعنی ہجوم مشکلات کے وقت بھی مشکل کشائے حقیقی سے تعلق برابر جوڑے رہو۔ اسی پر بھروسہ کرو۔ اسی کے حضور سجدہ ریز رہو۔" حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرور عالم وعالمیان کو جب کوئی سخت مہم درپیش آتی، نماز میں مشغول ہو جاتے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کسی بلا ومصیبت، یا دنیوی آفت کے وقت، کسی بااثر اور صاحب ثروت وشوکت ہستی سے رابطہ قائم ہو جائے اور اس کا سہارا مل جائے تو دل کو کتنا سکون کیسا اطمینان کیسی طمانیت اور کیسی تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر جب دل کا ربط، ہمہ بین وہمہ دان، ناصر حقیقی و محافظ حقیقی سے قائم ہو جائے تو انسان بے بنیان کی تسکین خاطر و تقویت قلب کا کیا پوچھنا۔ صبر کا موقع حادثہ کے شروع ہی میں ہے یہ

نہیں کہ نزول بلا یا ابتلا کے وقت خوب واویلا کی جائے دل بھر کر رو پیٹ لیا جائے اور پھر آخر میں مجبوری کا نام صبر رکھ لیا جائے۔ ہاں ایسے اوقات میں امور طبعی و فطرت بشری کے آثار کا نمایاں ہو جانا یہ اور بات ہے مثلاً بھوک کے وقت نڈھال ہو جانا۔ درد کی تکلیف سے بے ساختہ کراہ کا صادر ہو جانا۔ آہ کا نکل جانا۔ کسی عزیز و قریب کی موت پر صرف آنسوؤں سے رو لینا، رنج کے وقت آہ سرد بھرنا، ان میں سے کوئی چیز صبر کے منافی اور بے صبری میں داخل نہیں ۱۲

رُوِیَ اَنَّ رَجُلاً خَرَجَ مِنْ بَنِی اِسْرَائِیْلَ اِلٰی طَلَبِ الْعِلْمِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِیَّهُمْ فَبَعَثَ اِلَیْهِ فَاَتَاهُ فَقَالَ لَهٗ یَافَتٰی اِنِّیْ اَعِظُكَ بِثَلَاثِ خِصَالٍ فِیْهَا عِلْمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَفِ اللّٰهَ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَاَمْسِكْ لِسَانَكَ عَنِ الْخَلْقِ لَاتَذْكُرْهُمْ اِلاَّ بِخَیْرٍ وَانْظُرْ خُبْزَكَ الَّذِیْ تَاكُلُهٗ حَتّٰی یَكُوْنَ مِنَ الْحَلَالِ فَامْتَنَعَ الْفَتٰی عَنِ الْخُرُوْجِ

(ترجمہ) : (۳۹) روایت ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک نوجوان کسی علم خاص کی تحصیل کے لیے اپنے وطن سے روانہ ہوا۔ یہ خبر اس زمانہ کے نبی کو پہنچی تو آپ نے اس نوجوان کو بلا بھیجا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا اے نوجوان! میں تجھے تین اسرار سے آگاہ کرتا ہوں۔ ان میں اگلوں پچھلوں کی آگاہی اور مہارت علمی کا خلاصہ ہے۔ پوشیدہ و علانیہ اللہ تعالیٰ سے خوف کر، اپنی زبان دنیا داروں کے ذکر سے بند رکھ، اور ذکر کرنا ہی ہو تو صرف ان کی اچھائیوں کا ہمیشہ اس روٹی (کے ٹکڑے) پر دھیان دے جسے تو کھانا چاہتا ہے۔ یاد رکھ وہ لقمہ حلال ہی ہونا چاہئے۔ اس نوجوان نے جب یہ نصیحتیں سنیں تو سفر کا ارادہ ترک کر دیا۔

الفاظ و معانی : بَعَثَ اِلَیْهِ اسے اطلاع دی (اور اپنے پاس بلایا) فَتٰی نوجوان۔ نوخیز، اَعِظُكَ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں۔ خُبْز روٹی۔ مجازاً

غذا خور گا۔

تشریح: ۶۸۔ خوف خدا کے عارفین محققین نے تین درجے بتائے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ آدمی کو قول و عمل میں مواخذہ اخروی کا دھڑکا لگا رہے۔ اور اس دنیوی زندگی گزارتے ہوئے آدمی ہر حال میں یہ بات پیش نظر رکھے کہ آخر کار اسے ایک روز اس دنیا سے کوچ کرنا اور اپنے رب کے حضور حساب کے لیے حاضر ہونا ہے۔" یہ مقام اہل تقویٰ کا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ کسی خطا و لغزش کی وجہ سے محبوب کی نظر سے گر جانے اور بے وقعت ہو جانے کا دھڑکا لگ رہے۔ یہ مقام اہل محبت کا ہے اور تیسرا درجہ خوف کا یہ ہے کہ کسی نتیجہ کے خیال کے بغیر محض' ذات الٰہی کی عظمت و ہیبت سے لرزتا رہے۔ یہ مقام عبدیت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مقام یعنی عبد محض کا مرتبہ متقین اور عشاق دونوں سے بلند تر ہے۔ اور بڑے رفیع المراتب ہیں وہ بندگان حق جنہیں یہ شرف نصیب ہو ہم جیسوں کے دل و دماغ میں اگر اتنی ہی بات حاضر رہے کہ ہمیں اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو کم از کم یہ خوف کسی کو غافل' بے باک اور گستاخ تو نہ ہونے دے گا۱۲

رُوِیَ اَنَّ رَجُلاً مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ جَمَعَ ثَمَانِیْنَ تَابُوْتًا مِنَ الْعِلْمِ وَلَمْ یَنْتَفِعْ مِنْ عِلْمِہٖ فَاَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی نَبِیِّہِمْ اَنْ قُلْ لِھٰذَا الْجَامِعِ لَوْجَمَعْتَ کَثِیْرًا مِنَ الْعِلْمِ لَمْ یَنْفَعْکَ اِلاَّ اَنْ تَعْمَلَ بِثَلٰثَةِ اَشْیَاءَ لَاتُحِبُّ الدُّنْیَا فَلَیْسَتْ بِدَارِالْمُؤمِنِیْنَ وَلَا تُصَاحِبِ الشَّیْطٰنَ فَلَیْسَ بِرَفِیْقِ الْمُؤمِنِیْنَ وَلَا تُؤذِ اَحَدًا فَلَیْسَ بِحِرْفَةِ الْمُؤمِنِیْنَ

(ترجمہ): (۴۰) مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے علمی کتابوں کے اسی صندوق ذخیرہ کر لیے مگر ان سے مستفید نہ ہوا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے پیغمبر زماں کے پاس وحی بھیجی کہ اس کتابوں کے ذخیرہ کرنے والے سے کہہ دو کہ اگر تو اس سے بھی زیادہ مقدار میں کتابیں جمع کر لے تب بھی تیرے لیے یہ

سود مند نہ ہوگا۔ جب تک تو تین باتوں پر عمل پیرا نہ ہو۔ دنیا کی محبت کو دل میں ہرگز جگہ نہ دینا' کیونکہ یہ اہل ایمان کا مستقر اور مستقل گھر نہیں۔ شیطان (صفت انسان) کا ہم نشین ۶۹ ؎ نہ بننا کہ وہ ایمان والوں کا دوستدار ومددگار نہیں۔ اور خلق خدا میں سے کسی کو ایذا و تکلیف نہ دینا کہ یہ ایمان واروں کا شیوہ نہیں۔

الفاظ ومعانی: تابوتٌ صندوق۔ لَمْ یَنْتَفِعِ اس نے فائدہ حاصل نہ کیا۔ مستفید نہ ہوا۔ اَلْجَامِعِ صیغہ اسم فاعل جمع کرنے والا لاتصاحِب ہم نشین نہ بن۔ مصاحبت سے بچ۔

تشریح: ۶۹ ؎ جن لوگوں کی ساری عمریں دنیا طلبی' دنیا سازی' خود پسندی' وخود فریبی مسلسل کذب وبہتان اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں خدا ورسول کی مخالفت ومنافقت ہی کی نذر ہو جائے انہیں قرآن کریم نے حزب الشیطان۔ شیطان کا گروہ فرمایا۔ ایسے غفلت شعاروں اور ہوس کاروں کی پہچان یہ ہے کہ وہ علمائے حق اولیائے حق' بندگان حق کی ہم نشینی وصحبت سے دور بھاگتے۔ ان سے دوری وبیزاری کو اپناتے' اور پھر ان کی تذلیل وتحقیر پر اتر آتے ہیں۔ اور بد دینی وبدمذہبی ان کے دل ودماغ میں راسخ وجاگزیں ہو کر انہیں حق وراہ صواب سے محروم بنا دیتی ہے تو ایسوں کی صحبت وہم نشینی سے مسلمانوں کا کیا واسطہ۔ وہ کیوں ان کی مجلسوں میں جائیں کیوں کہ ان کی باتوں میں آئیں اور کیوں اپنے دین اپنے عقیدے اور اپنے ایمان کو' آنکھوں دیکھے ہاتھوں سے گنوائیں۔ مومن کامل ومخلص کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ دوست بھی انہیں کو بناتا ہے جو اس کے محبوب حقیقی کے دوستوں اور مخلصوں میں ہوں۔ اور اس کے باغیوں' منکروں سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا بلکہ انہیں اپنا اور اپنے دین وایمان کا دشمن جانتا ہے۔ مومن مخلص کی یہ شان ہی نہیں کہ خدا ورسول کے دشمن سے دوستی کرے متعدد آیات واحادیث اس مضمون کی تائید میں وارد ہیں ۱۲

عَنْ اَبِیْ سُلَیْمَانَ الدَّارَانِیْ اَنَّہٗ قَالَ فِی الْمُنَاجَاتِ اِلٰھِیْ لَئِنْ

طَالَبْتَنِی بِذَنْبِیْ لَاطْلُبَنَّکَ بِعَفْوِکَ وَلَانْ طَالَبْتَنِیْ بُخْلِی لَاطْلُبَنَّکَ بِسَخَائِکَ وَلَانْ اَدْخَلْتَنِی النَّارَ لَاخْبِرَتُ اَهْلَ النَّارِ بِاَنِّیْ اُحِبُّکَ

(ترجمہ) : (۴۱) ابی سلیمان دارنی سے منقول ہے کہ آپ اپنی مناجات ودعا میں یوں عرض کر رہے تھے کہ پروردگار، اگر تو میری نافرمانیوں اور روسیاہیوں پر میری گرفت فرمائے گا تو میں تیرے ہی عفو وکرم کے دامن میں پناہ لوں گا اور اگر تو میرے بخل اور تنگ نظری پر عتاب فرمانا چاہے گا تو میں تیرے ہی جود وسخا اور بلا طلب عطاؤں کا واسطہ تجھے دوں گا۔ اور اگر تو (میرے بد اعمال کی پاداش میں) مجھے دوزخ میں داخل کر دے گا تو میں اہل دوزخ کو بتا دوں گا کہ میں تیرے چاہنے والوں میں تھا (اور یوں تیری غیرت مجھے عذاب سے نکال لے گی) (مقصود کلام یہ ہے کہ بندے کو اپنے مولیٰ ہی کے سایہ رحمت میں پناہ مل سکتی ہے کہیں اور نہیں)۔

الفاظ ومعانی : اَلْمُنَاجَات بارگاہ الٰہی میں عرض ومعروض۔ دعا عَفْو معافی بخشش۔ بُخل کنجوسی، سخاء، سخاوت، بے طلب عطا۔ اَلنَّار دوزخ کا ایک نام۔

قِیْلَ اَسْعَدُ النَّاسِ مَنْ لَهٗ قَلْبٌ عَالِمٌ وَبَدَنٌ صَابِرٌ وَقَنَاعَةٌ بِمَا فِی الْیَدِ

(ترجمہ) : (۴۲) کسی صاحب کمال نے کیا خوب فرمایا کہ بڑا خوش نصیب ہے وہ بندہ خدا جسے یہ تین چیزیں مل جائیں۔ قلب ذاکر، بدن صابر، اور جو کچھ ملا اس پر قناعت وافر۔

الفاظ ومعانی : اَسْعَد نیک بخت، خوش نصیب۔ قناعَة تھوڑی چیز پر صبر کی عادت۔

تشریح : رضائے الٰہی پر راضی، اور تقدیر الٰہی کے حضور، سر تسلیم خم کرنا، یہ مسلمان کی شان ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں اور کافروں کو جو آسائشیں اس دنیائے ناپائیدار میں نصیب ہیں وہ ان کے حصول کے لیے بے تاب و بے قرار نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ دنیا کی یہ تازگی و شادابی یہ دلربائی و رعنائی، صرف اسی مادی دنیا تک محدود ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ حرص و ہوس سے کبھی آدمی سیر نہیں ہو سکتا۔ یہ بلائے بد انسان کو نکما و ناکارہ بنا دیتی ہے تمہیں جو کچھ ملا ہے اور جتنا بھی ملا ہے اس پر قناعت کرو گے اور ہر حال میں اپنے مالک و مولیٰ پر بھروسہ رکھو گے تو وہ اپنے فضل و کرم سے وہ نعمتیں وہ دولتیں مرحمت فرمائے گا۔ جن کے سامنے اس بھری دنیا کی رعنائیاں اور دل فریبیاں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی ہیں۔ لہٰذا اپنے اندر استغفار و بے نیازی کی شان پیدا کرو۔ جو خود بڑی نعمت و دولت لازوال ہے ۱۲

عَنْ ابراهِيْمَ النَّخْعِيِّ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ هَلَكَ قَبْلَكُمْ بِثَلٰثِ خِصَالٍ بِفُضُوْلِ الْكَلَامِ وَفُضُوْلِ الطَّعَامِ وفُضُوْلِ الْمَنَامِ

(ترجمہ) : (۴۳) حضرت ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ تین عادتوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ ناحق قیل و قال ا؎ زائد از ضرورت ۲؎ شکم پری، اور بلا حاجت سوتے رہنا۔

تشریح : ا؎ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے یہ بات ہے کہ وہ لایعنی چیز چھوڑ دے۔" یعنی جو چیز کار آمد نہ ہو اس میں نہ پڑے۔ اور اپنی زبان اپنے دل اور دوسرے اعضاء بدن کو بیکار باتوں کی طرف متوجہ نہ کرے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ سب سے زیادہ کس چیز کا مجھ پر خوف ہے۔ یعنی کس چیز کے ضرر کا زیادہ اندیشہ ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا یہ ہے" ۱۲

۲؎ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی نے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا کریں (کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی

طاقت آجائے اور روزہ رکھ سکے) اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو تہائی پیٹ کھانے کے لیے تہائی پانی کے لیے اور تہائی سانس کے لیے رکھے ۱۲

عَنْ يَحْيٰى بْنِ مَعَاذِ الرَّازِي طُوْبٰى لِمَنْ تَرَكَ الدُّنْيَا قَبْلَ اَنْ يَّتْرُكَهٗ وَبَنٰى قَبْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَهٗ وَاَرْضٰى رَبَّهٗ قَبْلَ اَنْ يَّلْقَاهُ

(ترجمہ) : (۴۴) حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مژدہ وبشارت اس شخص کے لیے جس نے دنیا چھوڑ دی ۴۷ (اور لذائذ دنیا سے دل اٹھا لیا) اس سے پہلے کہ دنیا اسے چھوڑے (اور وہ دنیا سے رخصت سفر باندھے) جس نے اپنی قبر تیار کرلی (اور اس اندھیرے ویران گھر میں اعمال حسنہ کی روشنی کا سامان فراہم کرلیا) اس سے قبل کہ اس میں داخل ہو۔ اور جس نے اپنے رب کو (اس کی اطاعت وعبادت بجالا کر) راضی کرلیا قبل ازاں کہ وہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

تشریح : ۴۷ اعمال نیک ہوں خواہ بد' جزا وسزا یقینی ہے قیامت ضرور آنی ہے۔ مرنے کے بعد ضرور اٹھنا ہے۔ اعمال کا حساب یقیناً ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کیے کی جزاء ضرور ملے گی۔ یہ حقیقت مسلمان کے دل میں موجود ہے تو آدمی کندن بن جائے۔ دنیا طلبی کو اپنا شعار بنالینا اور راہ حق سے منہ موڑ لینا' اہل عقل کا کام نہیں۔ عقلمند وہ ہے جو اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تدبیر میں لگا رہے۔ عمل صالح میں مصروف رہے۔ اور گناہ ومعصیت اور خدا ورسول کی نافرمانی سے دور بھاگے۔ یہی مطلب ہے ترک دنیا کا ۱۲

عَنْ عَلِيٍّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ سُنَّةُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ وَسُنَّةُ اَوْلِيَائِهٖ فَلَيْسَ فِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ قِيْلَ لَهٗ مَا سُنَّةُ اللّٰهِ قَالَ كِتْمَانُ السِّرِّ وَقِيْلَ مَا سُنَّةُ الرَّسُوْلِ؟ قَالَ الْمُدَارَاةُ بَيْنَ النَّاسِ وَقِيْلَ مَا سُنَّةُ اَوْلِيَائِهٖ؟ قَالَ اِحْتِمَالُ الْاَذٰى عَنِ النَّاسِ وَكَانُوْا مَنْ قَبْلَنَا يَتَوَاصَوْنَ بِثَلٰثِ خِصَالٍ؟ يَتَكَاتَبُوْنَ بِهَا مَنْ عَمِلَ

لِآخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَمْرَ دِيْنِهٖ وَدُنْيَاهُ وَمَنْ اَحْسَنَ سَرِيْرَتَهٗ اَحْسَنَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهٗ وَمَنْ اَصْلَحَ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ اَصْلَحَ اللّٰهُ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ

(ترجمہ) : (۴۵) مولی المسلمین حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس کے پاس (عملدر آمد کے لیے) نہ اللہ تعالٰی کی سنت کریمہ ہو' نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت حمیدہ ہو۔ اور نہ اللہ والوں کا طریقہ مرضیہ ہو' تو (کہنا چاہیے کہ) اس کے ہاتھوں میں کچھ بھی نہیں (مفلس و تہی دست ہے) عرض کیا گیا اللہ تعالٰی کی سنت کریمہ سے آپ کی کیا مراد ہے؟ فرمایا' پردہ پوشی درازداری۔" سوال کیا گیا رسول اللہ ﷺ کی سنت حمیدہ سے آپ کا منشاء کیا ہے؟ فرمایا بندگان خدا کے ساتھ خوش خلقی اور نرم خوئی سے پیش آنا۔" دریافت کیا گیا کہ اللہ والوں کے طریقہ مرضیہ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا لوگوں کی ایذا رسانی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرلینا۔

کہ ہرچہ از دوست می رسد نیکو ست

پھر ارشاد فرمایا زمانہ ماقبل میں بندگان حق تین باتوں کی ایک دوسرے کو وصیت فرمایا کرتے تھے اور بڑے اہتمام سے ایک دوسرے کو لکھوایا کرتے تھے۔ ایک یہ کہ جو شخص (اپنی آخرت سنوارنے میں منہمک رہے گا اللہ تعالٰی اس کی دنیوی ضرورتوں کا خزانہ غیب سے انتظام فرما دے گا) اور جو اپنے باطن کو سنوارنے (اور دل کو دنیوی آلائشوں سے پاک صاف رکھنے) میں مصروف رہے گا اللہ تعالٰی اس کا ظاہر بھی آراستہ فرما دے گا۔ اور جو اپنے اور اللہ تعالٰی کے مابین تعلقات کو سدھارنے میں مشغول رہے گا اللہ تعالٰی اس کے دوسرے بندوں کے درمیان معاملات کو ٹھیک کر دے گا ۱۲

الفاظ و معانی : سُنَّة طریقہ مروجہ۔ کِتْمَان پردہ پوشی۔ اَلسِّرُّ راز کی بات۔ پوشیدہ۔ اَلْمُدَارَاة خوش اخلاقی۔ نرم خوئی۔ اِحْتِمَال برداشت کرنا۔ اَلاَذٰی اذیت و ایذا۔ یَتَوَاصَوْنَ لوگ ایک دوسرے کو وصیت کرتے۔

تواصِیٔ اس کا مصدر ہے۔ سَرِیْرَۃ باطن' لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل۔ یَتکاتبُون ایک دوسرے کو لکھواتے۔

عَنْ عَلِیٍّ کُنْ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرَ النَّاسِ وَکُنْ عِنْدَ النَّفْسِ شَرَّ النَّاسِ وکُنْ عِنْدَ النَّاسِ رَجُلاً مِنَ النَّاسِ

(ترجمہ) : (۴۶) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں بہترین ۴۷ اور نیکو کار بندہ بن اور خود اپنی نگاہوں میں سب سے بدتر' سب سے برا بن کر رہ اور دوسرے لوگوں کی نظروں میں انہیں میں کا ایک عام آدمی ہو جا۔

تشریح : ۴۷ اس کی طاعت وبندگی بجالانا اوامر پر عمل اور نواہی سے پرہیز کرنا' نیکو کاری ہے اور جوان پر عمل پیرا ہو وہ بہترین نیکوکار اور بندہ خاص پروردگار ہے۔ لیکن یوں کہ اپنی نیکو کاری پر عجب وخودبینی کا شائبہ بھی نہ آنے پائے۔ ورنہ آدمی خود فریبی کے دام میں گرفتار ہو کر نفس وشیطان کا شکار بن جائے گا۔ اور جب پردہ چاک ہوگا تو معلوم ہوگا کہ ان اعمال کی حقیقت جلوہ سراب سے زیادہ نہ تھی۔ اس لیے لازم ہے کہ آدمی کی نگاہ اپنی کوتاہیوں' بداعمالیوں اور سیہ کاریوں پر رہے اور جو نیک کام سرزد ہو اسے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ اور عطیہ جانے اور جب یہ عادت اس کی فطرت بن جائے گی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آدمی خود کو عام لوگوں سے جدا کوئی چیز نہ جانے گا۔ ۱۲

قِیْلَ اَوْحَی اللّٰہُ تَعالٰی اِلٰی عُزَیرِ النَّبِی فقال یا عُزَیْرُ اذا اَذنبتَ ذَنْبًا صَغِیْرًا فَلَا تنظُرْ اِلٰی صِغرِہٖ وانظُرْ اِلٰی مَنِ الَّذِیْ اَذْنَبْتَ لَہٗ وَاِذَا اَصَابَکَ خَیْرٌ یَسِیْرٌ فَلا تَنْظرْ اِلٰی صِغرِہٖ وَانْظُرْ اِلٰی مَنِ الَّذِیْ رَزَقَکَ وَاِذَا اَصَابَکَ بَلِیَّۃٌ فَلَا تَشکُوْنِی اِلٰی خَلْقِی کَمَا لَا اَشْکُوْکَ اِلٰی مَلٰئِکَتِی اِذَا صَعِدَتْ اِلَیَّ

مَسَاوِیْكَ

(ترجمہ) وتشریح: (۴۷) منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیز علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے عزیر! اگر تم سے گناہ صغیرہ بھی سرزد ہو جائے تو یہ نہ دیکھو کہ صغیرہ گناہ ہے بلکہ یہ دیکھو کہ تم نے کس مولائے برتر وبالا کی نافرمانی کی۔ (اگرچہ نادانستہ طور پر) اور جب تمہیں کوئی معمولی سی بھلائی پہنچے تو یہ نہ سمجھو کہ وہ بے وقعت سی چیز ہے۔ یہ دیکھو کہ تمہیں عطا کیسی جلیل ہستی نے کی ہے۔ اور جب تمہیں کوئی ناخوشگواری پیش آئے تو بندوں کے روبرو اس کا شکوہ نہ کرو۔ میں بھی تو تمہاری برائیاں فرشتوں پر فاش نہیں کرتا جب وہ مجھ تک آتی ہیں۔

الفاظ ومعانی: صغر چھوٹا پن۔ کسی بات کا معمولی ہونا۔ یَسِیْرٌ تھوڑی بے وقعت۔ جسے کوئی خاطر میں نہ لائے۔ بَلِیَّۃٌ آفت۔ معیبت۔

مَسَاوِی برائیاں۔ جمع ہے سوء کی۔

عَنْ حَاتِمِ الْاَصَمِّ مَامِنْ صَبَاحٍ اِلَّا وَيَقُوْلُ الشَّيْطٰنُ لِي مَاتَاْكُلُ؟ وَمَا تَلْبِسُ؟ وَاَيْنَ تَسْكُنُ؟ فَاَقُوْلُ لَهٗ اٰكُلُ الْمَوْتَ وَاَلْبِسُ الْكَفَنَ وَاَسْكُنُ الْقَبْرَ

(ترجمہ): (۴۸) حضرت حاتم الاصَم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہر نمودار ہونے والی صبح کو شیطان (میرے پاس آتا اور) مجھ سے پوچھتا ہے کہ آج کیا کھاؤ گے؟ کیا پہنو گے؟ اور کہاں ٹھہرو گے؟ میں اس سے کہتا ہوں؟ موت (کا غم) کھاؤں گا کفن پہنوں گا اور قبر میں جا کر ٹھہروں گا"

تشریح: ۷۵ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اصل حاجت تین چیزیں ہیں۔ روٹی، کپڑا، گھر۔ اور حدیث شریف میں ہے آدمی کو تین چیزوں کے سوا دنیا میں کچھ حق نہیں۔ چند لقمے کہ اس کی پیٹھ کو سیدھا کریں۔ اور ایک ٹکڑا کپڑا کہ ستر چھپائے۔ اور چھوٹا سا گھر جس میں جھک کر داخل ہو سکے۔" اس طرح جو چیزیں گھر کے

لیے ضروری ہیں وہ بھی حاجت میں داخل ہیں۔ مگر یہ عام لوگوں کے لیے ہے اور وہ اس کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں۔ اولیاء اللہ وخاصان خدا کے قلوب ان ضروریات میں بھی مصروف نہیں رہتے۔ ان کی نگاہیں صرف اپنے خالق حقیقی پر رہتی ہیں ۱۲

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنْ ذُلِّ الْمَعْصِيَةِ اِلٰى عِزِّ الطَّاعَةِ اَغْنَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ غَيْرِ مَالٍ وَاَيَّدَهُ مِنْ غَيْرِ جُنْدٍ وَاَعَزَّهُ مِنْ غَيْرِ عَشِيْرَةٍ

(ترجمہ): (۴۹) نبی کریم ﷺ سے مروی کہ آپ نے فرمایا۔ جو شخص ۷۶ ؎ گناہ ونافرمانی کی ذلت ورسوائی سے نکل کر (تائب وصالح بن کر) طاعت وفرماں برداری کی عزت وناموری کی جانب پلٹ آتا ہے' اللہ تعالیٰ (اسے تین نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے) اسے مال ودولت کے بغیر ہی مخلوق سے مستغنی وبے نیاز بنا دیتا ہے۔ کسی فوج ولشکر کے نہ ہونے کے باوجود اس کی نصرت ویاری اور دستگیری فرماتا ہے اور اسے عزت وسرفرازی سے نوازتا ہے اگرچہ وہ کنبہ والا نہ ہو۔

الفاظ ومعانی: ذُلّ ذلت ورسواء۔ عِزّ عزت وناموری۔ اَغْنٰی فعل ماضی ہے اس کا مصدر۔ اِغْنَاء ہے اور مادہ گِنَاء بہ معنی مالداری وبے نیازی۔ اَعَزَّ فعل ماضی ہے۔ اس کا مصدر اعزاز ہے اور مادہ عزت۔ عَشِيْرَة کنبہ اَيَّدَ تائید سے فعل ماضی ہے۔ بہ معنی پشت پناہی۔ نصرت ویاری۔ غالب کرنا۔

تشریح: ۷۶ ؎ حدیث مبارک کا خلاصہ یہ چند چیزیں ہیں۔

(۱) گناہ اگرچہ صغیرہ ہو آدمی کی رسوائی وفضیحت کا پیش خیمہ ہے۔ آدمی اگر دنیا میں اس کی بدولت کسی گرفت سے بچ بھی جائے تو آخرت کی رسوائی اور تمام اولین وآخرین کے سامنے فضیحت سے بچنا' صرف اسی وقت نصیب ہو سکتا ہے کہ آدمی آج ہی اس دلدل سے نکل آئے اور توبہ صحیحہ کرکے بندہ صالح بن جائے۔

۲۔ طاعت وبندگی' عزت وناموری کی موجب ہے۔ اس دنیا میں بھی اس کے

ثمرات سے آدمی متنفع ہوتا ہے اور آخرت میں تو ان شاء اللہ اسے چین ہی چین نصیب ہوگا۔

۳۔ عزت وناموری، دنیاوی جاہ و ثروت اور مال و دولت پر موقوف نہیں۔ سچی عزت یہ ہے کہ آدمی اہل دنیا سے مستغنی و بے نیاز ہو جائے۔

۴۔ جماعت کی کثرت، حمایتیوں کی بہتات اور طرفداروں کی کثیر تعداد پر نصرت و یاوری کا دارومدار نہیں۔ اصل چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید ونصرت ہے۔ اور یہ دولت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب آدمی طاعت گزار بندہ بن جائے۔

۵۔ اپنے کنبہ اپنی برادری اپنی جمعیت کا آدمی کی تائید وحمایت اور طرفداری میں ہونا اور آدمی کا ان کی حمایت ونصرت پر پھول جانا۔ حقیقی عزت و سرفرازی کا باعث نہیں۔ ہاں آدمی اپنے مالک ومولیٰ کی حمایت اور اس کے دامن نصرت میں آجائے اور اسی کا ہو رہے تو دنیاوی عزتیں اور وجاہتیں، درکنار، آخرت کی فلاح ونجات بھی اس کا مقدر بن جاتی ہے ۱۲

رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ خَرَجَ ذَاتَ یَوْمٍ عَلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَالَ کَیْفَ اَصْبَحْتُمْ؟ فَقَالُوْا اَصْبَحْنَا مُؤْمِنِیْنَ بِاللّٰہِ فَقَالَ وَمَ عَلَامَۃُ اِیْمَانِکُمْ؟ قَالُوْا نَصْبِرُ عَلَی الْبَلَاءِ وَنَشْکُرُ عَلَی الرَّخَاءِ نَقْضٰی بِالْقَضَاءِ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْتُمْ مُؤْمِنُوْنَ حَقًّا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی بَعْضِ الْاَنْبِیَاءِ مَنْ لَقِیَنِیْ وَھُوَ یُحِبُّنِیْ اَدْخَلْتُہٗ جَنَّتِیْ وَمَنْ لَقِیَنِیْ وَھُوَ یَخَافُنِیْ جَنَّبْتُہٗ نَارِیْ وَمَنْ لَقِیَنِیْ وَھُوَ یَسْتَحْیِیْ مِنِّیْ اَنْسَیْتُ الْحَفَظَۃَ ذُنُوْبَہٗ

(ترجمہ) وتشریح: (۵۰) مروی ہے کہ حضور انور ﷺ کا گزر ایک روز صحابہ کرام کی ایک جماعت پر ہوا (تو آپ نے وہاں کچھ دیر قیام فرمایا اور) ان سے دریافت کیا کہ تم

لوگوں نے کیسی حالت میں صبح کی؟ (دن کا استقبال کیسی قلبی کیفیت سے کیا) صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم نے ایمان کی حالت میں صبح کی (ایمان کو اپنے قلب میں مستحکم پایا) آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس اپنے ایمان کی علامت (ذریعۂ شناخت) کیا ہے؟ صحابہ کرام نے گزارش کی ہم مشکلات (وناخوشگوار حالات) میں صبر سے کام لیتے ہیں۔ فراخ دستی اور آسودگی کے اوقات میں شکر الٰہی بجا لاتے ہیں۔ اور تقدیر وقضائے مولیٰ پر راضی وخوشنود رہتے ہیں۔ (اس جواب پر) حضور اقدس ﷺ وَشَرَّفَ وَمَجَّدَ وَكَرَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ واقعی تم لوگ مومنین کاملین (اور سچے مسلمان) ہو۔

رب کعبہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی بھیجی کہ "جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ مجھے چاہتا ہے تو میں اسے اپنی جنت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس حالت میں مجھے ملاقی ہو کہ اس کے دل میں میرا خوف میری خشیت میرا ڈر ہو (اور وہ میری گرفت' میرے عتاب وعذاب سے خوف زدہ' گھبراہٹ میں مبتلا رہے کہ دیکھئے کیا فیصلہ ہوتا ہے اور کدھر جانے کا حکم ملتا ہے) تو میں اسے عذاب دوزخ سے رہا کر دوں گا۔ اور جو اس عالم میں میری بارگاہ میں حاضر ہوگا کہ وہ اپنے (احوال واعمال وافعال پر) شرمندہ (نادم وپشیمان) ہو تو میں اس کی نافرمانیاں اور بد کرداریاں اس کے محافظ ونگہبان فرشتوں (کراماً کاتبین) کو بھلا دوں گا۔ (کہ وہ گناہ ہماری بارگاہ میں پیش ہی نہ ہوں)۱۲

الفاظ ومعانی: عَلاَمَة پہچان' نشانی' ذریعہ شناخت۔ البلاء امتحان' آزمائش' زحمت' الرَّخاء خوش حالی۔ کشائش' فراخ دستی اَلْقَضا حکم الٰہی جو ازل سے مخلوق کے لیے ہو چکا ہے۔ اَلْحفَظَةُ جمع ہے حافظ کی۔ بہ معنی نگہبان یہاں مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کے تمام اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ اس کے دائیں اور بائیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِذَمَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَاجْتَنِبْ مَحَارِمَ اللّٰهِ تَكُنْ اَزْهَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ

(ترجمہ) : (۵۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے (بندہ

خدا۷۷ ؎) تو ان تمام امور کو بجالا جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر لازم کیے ہیں۔ (ایسا کرے گا تو) تو اللہ کے بڑے عبادت گزاروں میں شمار ہو گا؟ اور ان تمام چیزوں سے باز رہ جن سے دور رہنے کا تجھے حکم دیا گیا ہے (ایسی صورت میں) تو زاہدوں اور ترک دنیا کرنے والوں میں مانا جائے گا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تیرے نصیب میں لکھ دیا اس پر راضی و خوشنود رہ۔ (اگر تو اس پر کاربند رہے گا تو) تو ان بندوں میں گنا جائے گا جو ساری مخلوق سے بے نیاز ولاپرواہ رہتے ہیں۔

تشریح: ۷۷ ؎ عام قاعدہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کو بزرگی و برتری کا باعث سمجھتے ہیں۔ جس میں اوروں پر تفوق وبالادستی حاصل ہو۔ لیکن اسلام نے فرائض کی ادائیگی منکرات وممنوعات سے دوری، اور راضی برضائے الٰہی رہنے کو اعلیٰ درجہ کی عبادت، افضل ترین زہد، اور بہترین مالداری قرار دیا کاش ہم اس نکتے کو سمجھیں ۱۲

عَنْ صَالِحِ الْمَرقَدِيِّ اَنَّهٗ مَرَّ بِبَعْضِ الدِّيَارِ فَقَالَ يَادِيَارُ اَيْنَ اَهْلُكَ الْاَوَّلُوْنَ وَاَيْنَ عُمَّارُكَ الْمَاضُوْنَ وَاَيْنَ سُكَّانُكَ الْاَقْدَمُوْنَ فَهَتَفَ بِهٖ هَاتِفٌ اِنْقَطَعَتْ آثَارُهُمْ وَبَلِيَتْ تَحْتَ التُّرَابِ اَجْسَامُهُمْ وَبَقِيَتْ اَعْمَالُهُمْ قَلَائِدَ فِي اَعْنَاقِهِمْ

(ترجمہ): (۵۲) حضرت صالح مرقدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ کا گزر کچھ عالی شان مکانوں (کھنڈروں پر) ہوا ہو تو آپ نے فرمایا کہ اے عالی شان محلو ۷۸ ؎ (بلند وبالا عمارتو) وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تمہیں تعمیر و آباد کیا؟ اور وہ لوگ کدھر گئے جو پہلے تم میں رہتے سہتے تھے۔ اور وہ لوگ کس طرف ہیں جو پہلے تم میں رہائش پذیر (اور تم میں سکونت رکھتے) تھے (وہ اجڑے ہوئے کھنڈر تو کیا جواب دیتے) ہاتف غیبی نے آواز دی کہ ان کے نام ونشان مٹ چکے (اب کوئی ان کا نام لیوا بھی باقی نہ رہا) اور ان کے بدن خاک

میں مل گئے (کہیں کوئی نام ونشان نہیں ملتا) اور ان کے اعمال ان کی گردنوں میں طوق ۸۰؎ اور گلے کا ہار بنے پڑے ہیں۔

تشریح: ۷۸؎ دنیا سرائے فانی ہے اور ہر چیز یہاں کی آنی جانی۔ دنیا کا مال ومنال زندگی کے ساتھ وابستہ ہے آنکھ بند ہوتے ہی سویرا ہے۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ ہم نے دنیا میں کیا پایا اور کیا کھویا۔ حدیث شریف میں فرمایا "دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر بلکہ راہ چلتا" تو مسافر جس طرح اپنے وطن سے دور دوسروں کی نگاہوں میں محض اجنبی ہوتا ہے۔ اور راہ گیر اپنی راہ چلتا اور راستہ کے کھیل تماشوں میں نہیں لگتا کہ راہ کھوٹی ہوگی اور منزل مقصود تک حسب مراد پہنچنے میں ناکامی ہوگی۔ اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ خواہ اس کے تصرف میں دنیا کتنی ہی کثرت سے ہو وہ اس کی محبت میں دل کو نہ پھنسائے۔ اور ایسے تعلقات پیدا نہ کرے کہ مقصود اصلی کے حاصل ہونے میں آڑے آئے ۱۲

۷۹؎ انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام وعلمائے دین وشہداء وحافظان قرآن، کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں۔ اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت ونافرمانی نہ کی۔ اور وہ کہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، قرات درود شریف میں بجان ودل مصروف رہتے ہیں۔ یہ وہ مبارک بندے ہیں جن کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی۔ پھر حضور ﷺ تو سرگروہ انبیاء وتاجدار مرسلین ہیں ان کے مراتب رفیعہ کا کون تصور کر سکتا ہے۔ اور جو شخص انبیائے کرام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ "مر کر مٹی میں مل گئے" گمراہ، بددین، خبیث اور مرتکب توہین ہے۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے ۱۲

۸۰؎ قرآن کریم فرماتا ہے۔ **وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ الآیہ** یعنی ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے سے لگا دیا اور گلے کا ہار بنا دیا ہے اور اس کے لیے قیامت کے دن اس کے نیک وبد تمام اعمال کا نوشتہ اس کے سامنے کر دیں گے۔ اور فرمایا

جائے گا اپنا اعمال نامہ خود ہی پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے" اور قرآن کریم کی آیات کریمہ اس حقیقت کو بارہا واضح کرتی ہیں کہ حشر میں جو کچھ ہوگا اسی دنیا ہی کے اعمال پر مبنی ہوگا کوئی اور نئی بات نہ ہوگی آخر' آخرت' عالم ناسوت ہی کے تکملہ کا تو نام ہے۔۱۲

عَنْ عَلِيٍّ تَفَضَّلْ عَلٰى مَنْ شِئْتَ فَأَنْتَ اَمِيْرُهٗ وَاسْتَلْ عَمَّنْ شِئْتَ فَأَنْتَ اَسِيْرُهٗ وَاسْتَغْنِ عَمَّنْ شِئْتَ فَأَنْتَ نَظِيْرُهٗ

(ترجمہ) وتشریح : (۵۳) حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ ﷜ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جس پر چاہو احسان کرو (اپنے نیک سلوک اور اچھے برتاؤ سے جب اسے اپنا گرویدہ بنا لو گے تو) تم اس کے پیش رو بن جاؤ گے۔ (اور وہ تمہارا تابع ہوگا) جس سے چاہو سوال کرو (جب تمہارا دست حاجت اس کی جانب پھیلے گا تو) نتیجۃً تم اس کے اور زیر اثر آجاؤ گے۔ (اور یہ بھی ایک قسم کی قید ہے) اور جس سے چاہو مستغنی و بے نیاز بن جاؤ۔ تم بھی اس کے ہمسر و برابر ہو۔ (مطلب یہ ہے کہ اپنی ضرورتیں' دنیاداروں کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ بھی تم جیسے ہیں۔ حاجت روائی نہ کر سکے تو تم پر گراں گزرے گا۔ یا یہ کہ بے نیازی کا برتاؤ کرو گے اور دوسروں کے کام نہ آؤ گے تو کل ضرورت پر وہ تمہارے کام نہ آئے گا۔ کہ تم اور وہ دونوں یکساں ہیں)۱۲

الفاظ ومعانی : تَفَضَّلْ احسان و نیک سلوک کر۔ اس کا مادہ فضل ہے۔ جو احسان کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ اَسِيْرٌ قیدی' وہ جو دوسرے کے زیر اثر ہو۔ نَظِيْرٌ مثل و مماثل

عَنْ يَحْيٰى بِنْ معاذ رَحْمَةُ اللّٰهِ تعالٰى عليه تَرْكُ الدُّنْيَا كُلِّهَا اَخْذُهَا كُلِّهَا فَمَنْ تَرَكَهَا كُلَّهَا اَخَذَهَا كُلَّهَا وَمَنْ اَخَذَهَا كُلَّهَا تَرَكَهَا فَاَخْذُهَا فِيْ تَرْكِهَا وَتَرْكُهَا فِيْ اَخْذِهَا

(ترجمہ) : (۵۴) حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں دنیا کا کلیۃً چھوڑ دینا' دنیا کو بالکلیہ حاصل کر لینا ہے تو جس نے دنیا کو تمامہا چھوڑ دیا اس نے دنیا کو

تمام مرغوبات کے ساتھ پالیا۔ اور جس نے ساری دنیا کو پالیا اس نے گویا ساری کائنات کو چھوڑ دیا۔ تو دنیا کا پالینا اس کے ترک میں پوشیدہ ہے۔ اور اس کا ترک اس کے پالینے میں مضمر ہے ۸۱ ؎

تشریح: ۸۱ ؎ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا ایک ایسی چیز ہے جس کا چھوڑ دینا اور کلیۃً اس سے کنارہ کش ہو جانا اور ہر قسم کے علاقہ کو اس سے توڑ لینا بھی انسان کے بس کی بات نہیں۔ آخر فطری ضروریات اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ اور نہ بتما مہا دنیا اور اس کی تمام رعنائیوں کا حصول قدرت انسانی میں ہے۔ اگرچہ آدمی اس کے لیے اپنے تن من دھن سے لگا رہے۔ ہاں بقدر ضرورت انسانی اسے حاصل کر کے ٹھکرا دیا جائے تو دنیا خود بہ خود اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ تو جو خدا کا ہو گیا خدائی اس کی ہوتی جاتی ہے ۱۲

عَنْ اِبْرَاهِيْمِ بْنِ الْاَدْهَمِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالٰى اَنَّهٗ قِيْلَ لَهٗ بِمَا وَجَدْتَّ الزُّهْدَ؟ قَالَ بِثَلٰثَةِ اَشْيَاءَ رَاَيْتُ الْقَبْرَ مُوْحِشًا وَلَيْسَ مَعِيَ مُؤْنِسٌ وَرَاَيْتُ الطَّرِيْقَ طَوِيْلًا وَّلَيْسَ مَعِيَ زَادٌ وَرَاَيْتُ الْجَبَّارَ قَاضِيًا وَلَيْسَ مَعِيَ حُجَّةٌ

(ترجمہ) و تشریح: (۵۵) مروی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے زہد و تقویٰ کا یہ مقام کس طرح حاصل کیا؟ فرمایا تین چیزوں کی بدولت قبر کی دہشتوں کا مجھے علم ہوا۔ جب کہ میرا کوئی انیس و غم گسار نہ تھا۔ آخرت کا دور دراز سفر میرے پیش نظر تھا جب کہ میرے پاس کوئی زاد راہ اور توشہ نہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ (کل بروز حشر) فیصلہ اس احکم الحاکمین کے دست قدرت میں ہوگا اور میرے پاس رہائی کی کوئی سبیل نہ تھی (اس لیے میں نے تقویٰ اختیار کیا ہے تاکہ تمام کوتاہیوں کی تلافی ہو جائے) ۱۲

الفاظ و معانی: مُوْحِشٌ دہشتناک وحشت انگیز۔ مُؤْنِسٌ انیس، غم گسار، الطریق راستہ، یہاں مراد راہ آخرت ہے۔ طویل دور دراز

عَنِ الشِّبْلِی رَحِمہُ اللّٰہ تعالٰی وَھُوَمِنْ عُظَمَاءِ العَارِفِیْنَ قَالَ اِلٰھِی اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَھَبَ لَکَ جَمِیْعَ حَسَنَاتِی مَعْ فَقْرِیْ وَضَعْفِیْ فَکَیْفَ لَا تُھِبُّ سَیِّدِیْ اَنْ تَھَبَ لِیْ جَمِیْعَ سَیِّاٰتِی مَعْ غِنَاکَ مَوْلَایَ عَنِّی وَقَالَ اِذا اَرَدتَّ ان تَسْتَاْنِسَ بِاللّٰہِ فَاسِتَوْحِشْ مِنْ نَفْسِكَ وَقَالَ لَوْذُقْتُمْ حَلَاوَۃَ الْوُصْلَۃِ لَعَرَفْتُمْ مَرَارَۃَ الْقَطِیْعَۃِ

(ترجمہ) : (۵۶) ۸۲ ۔ حضرت شبلی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کا بلند پایہ اہل معرفت میں ہیں بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ میرے پروردگار میں اپنی عمر بھر کی ساری نیکیاں تیرے حوالے کرنے پر آمادہ ہوں' حالانکہ میں بے کس ومحتاج ہوں (اور تو قادر وتوانا) تو اسے میرے مولٰی تو کیوں یہ نہ چاہے گا کہ تو میرے تمام کوتاہیاں مجھے دے دے (اور اسے درگزر فرمائے) جب کہ تو بے نیاز مالک ومولٰی ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جب تک اللہ کی قربت سے مانوس ہونا چاہتے ہو تو اپنے نفس سے وحشت زدہ رہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وصل ووصال کے ذائقہ اور لذت سے تمہیں واقفیت ہوتی' تو ہجر وفراق کی تلخی کا بھی تمہیں پتہ ہوتا۔

الفاظ ومعانی : عُظَمَاء جمع ہے عظیم کی۔ عظمت والا۔ حَسَنَات نیکیاں یہ حَسَنَۃ کی جمع ہے۔ سَیِّات جمع ہے سَیِّـۃ کی برائی قصور۔ حَلَاوَۃ ذائقہ مزہ۔ الواصلۃ وصال' قربت مِرَارَۃ تلخی' کڑوا پن۔ القَطِیْعَۃ جدائی۔ مجبوری۔

تشریح : ۸۲ ۔ حضرت شبلی قدس سرہ العزیز کہ امام العرفاء ہیں۔ جب اپنی ریاست وامارت کو لات مار کر سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے مرید ہوئے تو حضرت خواجہ جنید نے فرمایا' اے ابوبکر تو ملک شام کا امیر الامراء تھا۔ جب تک

بازار میں بھیک نہ مانگے گا۔ دماغ تیرا نخوت و غرور سے خالی نہ ہو گا۔ اور اپنی قدر و قیمت نہ جانے گا (اور اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتوں کو' جو بندے کے حال پر مبذول رہتی ہیں کماحقہ نہ پہچانے گا) مرشد برحق کے حکم کی تعمیل میں آپ کاسۂ گدائی لے کر شہر میں نکل پڑتے۔ ابتداء میں تو لوگوں نے رئیس جان کر بہت کچھ دیا۔ آخر رفتہ رفتہ ہر روز بازار ان کا سست ہوتا جاتا ایک سال کے بعد یہ نوبت پہنچی کہ صبح سے شام تک پھرتے کوئی کچھ نہ دیتا۔ پیرو مرشد سے حاصل عرض کیا۔ فرمایا "قدر تیری یہ ہے کہ کوئی تجھے کوڑی کو نہیں پوچھتا یچ ہے۔

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود' زراہ و رسم منزلہا

عَنْ سُفْيَانِ الثَّوْرِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْاُنْسِ بِاللّٰهِ تعالٰى مَاهُوَ؟ قَالَ اَنْ لَّاتَسْتَاْنِسَ بِكُلِّ وَجْهٍ صَبِيْحٍ وَلَا بِصَوْتٍ طَيِّبٍ وَلَا بِلِسَانٍ فَصِيْحٍ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ اَلزُّهْدُ ثَلٰثَةُ اَحْرُفٍ زائو هاء ودال فَالزَّاءُ زَادٌ لِلْمَعَادِ وَالهاءُ هُدًى لِلدِّيْنِ وَالدَّال دَوَامٌ عَلَى الطَّاعَةِ قَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اَلزُّهْدُ ثَلٰثَةُ اَحْرُفٍ الزَّاءُ ترْكُ الزِّيْنَةِ وَالهاءُ ترْكُ الهوٰى وَالدَّالُ ترْكُ الدُّنيا

(ترجمہ) : (۵۷) حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے مانوس ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا یہ کہ کسی حسین چہرے پر یا کسی سریلی آواز پر' یا کسی فصیح البیان خطیب پر فریفتہ نہ ہو۔

(۵۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لفظ زہد میں تین حروف ہیں۔ ز۔ ہ اور د۔ (اور ہر حرف زہد کی ایک حقیقت پر رہنمائی کرتا ہے) ز سے مراد زاد راہ آخرت ہے۔ ھ سے ہدایت دین مراد ہے۔ اور د سے مراد ہے دوام بر طاعت (جہاں تک میسر ہو حق کی بندگی میں مصروف رہنا) ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا

زاء سے مراد، ترک زینت ہے۔ ہ سے مراد ترک خواہش ہے۔ اور د سے مراد ترک دنیا ہے۔ (جس سے یہ سب باتیں مجتمع نہ ہوں وہ زاہد و تارک الدنیا کہلانے کا مستحق نہیں ۱۲

عَنْ حَامِدِ اللَّفَّافِ رَحِمَهُ اللهُ تعالٰی اَنَّهٗ قَالَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ اَوصِنِیْ فَقَالَ اجْعَلْ لِدِیْنِكَ غِلَافًا كَغِلَافِ الْمُصْحَفِ قِیْلَ لَهٗ مَا غِلَافُ الدِّیْنِ؟ قَالَ لَهٗ تَرْكُ الكَلَامِ اِلَّا مَالَا بُدَّ مِنْهُ وَتَرْكُ الدُّنْیَا اِلَّا مَالَا بُدَّمِنْهُ وَتَرْكَ مُخَالَطَةِ النَّاسِ اِلَّا مَالَا بُدَّ مِنْهُ ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ اَصْلَ الزُّهْدِ الاجْتِنَابُ عَنِ الْمَحَارِمِ كَبِیْرِهَا وَصَغِیْرِهَا وَاَدَاءُ جَمِیْعِ الْفَرَائِضِ یَسِیْرِهَا وَعَسِیْرِهَا وَتَرْكُ الدُّنْیَا عَلٰی اَهْلِهَا قَلِیْلِهَا وَكَثِیْرِهَا

(ترجمہ) : (۵۹) حضرت حامد لفاف رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اپنی دینداری کو اسی طرح غلاف میں رکھو جیسے قرآن کریم کو غلاف میں رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ دینداری کا غلاف کیا چیز ہوتی ہے؟ فرمایا (تین چیزیں) ترک کلام مگر اتنا کہ بقدر ضرورت ہو۔ ترک دنیا مگر بمقدار حاجت لوگوں سے ترک ہم نشینی (ان سے لاتعلق رہنا) مگر بدرجہ مجبوری نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ زہد کی جان تین چیزیں ہیں۔ تمام ممنوعات سے دورو نفور رہنا چھوٹی ہوں یا بڑی تمام ماموارت پر کاربند رہنا آسان ہوں۔ خواہ دشوار اور دنیا کو اہل دنیا کے لیے چھوڑ دینا۔ قلیل ہو خواہ کثیر۔ ۱۲

عَنْ لُقْمَانَ الْحَكِیْمِ اَنَّهٗ قَالَ لِابْنِهٖ یَا بُنَیَّ اِنَّ النَّاسَ ثَلٰثَةُ اَثْلَاثٍ ثُلُثٌ لِلّٰهِ وَثُلُثٌ لِنَفْسِهٖ وَثُلُثٌ لِلدُّوْدِ فَاَمَّا مَا هُوَ لِلّٰهِ فَرُوْحُهٗ وَمَا هُوَ لِنَفْسِهٖ فَعَمَلُهٗ اَمَّا مَا هُوَ لِلدُّوْدِ فَجِسْمُهٗ

عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ تعالٰی وَجْهَهٗ اَنَّهٗ قالَ ثلٰثَةٌ یزِدْنَ فِی الحِفْظِ وَیُذْهِبْنَ الْبَلْغَمْ السِّواکُ وَالصَّومُ وَقِرَائَةِ القرآن

(ترجمہ) : (٦٠) حضرت لقمان حکیم نے اپنے فرزند دل بند سے فرمایا اے میرے فرزند ہر شخص کے تین حصے کیے جا سکتے ہیں۔ ان میں ایک تہائی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ایک تہائی خود اس کے اپنے لیے ہے۔ اور ایک تہائی حصہ حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) کے لیے ہے وہ تہائی حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ اس کی روح ہے۔ اور وہ ایک تہائی جو خود اس کے لیے ہے۔ وہ اس کا عمل ہے (اسی عمل پر جزا اور سزا موقوف ہے) اور جسم کا وہ جزو جو حشرات الارض کے لیے ہے وہ اس کا جسم ہے۔

(٦١) حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں تین چیزیں ایسی ہیں جو قوت حافظہ بڑھاتی ہیں اور بلغم کو گھٹاتی ہیں۔ مسواک کرنا' روزہ رکھنا اور تلاوت قرآن میں مصروف رہنا۔ ١٢

تشریح : ٨٣ ۔ مسواک کے فضائل وفوائد اور دینی ودنیوی برکات کے بیان میں جو احادیث وآثار مروی ہیں ان میں سے یہی چند احادیث مسلمان کے لیے بس ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

١۔ دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں' افضل ہیں بے مسواک کی ستر رکعتوں سے۔ (ابو نعیم)۔

٢۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم فرماتا (یعنی فرض کر دیتا) (طبرانی)

٣۔ مسواک کا التزام رکھو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا۔ (احمد)

٤۔ بندہ جب مسواک کر لیتا ہے پھر نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو کر قرات سنتا ہے پھر اس سے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنا منہ اس کے

منہ پر رکھ دیتا ہے۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص مسواک کا عادی ہو۔ مرتے وقت اسے کلمہ پڑھنا نصیب ہوگا۔ اور جو افیون کھاتا ہو مرتے وقت اسے کلمہ نصیب نہ ہوگا۔

۵۔ مسواک میں دس برکتیں ہیں (۱) مسواک منہ میں خوشبو لاتی ہے۔ (۲) مسوڑھوں کو مضبوط بناتی ہے۔ (۳) بلغم کو دفع کرتی ہے۔ (۴) آنکھوں میں روشنی بڑھاتی ہے (۵) منہ کی بدبو مٹاتی ہے (۶) دانتوں کو چمکاتی ہے۔ (۷) معدے کی اصلاح کرتی ہے۔ (۸) فرشتوں کے لیے باعث فرحت ہے۔ (۹) رب عزوجل کی رضا بخشتی ہے (۱۰) اور نیکیوں کو بڑھاتی ہے۔ (نزہتہ المجالس) فقیر کہتا ہے کہ ایمان پر خاتمہ نصیب ہونا دولت لازوال ہے۔ کہ اسی پر نجات کا دارومدار ہے ۱۲

عَنْ كَعْبِ ن الْاَحْبَارِ رَضِيَ اللّٰه تعالٰى عنه الْحُصُوْنُ لِلْمُوْمِنِيْنَ مِنَ الشَّيْطٰنِ ثَلٰثٌ اَلْمَسْجِدُ حِصْنٌ وَذِكْرُ اللّٰهِ حِصْنٌ وقراة القرآن حِصْنٌ عن بَعْضِ الْحُكَمَاءِ اَنَّهٗ قَالَ ثَلٰثٌ مِنْ كَنْزِ اللّٰهِ تعالٰى لَا يُعْطِيهَا اللّٰهُ تعالٰى اِلَّا مَنْ اَحَبَّهٗ اَلْفَقْرُ وَالْمَرضُ وَالصَّبْرُ

(ترجمہ) : (۶۲) حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ قلعے جو اہل ایمان کو شیطان کے مکرو فریب سے محفوظ رکھتے ہیں (اور اس کا دجل ان پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ تین ۸۴ ؎ ہیں۔ ایک قلعہ مسجد ہے' ایک قلعہ یاد الٰہی ہے' اور ایک قلعہ تلاوت قرآن حکیم ہے۔

(۶۳) کسی عارف ربانی کا قول ہے کہ تین چیزیں اللہ کے خاص خزانوں سے ہیں۔ اور یہ چیزیں انہیں بندوں کو ملتی ہیں جو اس کے محبوب و برگزیدہ ہوتے ہیں۔ ایک فقرو فاقہ' دوسرے مرض ۸۵ ؎ و بیماری' اور تیسرے صبرو برداشت۔

تشریح: ۸۴؎ تو جو مسلمان مسجد سے باہر، یاد الٰہی سے غافل، اور تلاوت قرآن سے لاپرواہ رہتا ہے۔ شیطان کا ذرجیم اور اس کے ایمان کی تاک میں ہے کب یہ چاہے گا کہ یہ مسلمان حکم الٰہی پر گامزن رہے یہ اسے حق سے دور اور دور لے جائے گا۔۱۲

۸۵؎ مسلمان کے حق میں بیماری بھی ایک بڑی نعمت ہے۔ اس کے منافع بے شمار ہیں۔ اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر حقیقۃً راحت و آرام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے۔ یہ ظاہری بیماری جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے۔ حقیقت میں روحانی بیماریوں کا ایک بڑا زبردست علاج ہے۔ حقیقی بیماری امراض روحانیہ ہیں کہ یہ البتہ بہت خوف کی چیز ہے اور اسی کو مرض مہلک سمجھنا چاہیے۔ بہت موٹی سی بات ہے جو ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو۔ مگر جب مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو کس قدر خدا کو یاد کرتا اور توبہ واستغفار کرتا ہے اور یہ تو بڑے رتبے والوں کی شان ہے کہ وہ تکلیف کا بھی اسی طرح استقبال کرتے ہیں جیسے راحت کا کہ۔

"ہر چہ از دوست می رسد نیکوست"

مگر ہم جیسے کم از کم اتنا تو کریں کہ صبر و استقلال سے کام لیں۔ اور جزع فزع کر کے آتے ہوئے ثواب کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ بے صبری سے آئی ہوئی مصیبت جاتی نہ رہے گی۔ پھر اس بڑے ثواب سے محرومی دوہری مصیبت ہے بہت سے نادان بیماری میں نہایت بے جا کلمے بول اٹھتے ہیں۔ بلکہ بعض کفر تک پہنچ جاتے ہیں۔ معاذ اللہ اللہ عزوجل کی طرف ظلم کی نسبت کر دیتے ہیں یہ تو بالکل خَسِرَ الدُّنیا والاٰخرۃ کے مصداق بن جاتے ہیں (بہار شریعت) مولائے کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے برگزیدہ رسول اللہ کے محبوب ﷺ کے ارشاد کریمہ پر عمل پیرا ہوں ۱۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا حِیْنَ سُئِلَ مَا خَیْرُ الْاَیَّامِ وَمَا خَیْرُ الشُّهُوْرِ وَمَا خَیْرُ الْاَعْمَالِ فَقَالَ خَیْرُ الْاَیَّامِ یَوْمُ الْجُمُعَةِ وَخَیْرُ الشُّهُوْرِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَخَیْرُ الْاَعْمَالِ

الصَّلٰوتُ الْخَمْسُ لِوَقْتِهَا فَمَضٰى عَلٰى ذٰلِكَ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فَبَلَغَ عَلِيًا رَضِى اللّٰهُ تعالٰى عَنه اَنَّ بْنَ عبَّاسٍ رَضِى اللّٰه تعالٰى عَنْهُمَا سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَاجَابَ بِكَذَا

فقَالَ عَلِىٌّ رَضى اللّٰهُ تعالٰى عَنْهُ لَو سُئِلَ العُلَمَاءُ والْحكماءُ وَالفَقَهَاءُ مِنَ الْمَشْرِق اِلَى الْمَغْرِب لَمَا اَجَابُوا بِمِثْلِ مَا اجَابَ بِهٖ بْنُ عبَّاسٍ اِلاَّ اِنى اَقُولُ اِنَّ خير الْاَعْمالِ مَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تعالٰى مِنك وخيْرُ الشُهُورِ ماتَتُوبُ فِيهِ اِلٰى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوحًا وَخَيْرُ الْاَيَّامِ مَا تَخرُج فِيْهِ مِنَ الدُّنيا اِلَى اللّٰهِ تعالٰى مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ وَقَالَ شاعِرٌ

اَمَا تَرى كَيْفَ يُبْلِيْنا اَلْجدِيْدَانِ
وَنَحْنُ نلعبُ فِى سِرٍّ وَّاِعْلاَنِ
لاَ تَرْكَنَنَّ اِلَى الدُّنيا ونِعْمَتِهَا
فَاِنَّ اَوطَانَهَا لَيسَتْ بِاَوْطَانِ
وَعْمَلْ لِنَفسِكَ مِنْ قَبْلِ الْمَمَاتِ فَلاَ
تَغْرُرْكَ كَثْرَةُ اَصْحَابٍ وَاِخْوَانٍ .

(ترجمہ) : (٦٤) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ تمام دنوں میں کون سا دن بہتر ہے۔ اور مہینوں میں کون سا مہینہ فاضل تر ہے۔ اور اعمال میں کون سا عمل سب سے برتر ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ بہترین مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔ اور بہترین عمل نماز پنجگانہ کو بہ پابندی اوقات (مطابق حکم شرعی) بجالانا ہے۔

تین دن گزرنے کے بعد حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ باتیں پوچھی گئیں اور آپ نے یہ جواب دیا۔ اس پر آپ نے ارشاد

فرمایا کہ اگر مشرق و مغرب کے تمام علماء و حکما اور اہل فقہ سے یہ باتیں دریافت کی جاتیں تو اس سے بہتر جوابات نہ دیتے جو عبداللہ بن عباس نے دیئے ہیں۔ پھر فرمایا لیکن اس پر مستزاد میں یہ کہتا ہوں کہ اے بندہ مومن تیرا سب سے بہتر عمل وہ ہے جو بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا شرف پائے اور بہترین مہینہ تیرے حق میں وہ جس میں تو اللہ تعالیٰ کے حضور خلوص قلب سے رجوع لائے اور توبہ صحیحہ کرے۔ اور بہترین دن تیرے لیے وہ دن ہے جب تو اس دنیا (کے قید خانے) سے چھٹکارا پا کر دربار خداوندی میں بہ سلامتی ایمان حاضر ہو۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے؎

(ترجمہ) : کیا تمہیں نہیں معلوم کہ شب و روز کا دوران ہمیں ایک روز خاک میں ملا دے گا اور ہم ہر غم سے بے خوف' علانیہ و پوشیدہ' لہو لعب میں مشغول ہیں۔ اے بندہ خدا' دنیا اور اس کی رعنائیوں پر فریفتہ مت ہو کہ انہیں کہیں قرار نہیں۔ تجھے چاہیئے کہ موت سے پہلے اپنے لیے (نیک) عمل کر لے بھائیوں اور دوستوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھا۔

قِیْلَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَیْرًا فَقَّهَهُ اللّٰهُ فِی الدِّیْنِ وَزَهَّدَهٗ فِی الدُّنْیَا وَبَصَّرَهٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِهٖ

(ترجمہ) : (۶۵) ایک برگزیدہ بندے کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اسے دین کا فقیہ ۸۶؎ بنا دیتا ہے۔ اس کے دل کو دنیا کی مرغوبات کی محبت سے دور کر دیتا ہے۔ اور اسے اپنے عیبوں اور کوتاہیوں پر نگران بنا دیتا ہے (تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لے)۔

تشریح : ۸۶؎ اور دین کا فقیہ وہ عالم ہے جس کا علم قرآن وحدیث سے حاصل ہو۔ یہی وہ علم ہے جس سے دنیا و آخرت دونوں سنورتی ہیں۔ یہی وہ علم ہے جو نجات کا ذریعہ ہے یہی وہ علم ہے جو معرفت الٰہی کا وسیلہ جلیلہ ہے۔ اور یہی وہ علم ہے جس کی قرآن وحدیث میں تعریف اور اس کی تحصیل پر ترغیب آئی اور اس کے

حصول کے لیے مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے۔ علم دین کی فہم و فراست رکھنے والے اسی فقیہہ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فقیہہ ہزار عابد سے زیادہ' شیطان پر سخت ہے (ترمذی) اور اسی عالم دین کے لیے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر) تو وہ علم جو راہ حق سے دور لے جائے علم نہیں جہل ہے اور وہ بھی جہل مرکب کہ بلائے بد اور درد بے درماں ہے۔

آں کس کہ نداند' وبداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالد ہر بماند

مسلمان خوب یاد رکھیں کہ ہر بدمذہب' ہر بد دین اگرچہ اس کا شمار علماء میں کیا جاتا ہو اگرچہ وہ فضلاء میں گنا جاتا ہو اگرچہ وہ سجادہ مشیخیت پر ہادی و مرشد بنا بیٹھا ہو ہرگز ہرگز عالم نہیں۔ علم کا دشمن ہے۔ اہل علم کا دشمن ہے۔ مسلمانان اہل سنت کا دشمن ہے' وہ فلاں ونجات آخرت سے دور ہے۔ وہ حق وحقانیت سے نفور ہے اور ہلاکت وبربادی میں چور ہے۔

یہ میں نہیں کہتا مسلمانو! تمہارا رب' تمہارا پروردگار' تمہارا حامی' تمہارا یار ومددگار' ارشاد فرماتا ہے وَاضلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ اللہ نے اسے باوصف علم گمراہ کر دیا" اور وہ بدنصیب ونامراد' جو علم رکھتے ہوئے وصف علم سے متصف ہوتے ہوئے گمراہ ہو جائیں۔ گمراہیوں میں ڈوب جائیں۔ ان کی علامات کیا ہیں؟ یہ بھی قرآن کریم ہی سے پوچھ لیجیے۔ وہ جا بجا تصریح فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنی خواہشات کے پیچھے دوڑتے خواہشات ہی کو اپنا بنا لیتے اور خواہشات ہی کے لیے خدا و رسول سے روگردانی کرتے ہیں۔ ان کے لیے دنیا اور متاع دنیا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر حق سے گریزاں رہتے اور باطل پر فریفتہ رہتے ہیں۔ آج دنیا میں جہاں کہیں بد دینی وگمراہی کے داعی وساعی ہیں۔ انہیں آزما کر دیکھ لیجیے۔ اسی بیماری میں مبتلا ملیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ اسی لیے کہا گیا ہے۔

علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت ست

عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ

دُنیاکُم ثلٰثٌ اَلطِّیبُ وَالنِّساءُ وجُعِلَتْ قُرَّةُ عینی فی الصلوٰۃِ وکَانَ مَعَهٗ اَصحَابُهٗ جُلُوسًا

(ترجمہ) : (۶۹) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہاری دنیا میں سے تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی۔ ایک خوشبو ۸۷؎ دوسری (سلیقہ شعار، عفت مآب، اطاعت گزار) عورتیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ اسی محفل میں آپ کے چند اکابر صحابہ بھی موجود تھے۔

تشریح : ۸۷؎ خوشبو لگانا سنت ہے اور خوشبو کی چیزیں پھول پتی وغیرہ پسندیدہ بارگاہ رسالت ہیں۔ ﷺ اسی لیے ارشاد فرماتے ہیں ﷺ جس کے سامنے خوشبو (نبات) پھول پتی وغیرہ) پیش کی جائے تو اسے رد نہ کرے کہ اس کا بوجھ ہلکا اور بو اچھی ہے" (مسلم وابوداؤد) بوجھ ہلکا یہ کہ پیش کرنے والے پر مشقت نہیں۔ اور لینے والے پر کوئی بھاری احسان نہیں۔ ہار کہ گلے میں پہنیں۔ ان میں پھولوں سے اسی قدر زائد ہے کہ انہیں ایک ڈورے میں پرو لیا ہے۔ اور گلے میں ڈالنا وہی خوشبو سے فائدہ لینا اور دوسروں کو فرحت پہنچانا ہے۔ اور اس قدر سے ممانعت وحرمت وناجوازی کی کوئی وجہ نہیں انکار کرنے والے غلطی پر ہیں ۱۲

فقال ابوبکرن الصِّدِّیقُ رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنْهُ صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنیَا ثَلٰثٌ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاِنفَاقُ مَالِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنْ یَّکُوْنَ اِبنَتِی تَحتَهٗ رَسُوْلِ اللّٰہِ

(ترجمہ) : چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی آپ نے بجا ارشاد فرمایا اے اللہ کے رسول برحق مجھے بھی اس دنیا کی تین چیزیں بڑی عزیز ہیں۔ آپ کے روئے انور کا مسلسل دیدار اپنا مال ومنال آپ پر نثار کرنا اور تیسری چیز یہ کہ میری ۸۸؎ بیٹی آپ کے نکاح میں (آپ کی خدمت گزار) بن کر رہے۔

تشریح : ۸۸ ؎ اس عزیز خواہش کا منشاء غالبا وہ حدیث شریف ہی ہے کہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کہ ہر علاقہ اور رشتہ روز قیامت قطع ہو جائے گا۔ مگر میرا علاقہ اور رشتہ (طبرانی بیہقی حاکم وغیرہم) اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا۔ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا "کیا حال ہے ان لوگوں کا زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت (مجھ سے رشتہ داری) نفع نہ دے گی (یاد رکھو) ہر علاقہ ورشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ وعلاقہ کی دنیا و آخرت میں پیوستہ (جڑا ہوا) ہے۔ (حاکم) اور دنیاو آخرت میں حضور ﷺ سے پیوستگی اور ان کی کرم گستری کسے عزیز نہ ہوگی۔ ۱۲

فَقَالَ عُمَرُ رضِی اللّٰهُ تعالٰی عنه صَدَقْتَ یا اَبَابَکْرٍ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلٰثٌ اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ والثَّوْبُ الْخَلِقُ فقالَ عُثْمٰن رضِیَ اللّٰهُ تعالٰی عَنهُ صَدَقْتَ یَا عُمَرُ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلٰثٌ اِشْبَاعُ الْجِیْعَانِ وَکِسْوَةُ الْعُرْیَانِ وَتِلَاوَةُ الْقُرآن

(ترجمہ) : (یہ بات سن کر) سیدنا عمر فاروق اعظم نے فرمایا کہ آپ نے سچا فرمایا اے ابابکر! اور تین چیزیں اس دنیا میں مجھے بھی بڑی مرغوب ہیں۔ نیکیوں کا حکم دینا' برائیوں سے دور رکھنا اور بوسیدہ کپڑے استعمال کرنا اس پر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر آپ نے بجا فرمایا۔ مجھے بھی تین چیزیں اس دنیا میں بڑی محبوب ہیں۔ بھوکوں کو شکم سیرو آسودہ کرنا (پیٹ بھر کر کھلانا) ننگوں کو کپڑے پہنانا۔ اور تلاوت قرآن کریم میں مشغول رہنا۔

الفاظ و معانی : اَلْخَلِق بوسیدہ۔ پرانا۔ اِشْبَاعُ شکم سیر کرنا۔ پیٹ بھر کر کھلانا۔ اَلْجِیْعَان جمع ہے جائع کی۔ بھوکا۔ کِسْوَةٌ تن پوشی۔ کپڑا پہنانا۔ اَلْعُرْیَان برہنہ' ننگے یہ عاری کی جمع ہے۔

فَقَالَ عَلَی رضی اللہ عنہ صَدَقْتَ یَا عُثْمَانُ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلٰثٌ

اَلْخِدْمَةُ لِلضَّيْفِ وَالصَّوْمُ فِی الصَّيْفِ وَالضَّرْبُ بِالسَّيْفِ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْجَاءَ جِبْرِيْلُ وَقَالَ اَرْسَلَنِیَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَمَّا سَمِعَ مَقَالَتَكُمْ وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْئَلُنِی عَمَّا اُحِبُّ اِنْ كُنْتُ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا

(ترجمہ) : اس بات کے اختتام پر سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! آپ نے حق فرمایا مجھے بھی اس دنیا میں تین چیزیں بہت پسند ہیں۔ مہمان کی خاطر وتواضع موسم گرما کے روزے اور تلوار سے (دشمنان اسلام کی) گردنیں اڑانا یہ سلسلہ گفتگو ابھی جاری ہی تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سب کی گفتگو سنی اور مجھے یا رسول اللہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ مجھ سے یہ دریافت فرمائیں کہ اگر میں دنیا والوں (اور بنی آدم) سے ہوتا تو میں کیا پسند کرتا؟

الفاظ ومعانی : اَلضَّيْفُ مہمان۔ اَلصَّيْفُ موسم گرما۔ اَلسَّيْفُ تلوار۔

فَقَالَ مَا تُحِبُّ اِنْ كُنْتَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا؟ فَقَالَ اِرْشَادُ الضَّالِّيْنَ وَمُوَانَسَةُ الْغُرَبَاءِ الْقَانِتِيْنَ وَمُعَاوَنَةُ اَهْلِ الْعِيَالِ الْمُعْسِرِيْنَ وَقَالَ جِبْرِيْلُ يُحِبُّ رَبُّ الْعِزَّةِ جَلَّ جَلَالُهٗ مِنْ عِبَادِهٖ ثَلٰثَ خِصَالٍ بَذْلُ الْاِسْتِطَاعَةِ وَالْبُكَاءُ عِنْدَ النَّدَامَةِ وَالصَّبْرُ عِنْدَ الْفَاقَةِ

(ترجمہ) : حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اگر تم اہل دنیا سے ہوتے تو تمہیں کون سی چیزیں پسندیدہ ہوتیں؟ جبریل امین نے جواب دیا (تین چیزیں) بھٹکے ہوؤں کی راہ نمائی کرنا (اور انہیں راہ راست دکھانا) نیک نہاد قناعت گزار بندوں کی اعانت ودستگیری کرنا اور تنگدست عیال داروں کی امداد واعانت۔ پھر

حضرت جبریل امین نے فرمایا کہ بندوں کی تین خصلتیں اللہ تعالیٰ کو بڑی محبوب ہیں۔ اپنی توانائی واستطاعت کو راہ حق میں صرف کرنا۔ پشیمانی کے وقت آنسو بہانا۔ اور فقرو فاقہ کی نوبت آجائے تو صبرو تحمل سے کام لینا۔

الفاظ و معانی : اِرشاد رہنمائی۔ الضَّالِیْن گم کردہ راہ بھولا بھٹکا اس کا واحد ضال ہے۔ مُوَانَسَةُ دل جوئی خیر گیری۔ اَلْقَانِتِیْنَ جمع ہے قانت کی بہ معنی۔ قناعت گزین' نیک نہاد۔ مَعَاوَنَة امداد واعانت' دستگیری اَلْمُعْسِرِیْن تنگ دست۔ بَذْل خرچ کرنا۔ اَلْبُکَاءُ گریہ وزاری۔ النَدَامَةُ شرمندگی' پشیمانی۔

عَنْ بَعْضِ الْحکَمَاءِ مَنِ اعْتَصَمَ بِعَقْلِهٖ ضَلَّ وَمَنِ اسْتَغْنٰی بِمَالِهٖ قَلَّ وَمَنْ عزّ بِمَخْلُوقٍ ذَلَّ عَنْ بَعْضِ الْحُکَمَاءِ ثَمرةُ المعْرِفَتِ ثلٰث خِصَال الحَیاءُ مِنَ اللّٰهِ تعالٰی وَالْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْاُنْسُ بِاللّٰهِ عَنِ النبیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ المحبَّةُ اَسَاسُ الْمَعْرِفَةِ وَالعِفَّةُ عَلَامَةُ الیَقِیْن ورَاسُ الیَقِیْنِ التَّقْوٰی والرِّضَاءُ بِتَقْدِیْرِ اللّٰهِ تعالٰی

(ترجمہ) : (۶۷) ایک عارف باللہ کا قول ہے کہ جس نے اپنی عقل (وعلم وفراست) پر کامل اعتماد کیا' وہ گمراہی میں پڑا۔ اور جس نے اپنے مال ودولت کی بدولت دوسروں سے استغنا وبے نیازی کا سلوک کیا وہ افلاس وناداری میں پڑا۔ اور جس نے کسی مخلوق کو اپنی عزت وشہرت کا ذریعہ بنایا' وہ ذلیل ورسوا ہوا۔

(۶۸) کسی عارف حقانی نے فرمایا کہ جسے عرفان الٰہی کی دولت نصیب ہو جائے تو اس کے نتیجے میں تین خصلتیں اس میں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا (کہ وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور ہمیشہ اس خیال میں رہتا ہے کہ اللہ کو کیا جواب دوں گا) دوسرے یہ کہ اللہ ہی کے لیے محبت کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ ذکر الٰہی سے مانوس رہتا ہے۔

(۶۹) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا محبت' معرفت الٰہی کا (سنگ بنیاد اور) اصل پونجی ہے۔ عفت پاکدامنی' یقین کی علامت ہے۔ اور یقین کی اصل' تقویٰ اور

راضی برضائے الٰہی رہتا ہے۔

عَنْ سُفْیَانِ بْنِ عُیَیْنَةَ رحمۃ اللہ علیہ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اللّٰہَ اَحَبَّ مَنْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ تعالٰی وَمَنْ اَحَبَّ مَنْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ تعالٰی اَحَبَّ مَا اَحَبَّ فِی اللّٰہِ تعالٰی وَمَنْ اَحَبَّ ما اَحَبَّ فِی اللّٰہِ تعالٰی اَحَبَّ اَنْ لَّا یَعْرِفَہُ النَّاسُ عَنِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ۔ صدق المحَبَّۃِ فی ثلٰثِ خِصَالٍ ان یَّخْتَارَ کَلَامَ حَبِیْبِہٖ عَلٰی کَلَامِ غَیْرِہٖ ویختارُ مُجَالَسَۃَ حَبِیْبِہٖ عَلٰی مُجَالَسَۃِ غَیْرِہٖ وَیَخْتَارَ رِضٰی حَبِیْبِہٖ عَلٰی رِضٰی غَیْرِہٖ

(ترجمہ) : (۷۰) حضرت سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ جو شخص اللہ تعالٰی سے محبت رکھے گا وہ اس سے بھی محبت رکھے گا۔ جس سے اللہ محبت فرماتا ہے اور جو اللہ کے محبوب سے محبت رکھتا ہو گا وہ ہر محبوب چیز کو اللہ ہی کے لیے چاہے گا اور جو کسی محبوب چیز کو اللہ ہی کے لیے چاہتا ہے وہ کبھی یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ اسے جانیں (اس کا چرچا ہو)۔

(۷۱) نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سچی محبت کا ظہور تین خصلتوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اپنے محبوب کے کلام کو دوسروں کے کلام پر ترجیح دے۔ دوسرے یہ کہ اپنے محبوب کی محبت وہم نشینی کو دوسروں کی ہم نشینی پر فوقیت دے۔ اور تیسرے یہ کہ اپنے محبوب کی خوشنودی کو دوسروں کی خوشنودی پر مقدم رکھے۔

عَنْ وَھْبِ بْنِ مُنَبِّہِ الیَمَانِی رحمۃ اللہ علیہ مکتُوْب فی التَّوْرَاۃِ الحَرِیْصُ فَقِیْرٌ وَاِنْ کَانَ مَلِکَ الدُّنْیَا وَالْمُطِیْعُ مُطَاعٌ وَاِنْ کَانَ مَمْلُوْکًا وَالْقَانِعُ غَنِیٌّ وَاِنْ کَانَ جَائِعًا

عَنْ بَعْضِ الحُکَمَاءِ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَمْ یَکُنْ لَہٗ مَعَ الخَلْقِ لَذَّۃٌ مَنْ عَرَفَ الدُّنْیَا لَمْ یَکُنْ لَہٗ فِیْھَا رَغْبَۃٌ وَمَنْ عَرَفَ عَدْلَ اللّٰہِ

تعالٰی لم یتقدم الیہ الخصماءُ

(ترجمہ) : (۷۲) حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تورات میں مرقوم ہے حریص ہمیشہ نادار و مفلس ہی رہے گا۔ اگرچہ وہ دنیا کا بادشاہ ہو۔ حق کا اطاعت گزار سب کا مقتدا مانا جائے گا اگرچہ وہ غلام ہو۔ اور قناعت پسند، تونگروں میں شمار ہوگا اگرچہ بھوک کا مارا ہو۔

(۷۳) کسی بلند اقبال نے فرمایا جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوگی اسے مخلوق سے کوئی سروکار نہ ہوگا (عرفان الٰہی کی لذت، اسے خلق کی طرف متوجہ ہی نہ ہونے دی گی) اور جو دنیا (اور مرغوبات دنیا) کو پہچان جائے اسے کبھی دنیا کی طرف رغبت نہ ہوگی۔ اور جو اللہ تعالٰی کے عدل و انصاف سے واقف ہو جائے اس کے خلاف کوئی دعویدار نہ ہوگا (کہ وہ نہ کسی پر زیادتی کرے گا نہ کوئی اس کے خلاف مدعی بنے گا)۔

عَنْ ذِی النُّونِ الْمِصْرِیِّ کُلُّ خَائِفٍ هَارِبٌ وَکُلُّ رَاغِبٍ طَالِبٌ وَکُلُّ آنِسٍ بِاللّٰهِ مُسْتَوْحِشٌ عَنْ نَفْسِهٖ وَقَالَ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ اَسِیْرٌ وَقَلْبُهٗ بَصِیْرٌ وَعَمَلُهٗ لِلّٰهِ کَثِیْرٌ وقال اَلْعَارِفُ بِاللّٰهِ تَعالٰی وَفِیٌّ وَقَلْبُهٗ ذَکِیٌّ وَعَمَلُه لِلّٰهِ ذَکِیٌّ

عَنِ بْنِ سُلَیْمَانَ الدَّارانِی اَنَّهٗ قال اَصْلُ کُلُّ خَیْرٍ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ الْخَوفُ مِنَ اللّٰهِ وَ مِفْتَاحُ الدُّنْیَا الشَّبْعُ وَمِفْتَاحُ الاٰخِرَةِ الجوعُ

(ترجمہ) : (۷۴) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہر خوف زدہ بھاگتا ہے۔ ہر طلب گار اپنے مقصد کی تلاش میں رہتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی سے لو لگانے والا ہر شخص اپنے نفس سے وحشت زدہ ہو جاتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا عارف کی شان یہ ہے کہ وہ حکم الٰہی کا پابند ہو۔ اپنے واردات قلب کا نگران رہے۔ اور اعمال صالحہ اس کے بہ کثرت ہوں۔ اور یہ بھی آپ ہی کا فرمودہ

ہے کہ عارف باللہ ہر عہد کو نبھاتا ہے۔ اس کا قلب حقائق کا گنجینہ ہوتا ہے اور اس کے اعمال پاکیزہ ہوتے ہیں صرف خدا کے لیے۔

(۷۵) حضرت ابن سلیمان دارانی کا ارشاد ہے کہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی اصل خوف الٰہی ہے شکم سیر ہو کر کھانا دنیا طلبی کی کنجی ہے اور آخرت سنوارنے کا ذریعہ گرسنگی ہے (یعنی بھوکا رہنا)۔

قِيْلَ اَلْعِبَادَةُ حِرْفَةٌ وَّحَانوتُهَا الْخَلْوَةُ وَرَاسُ مالِهَا التَّقْوىٰ وَرِبْحُهَا الْجَنَّةُ قال مالِكُ بْنُ دِيْنَارٍ اَحْسِنُ ثَلٰثًا بِثَلٰثٍ تَكُونَ مِنَ الْمُومِنِيْنَ الْكِبْرَ بِالتَّوَاضُعِ وَالْحِرْصَ بِالْقَنَاعَةِ وَالْحَسَدَ بِالنَّصِيْحَةِ

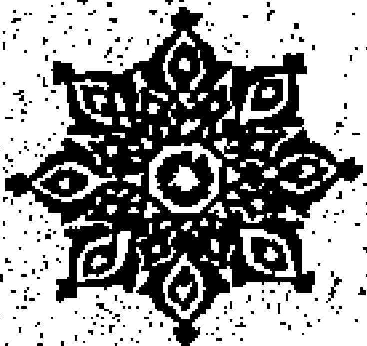
(ترجمہ): (۷۶) کسی بندہ حق آگاہ نے فرمایا ہے کہ اپنے رب کی بندگی و پرستش بھی ایک (قسم کا) پیشہ ہے (مگر دوسرے پیشوں سے بالکل نرالا۔ چنانچہ اس کی دکان خلوت گزینی و گوشہ تنہائی ہے اس کا اصل سرمایہ خشیت و خوف الٰہی ہے۔ اور اس کا نفع جنت کی چمن آرائی ہے۔

(۷۷) حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تین چیزوں کا مقابلہ تین چیزوں سے خوبصورتی (وحسن تدبیر) سے کرو۔ باکمال اہل ایمان میں شمار کیے جاؤ گے۔ کبر و نخوت کا مقابلہ انکساری و فروتنی سے۔ حرص و آز کا مقابلہ قناعت پسندی سے اور حسد و بغض کا مقابلہ نصیحت و خیر خواہی سے۔

تشریح: ۸۹۔ بعض اشخاص ایسے خبیث النفس اور بد طینت ہوتے ہیں کہ جب کسی بندہ خدا کو اپنے سے بہتر حالت میں پاتے ہیں تو ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جو شرف و بزرگی اور بندگان الٰہی میں تشخص و امتیاز اسے حاصل ہوا ہے وہ کسی طرح زائل ہو جائے۔ اور جو جاہ و منزلت اسے نصیب ہوئی ہے وہ جیسے بھی ہو اس سے چھن جائے اسی کا نام حسد ہے۔ اور یہ شریعت اسلامیہ میں سخت مذموم و قابل مذمت عادت ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو بتایا کہ جس جاہ و منزلت اور شرف و امتیاز

کو تم آنکھ بھر کر دیکھنا پسند نہیں کرتے اور دوسرے سے اس کے زوال کے خواہش مند ہو' ذرا یہ تو سوچو کہ اسے یہ جاہ و منزلت دینے والا اور اس رتبہ تک پہنچانے والا کون ہے۔ جواب صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ تو پھر تم کیوں آزردہ خاطر اور ملول و غمگین ہوتے ہو۔ اس سے حاصل تو تمہیں کچھ نہ ہو گا ہاں ہمیشہ خود ہی پراگندہ ذہن پراگندہ دامن اور پراگندہ روزی رہو گے۔ تمہارے دل میں سلگنے والی یہ چنگاری بھڑکتی رہے گی اور تمہارا جینا اجیرن کر دے گی۔ اور یہ شرارہ ہو سکتا ہے کہ مشتعل ہو کر شعلہ بن کر تمہارے نیک اعمال کو بھی خاکستر کر دے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے بندگان خدا حسد سے دور بھاگو۔ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو (ابوداؤد) اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حسد ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو (دیلمی)۔

یاد رکھنا چاہیے کہ حسد مذموم اور باعث محرومی ہے جب کہ غبط یعنی رشک جائز ہے۔ اور نیت حسن ہو تو محمود غبط کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کو جو نعمت ملی۔ اس کی آرزو کرنا کہ مجھے بھی مل جائے۔ یہ تمنا نہ ہو کہ اس دوسرے کو نہ ملتی۔ یا ملی ہے تو جاتی رہے۔ اگر دل کے کسی گوشہ میں یہ آرزو مچلتی ہے تو پھر حسد ہے اور لائق نفرت عادت ۱۲



باب الرباعی

رُوِیَ عَنْ رسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لِاَبِیْ ذرٍّ الْغِفَارِیِّ یا ابَاذَرٍّ جَدِّدِ السَّفِیْنَۃَ فَاِنَّ الْبَحْرَ عَمِیْقٌ وَخُذِ الزَّادَ کَامِلاً فَاِنَّ السَّفَرَ بَعِیْدٌ وَخَفِّفِ الْحِمْلَ فَاِنَّ الْعَقَبَۃَ کَوءُ دٌ وَاَخْلِصِ الْعَمَلَ فَاِنَّ النَّاقِدَ بَصِیْرٌ

وَقَالَ الشَّاعِرُ

فَرَضٌ عَلَی النَّاسِ اَنْ یَّتُوبُوا
لٰکِنَّ تَرْکَ الذُّنوب اَوْجَبْ
والصَّبْرُ فِی النَّائِبَاتِ صَعْبٌ
لٰکِنَّ فَوْتَ الثَّوَابِ اَصْعَبُ
وَالدَّھْرُ فِیْ صَرفِہٖ عَجِیبٌ
لٰکِنَّ غَفْلَۃَ النَّاسِ اَعْجَبُ
وَکُلٌّ مَاقَدْ یَجِیْ ءُ قَرِیْبٌ
ولٰکِنَّ الْمَوتَ مِن ذاک اَقْرَب

چار نکتوں کا بیان

الفاظ و معانی : السفینۃ کشتی' جہاز عمیق گہرا' پایاب' الحمل رخت سفر' سامان۔ العقبۃ گھاٹی' پہاڑوں کے درمیان تنگ راستہ۔ کوءد' دشوار گزار۔ النقاد پرکھنے والا' کھوٹے کھرے کو جانچنے والا۔ بصیر صاحب بصیرت دانا وبینا۔

ترجمہ : (۷۸) مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک روز حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ۔ "اے ابو ذر کشتی کی اچھی طرح دیکھ بھال کر لو کیونکہ سمندر بہت گہرا ہے۔ اور زاد راہ پوری توجہ سے اپنے ساتھ رکھو کہ سفر دور دراز کا ہے اور رخت سفر ہلکا پھلکا (بقدر ضرورت) ساتھ لو کہ گھاٹی دشوار گزار ہے۔ اور اپنے ہر کام میں خلوص قلب کو اپناؤ کیونکہ پرکھنے والا دانا وبینا ہے۔

(ارشاد مبارک کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت کے مابین' عالم برزخ سے بھی آدمی کو گزرنا ہے۔ اور سب سے پہلے منکر نکیر سے واسطہ پڑتا ہے تو عقل مند وہ ہے جو مابعد الموت کے لیے پہلے ہی سے اعمال حسنہ کا ذخیرہ کرنے کی فکر میں رہے۔ یہی زاد راہ ہے اور یہی متاع آخرت یہی رخت سفر ہے۔ اور اسی پر نجات آخرت کا مدار' اور اعمال حسنہ اسی وقت قابل قبول ہوں گے جب انہیں خوش دلی اور خلوص قلبی سے محض رضائے الٰہی کی نیت سے انجام دیا جائے)۔

کسی شاعر نے کیا خوب مضمون باندھا ہے کہ۔

ہر گناہ سے توبہ کرنا' لوگوں پر فرض ہے لیکن گناہوں سے باز رہنا' اس سے بہتر و برتر ہے۔ مصیبتوں پر صبر کرنا' نفس پر بڑا شاق ہے مگر (بے صبری کے باعث) ثواب سے محرومی اس سے بڑھ کر ناگوار ہے۔ زمانے کی نیرنگیاں عجیب حیرت انگیز ہیں۔ مگر لوگوں کا خواب غفلت میں پڑا رہنا' اس سے زیادہ تعجب خیز ہے ہر ہونے والی بات قریب ہے (ہو کر رہے

گی) مگر موت سب سے زیادہ قریب ہے۔

عَنْ بَعْضِ الْحُکَمَاءِ اَرْبَعَةٌ حَسَنٌ وَلٰکِنَّ اَرْبَعَةٌ مِنْہَا اَحْسَنُ اَلْحَیَاءُ مِنَ الرِّجَالِ حَسَنٌ وَلٰکِنَّہٗ مِنَ الْمَرْاءَ ةِ اَحْسَنُ وَالْعَدْلُ مِنْ کُلِّ اَحَدٍ حَسَنٌ وَلٰکِنَّہٗ مِنَ الْاُمَرَاءِ اَحْسَنُ وَالتوبَةُ مِنَ الشَّیْخِ حَسَنٌ ولٰکِنَّہٗ مِنَ الشَّابِّ اَحْسَنُ وَالْجُوْدُمِنَ الْاَغْنِیَاءِ حَسَنٌ وَّلٰکِنَّہٗ مِنَ الْفُقَرَاءِ احسن

(ترجمہ) : (۷۹) کسی مرد مومن کا فرمانا ہے کہ چار چیزیں بڑی اچھی ہیں، لیکن چار چیزیں ان سے بھی اچھی ہیں۔ (۱) شرم وحیاء مردوں میں پائی جائے تو قابل تعریف ۹۰ ہے۔ لیکن عورتوں میں پائی جائے تو اور زیادہ قابل تعریف ہے۔ (۲) انصاف وداد رسی لائق تحسین عادت ہے لیکن حکام میں اس کا پایا جانا اور بھی زیادہ لائق تحسین ہے (۳) بڑھاپے کے حدود میں داخل ہو جانے والا اگر گناہوں پر نادم ہو کر توبہ واستغفار کرے تو ستائش کے قابل ہے لیکن جوان العمر آدمی اپنی نوجوانی میں اپنے اعمال پر شرمسار ہو تو اور بھی زیادہ ستائش کے قابل ہے۔ (۴) اہل حاجت کی حاجت روائی تعریف کے لائق ایک خصلت ہے، جب کہ فراخ دستوں اور تونگروں میں پائی جائے۔ لیکن یہی خصلت اگر ناداروں، تنگ دستوں میں موجود ہو تو اور بھی زیادہ تعریف کی خصلت ہے۔

تشریح: ۹۰ شرم وحیا، انسان کو ودیعت فرمائے گئے اوصاف میں وہ ایک فطری صفت ہے جو اپنے دامن میں بہت سی اخلاقی خوبیاں سمیٹے ہوئے ہیں۔ عفت وپاکبازی یہ سکھائے، دوسروں کے عیبوں کی جستجو سے یہ بچائے راہ راست اور طریقہ حق پر چلانا سکھائے، بدکرداریوں اور بے ہودگیوں سے پیچھا یہ چھڑائے۔ غیروں کے دلوں میں محبت والفت کا پودا یہ لگائے۔ بیگانوں کو اپنا یہ بنائے۔ حقداروں کے جائز حقوق یہ دلائے اور حق تو یہ ہے کہ خدا والوں کا محبوب اور خدا ورسول کی بارگاہوں میں مقبول یہ ٹھہرائے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اذا لم تستحیی فاصنع ما شئت۔

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

اس کا صریح مفاد یہ ہے کہ آدمی بے حیائی پر اتر آئے تو سب کچھ کر گزرتا ہے۔ اور شرم وحیا کا دامن تھامے رہے تو ہر بے ہودگی و کجروی سے بچا رہتا ہے۔ ۱۲

۹۱ ۔ یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں عدل وانصاف کی ضرورت ہے لیکن یہ ضرورت اور شدید ہو جاتی ہے جب کسی حاکم وفرمانروا کے سامنے کسی مقدمہ کی پیشی ہو۔ حکام پر لازم ہے کہ عدالتی معاملات میں عدل وانصاف کو اپنا لائحہ عمل بنائیں۔ یونہی کسی گناہ کے سرزد ہو جانے پر نادم ہونا' اور آئندہ کے لیے اس سے باز رہنے کا عزم بالجزم کرلینا بوڑھوں پر بھی لازم ہے اور جوانوں پر بھی۔ مگر یہ فعل حسین تر مانا جاتا ہے بارگاہ خداوندی میں جب کہ کسی جوان سے صادر ہو۔ اسی طرح حاجتمندوں کے کام آنا' بڑا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ اہل ثروت اسے اختیار کریں خواہ خود اہل ضرورت لیکن اہل ضرورت دوسروں کے کام آئیں۔ یہ اور بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ حدیث سے ثابت اس کا ایک درہم اس کے ایک لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے۔

عَنْ بَعْضِ الحکماءِ اَرْبَعَةٌ قَبِیْحٌ لکِنَّ اَرْبَعَةً مِنا اَقْبَحُ الرِّنْبُ مِنَ الشَّابِّ قَبِیْحٌ وَمِنَ الشَّیْخِ اَقْبَحُ وَالْاِشتغالُ بِالدُّنْیا مِنَ الْجَاهِلِ قَبِیْحٌ وَمِنَ الْعَالِمِ اَقْبَحُ وَالتَّکَسُّلُ فِی الطَّاعَةِ مِنْ جَمِیعِ النَّاسِ قَبِیْحٌ وَمِنَ الْعُلَمَاءِ وَالطَّلبَةِ اَقْبَحُ وَالتَّکبرُ مِنَ الْاَغْنِیاءِ قَبِیْحٌ وَمِنَ الْفُقَرَاءِ اَقْبَحُ

(ترجمہ) : (۸۰) کسی بافراست نے کہا ہے کہ چار خصلتیں بری ہیں' لیکن یہی خصلتیں کچھ اور لوگوں میں پائی جائیں تو اور زیادہ بری مانی جاتی ہیں۔ گناہ نوجوان آدمی سے سرزد ہو تو بے شک برا ہے۔ لیکن گئے گزرے بوڑھے آدمی سے سرزد ہو تو اور بھی زیادہ برا ہے۔ دنیا طلبی میں جاہل کا مشغول رہنا بھی بری بات ہے لیکن اس سے زیادہ بری بات یہ ہے کہ اہل علم' (احوال دنیا سے واقف کار) اس میں منہمک ہو جائے۔ اطاعت حق (اور خدا اور رسول کے احکام

کی بجا آری) سے غفلت و سستی برتنا' بڑی معیوب بات ہے لیکن علماء اور طلبہ میں یہ عیب ہو تو اور بھی زیادہ معیوب ہو جاتا ہے۔ تکبر و خودداری اور غرور و نخوت اہل ثروت میں وجود ہو تو بلا شبہ مذموم ہے۔ لیکن ناداروں اور فاقہ مستوں سے رونما ہو تو اور بھی زیادہ قابل مذمت ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ الکواکِبُ اَمَانٌ لاَهْلِ السَّماء فَاِذَا انْتَثَرَتْ کَانَ الْقَضَاءُ عَلٰی اَهْلِ السَّمَاءِ وَاَهْلَ بَیْتِی اَمَانٌ لاُمَّتِیْ فَاِذ ازَالَ اَهْلُ بَیْتِی کَانَ الْقَضَاءُ عَلٰی اُمَّتِیْ وَانا امَانٌ لِاَصْحَابی۔ فَاِذَا ذَهَبْتُ کَانَ الْقَضَاءِ عَلٰی اَصْحَابِیْ وَالْجِبَالُ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ فَاذَا ذَهَبَتُ کَانَ الْقَضَاءُ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ

(ترجمہ) : (۸۱) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں۔ ستارے آسمان والوں کے لیے امان (امن و سلامتی کے باعث) ہیں۔ جب وہ بکھر جائیں گے (پہلی بار صور پھونکنے کے وقت۔ اور تمام کائنات میں ہلچل مچ جائے گی) تو آسمان والوں کا بھی (بقضائے الٰہی) فیصلہ ہو جائے گا۔ میرے اہل بیت (آل و ازواج) میری امت کے لیے امان (وجہ امن و سلامتی) ہیں جب میرے اہل بیت نہ رہیں گے تو میری امت ان مشکلات میں مبتلا ہو گی جو بہ تقدیر خداوندی مقدر ہو چکے ہیں اور میں اپنے صحابہ باصفا کے لیے امان (امن و سلامتی کا موجب) ہوں۔ جب میں تشریف فرمانہ رہوں گا تو صحابہ کو ان امور سے سابقہ پڑے گا' جو ازل ہی سے لکھے جا چکے ہیں۔ یعنی گمراہوں کا ظہور اور کافروں کا تسلط اور یہ پہاڑ' زمین والوں کے لیے پناہ و امن و سلامتی کی علامت ہیں۔ جب یہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو اہل زمین کا بھی فیصلہ ہو جائے گا (سب ختم ہو جائیں گے)۔

تشریح : ۹۲۔ یاد رکھنا چاہیے کہ آل اور اہل دونوں لفظ ایک ہی ہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ لفظ آل کی تصغیر اُھیل آتی ہے اور تصغیر کی بناء اصل حروف پر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اس کا استعمال ازواج کے لیے بھی آیا ہے۔ جملہ بنو ہاشم کے لیے بھی آیا ہے۔ جن پر صدقہ حرام ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد کہ "صدقہ محمد اور آل محمد کو حلال نہیں" اور حضور ﷺ کی ذریت کے لیے بھی اس کا استعمال وارد ہے۔ غرض اہل بیت میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات' امہات المومنین' خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرا' علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سب داخل ہیں۔ آیات واحادیث کے تتبع اور ان کے جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی مذہب حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ اور فروع عقائد میں ہم حنفی ان کے تبع ہیں۔

اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بہت ہیں یہی فضیلت کیا کم ہے کہ وہ امت مرحومہ کے لیے امان وپناہ ہیں جب کہ قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے رجس وناپاکی کو دور فرمایا اور انہیں خوب پاک کیا۔ اور جو چیز ان کے مرتبہ کے لائق اور شایان شان نہیں اس سے ان کے پروردگار نے انہیں محفوظ رکھا۔ اور حدیث شریف میں فرمایا کہ اہل بیت نبی کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے کہ جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی' اور جو اس سے کترایا وہ ہلاکت وبربادی میں پڑا۔ اہل بیت کرام مقتدایان اہل سنت ہیں جو ان سے محبت نہ رکھے وہ خود بھی مردود اور اس کے تمام اعمال بھی مردود ان سے محبت نہ رکھنا خارجیوں کا شیوہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ اَنَّهٗ قَالَ اَرْبَعَةٌ بِتَمَامِهَا بِاَرْبَعَةٍ تَمَامُ الصَّلٰوةِ بِسَجْدَتَیِ السَّهْوِ وَالصَّوْمِ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ وَالْحَجِّ بِالْفِدْیَةِ وَالْاِیْمَانِ بِالْجِهَادِ

(ترجمہ) : (۸۲) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ چار چیزیں ایسی ہیں (جن میں نقص پیدا ہو جائے تو اس کی تلافی اور) جن کے

نقصان کی تکمیل دوسری چار چیزوں سے ہو جاتی ہے۔ نماز (میں نقصان) کی تکمیل، دو مرتبہ سجدہ سہو کر لینے سے، روزے کی تکمیل صدقہ فطر کی ادائیگی سے، حج (کے مناسک کی ادائیگی میں کوئی نقصان رونما ہو جائے تو اس نقصان) کی تلافی فدیہ سے اور ایمان کی تکمیل راہ مولیٰ میں جہاد کرنے سے ہو جاتی ہے۔

تشریح: ۹۳؎ مسئلہ : واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی تلافی واصلاح کے لیے سجدہ سہو واجب ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات کے بعد داہنی طرف سلام پھیر کر، دو سجدے کرے، پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔ واجب کی تاخیر کسی فرض کی تقدیم یا تاخیر یا اس کو مکرر کرنا یا واجب میں تغیر، یہ سب بھی ترک واجب ہیں۔ اور ان میں سے کوئی چیز نماز میں پائی جائے تو سجدہ سہو لازم ہے (عامہ کتب)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُبَارَكِ من صَلّٰى كُلَّ يَوْمٍ اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدّٰى حَقَّ الصَّلٰوةِ وَمَنْ صَامَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَقَدْ اَدّٰى حَقَّ الصِّيَامِ وَمَنْ قَرَاءَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ آيَةٍ فَقَدْ اَدّٰى حَقَّ الْقِرَاءَةِ وَمَنْ تَصَدَّقَ فِي جُمُعَةٍ بِدِرْهَمٍ فَقَدْ اَدّٰى حَقَّ الصَّدَقَةِ

(ترجمہ) : (۸۳) حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک ہے کہ جس نے ہر شب و روز میں بارہ رکعتیں ۹۴؎ سنن مؤکدہ کی پڑھیں اس نے نماز کا حق ادا کر دیا۔ اور جس نے ہر ماہ ۹۵؎ (اسلامی) میں تین روزے رکھنے کی عادت ڈالی اس نے روزوں کا حق ادا کر دیا اور جس نے روزانہ قرآن کریم کی سو آیات کریمہ تلاوت ۹۶؎ کیں اس نے قرات قرآن کا حق ادا کر دیا۔ اور جس نے ہر جمعہ کو ایک درہم چاندی (تقریباً ساڑھے چار آنے بھر۔ یا اس کی قیمت) راہ مولیٰ میں صرف کر دی اس نے صدقہ و خیرات کا حق ادا کر دیا۔

تشریح: ۹۴۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں جو مسلمان بندہ اللہ کے لیے ہر روز' فرض کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا چار ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد' دو بعد مغرب اور دو بعد عشاء اور دو قبل نماز فجر (ترمذی)۔

۹۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مہینے میں تین دن کے روزے ایسے ہیں جیسے صوم الدھر یعنی ہمیشہ کا روزہ (بخاری و مسلم) اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ جب مہینے میں تین روزے رکھنے ہوں تو تیرہ' چودہ' پندرہ کو رکھو (ترمذی) علماء فرماتے ہیں ہر مہینے میں تین روزے مستحب ہیں۔ خصوصاً ایام بیض یعنی ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵ کے۔

۹۶۔ قرات سے متعلق چند ضروری مسائل ذہن نشین رہنے چاہئیں۔

۱۔ قرات اس کا نام ہے کہ تمام حروف مخارج سے ادا کئے جائیں کہ ہر حرف دوسرے حرف سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے۔

۲۔ آہستہ پڑھنے میں کم از کم اتنی آواز ہونا ضرور ہے کہ خود سن سکے۔ اور اس کے لیے زبان ولب کو حرکت دینا لازم ہوگا۔ محض پڑھنے کے تصور کا نام (کہ ہونٹ بند رہیں اور زبان خاموش) قرات نہیں۔ نہ اس پر ثواب ملے۔ نہ اس طرح نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو۔ بلکہ جن معاملات میں نطق کو دخل ہے یعنی جس جگہ کچھ پڑھنا یا کہنا مقرر کیا گیا ہے' اس سے مقصد یہی ہے کہ اس میں اتنی آواز ضرور ہو کہ اگر کوئی مانع مثلاً ثقل سماعت (بہرا پن) یا شوروغل نہ ہو تو خود سن سکے۔ مثلاً جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا یا طلاق دینا وغیرہ۔

۳۔ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا' زبانی پڑھنے سے افضل ہے کہ یہ پڑھنا بھی ہے اور دیکھنا اور ہاتھ سے اس کا چھونا بھی اور یہ سب عبادت ہیں۔

۴۔ جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے جب کہ وہ مجمع سننے کی غرض سے حاضر ہو۔ ورنہ ایک کا سننا کافی ہے اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں۔

۵۔ مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں یہ حرام ہے اکثر تیجوں یا قرآن خوانی کی محفلوں میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ یہ گناہ بے لذت ہے۔

قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ اَلْبُحُورُ اَرْبَعَةٌ اَلْهَوٰى بَحْرُ الذُّنُوبِ وَالنَّفْسُ بَحْرُ الشَّهْوَاتِ وَالْمَوْتُ بَحْرُ الْاَعْمَارِ وَالْقَبْرُ بَحْرُ النِّدامَاتِ

عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ وَجَدْتُّ حَلَاوَةَ الْعِبَادَةِ فِي اَرْبَعَةِ اَشْيَاءَ اَوَّلُهَا فِي اَدَاءِ فَرَائِضِ اللّٰهِ وَالثَّانِي فِي اجْتِنَابِ مَحَارِمِ اللّٰهِ وَالثَّالِثُ فِي الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ اِبْتِغَاءَ ثَوَابِ اللّٰهِ وَالرَّابِعُ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ اِتِّقَاءَ غَضَبِ اللّٰهِ

(ترجمہ) : (۸۴) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سمندر چار ہیں۔ ایک خواہشات شیطانی یہ گناہوں کا سمندر ہے۔ دوسرا نفس انسانی، یہ آرزوؤں اور تمناؤں کا سمندر ہے۔ تیسرا موت یہ زندگیوں کا سمندر ہے اور چوتھا قبر یہ پشیمانیوں کا سمندر ہے۔

تشریح : آدمی اپنی خواہشات ۹۷؎ کا غلام ہو کر اپنی آرزوؤں کی تکمیل میں مستغرق رہتا ہے اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا یہاں تک کہ زندگی ختم ہو جاتی اور قبر کی منزل آجاتی ہے۔ اس وقت کی پشیمانیاں سود مند نہیں ہوتیں کہ وہ تو سمندر میں غرقاب ہو گئیں۔ اور اب تک وہ لاحاصل ہے۔

وَقَالَ اَيْضًا رضی اللہ عنہ اَرْبَعَةٌ ظَاهِرُهُنَّ فَضِيْلَةٌ وَبَاطِنُهُنَّ فَرِيْضَةٌ مُخَالَطَةُ الصَّالِحِيْنَ فَضِيْلَةٌ وَالْاِقْتِدَاءُ بِهِمْ فَرِيْضَةٌ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ فَضِيْلَةٌ وَالْعَمَلُ بِهٖ فَرِيْضَةٌ وَزِيَارَةُ الْقُبُوْرِ فَضِيْلَةٌ وَالْاِسْتِعْدَادُ لَهَا فَرِيْضَةٌ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ فَضِيْلَةٌ وَاتِّخَاذُ الْوَصِيَّةِ مِنْهُ فَرِيْضَةٌ

(ترجمہ) : (۸۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بندگی کی شیرینی

اور مٹھاس چار چیزوں میں پائی۔ اللہ تعالیٰ کے فرائض وواجبات کی بجا آوری خدائے بزرگ وبرتر کے ممنوعات ومحرمات سے اجتناب ودوری لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دینا بہ نیت ثواب طلبی اور برائیوں سے باز رکھنا۔ بہ خیال غضب خداوندی (کہ امربالمعروف پر صلہ مرحمت فرمائے اور نہی عن المنکر کے باعث اپنے مواخذہ وعتاب سے بچائے) نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں جو بظاہر فضیلت واجر کی موجب ہیں اور بہ باطن فرض کے مرتبہ میں ہیں۔ بندگان صالحین یعنی نیکوکاروں سے ربط وضبط رکھنا کار خیر ہے مگر ان کا اتباع اور ان کے نقش قدم پر چلنا بمنزلہ فرض ہے۔ قرآن کی تلاوت کار ثواب ہے مگر اس کے احکام کی تعمیل فرض یقینی ہے۔ زیارت قبور مستحب ہے مگر قبر کے لیے تیاری کرنا لازمی ہے اور بیمار کی مزاج پرسی فضیلت کی باعث ہے مگر بیمار کی وصیت جائزہ کو روبکار لانا اور اس پر عمل کرنا ایک ملی فریضہ ہے۔

عَنْ عَلِيٍ رضی اللہ عنہ عَنْهُ اَنَّه قَالَ مَنِ اشْتَاقَ اِلَى الْجَنَّةِ سَارَعَ اِلَى الْخَيْرَاتِ وَمَنْ اَشْفَقَ مِنَ النَّارِ اِنْتَهٰى عَنِ الشَّهَوَاتِ وَمَنْ تَيَقَّنَ بِالْمَوْتِ اِنْهَدَمَتْ عَلَيْهِ اللَّذَّاتُ وَمَنْ عَرَفَ الدُّنْيَا هَانَتْ عَلَيْهِ الْمُصِيْبَاتُ عَنِ النَّبِى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّه قَالَ الصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ وَالصَّمْتُ اَفْضَلُ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِىءُ غَضَبَ الرَّبِّ وَالصَّمْتُ اَفْضَلُ

(ترجمہ) : (۸۶) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جسے جنت کا اشتیاق واقعی ہوگا وہ ہمیشہ نیک اعمال کی طرف سبقت کرے گا۔ اور جسے عذاب دوزخ کا خوف لاحق ہوگا وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہے گا۔ اور جسے یقین ہوگا کہ موت ضرور آنی ہے اس کی تمنائیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں اور جو دنیا کی حقیقت سے واقف ہوگا دنیا میں پیش آنے والے حادثے اس پر آسان ہو جاتے ہیں۔

(۸۷) نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا نماز دین کا ستون ہے لیکن خاموشی میں بڑی فضیلت ہے۔ صدقہ وخیرات غضب الٰہی کو بجھاتا ہے مگر خاموش رہنا بڑی اچھی عادت ہے۔

وَالصومُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ وَالصَّمْتُ اَفْضَلُ وَالْجِهَادُ سِنَامُ الدِّيْنِ وَالصَّمْتُ اَفْضَلُ قِيْلَ اَوْحَى اللّٰهُ تعالٰى اِلٰى نَبِيٍّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ بَنِى اِسْرَائِيْلَ وَقَالَ صَمْتُكَ عَنِ الْبَاطِلِ لِىْ صَوْمٌ وَحِفْظُكَ الْجَوَارِحَ عَنِ الْمَحَارِمِ لِىْ صَلٰوةٌ وَاَيَاسُكَ عَنِ الْخَلْقِ لِىْ صَدَقَةٌ وَكَفُّكَ الْاَذٰى عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ لِىْ جِهَادٌ

(ترجمہ) : روزہ عذاب دوزخ سے حفاظت کی ایک ڈھال ہے مگر خاموشی اختیار کرنا بہترین خصلت ہے۔ جہاد و قتال' دین کا کوہان (والا مرتبت اعلیٰ فریضہ ملت) ہے مگر خاموشی نفیس عبادت ہے۔ (یعنی لایعنی باتوں سے گریز کرنا اپنے اندر اسلام کے اعلیٰ فرائض کی خاصیت رکھتا ہے۔ مسلمان اسے لازم کرلیں)۔

(۸۸) کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے بنی اسرائیل میں سے کسی نبی پر وحی نازل کی کہ اے میرے نبی بے فائدہ گفتگو کی بجائے میری خاطر تمہارا خاموش رہنا روزہ کی جگہ ہے اور اپنے اعضائے بدن کو میری وجہ سے حرام کاموں سے بچائے رکھنا' گویا نماز پڑھنا ہے۔ اور خلق سے مستغنی و بے نیاز ہو کر رہنا میرے حکم کی تعمیل کے باعث یہ صدقہ دینے کے برابر ہے۔ اور میرے ارشاد کے بموجب مسلمان کو ایذا رسانی سے باز رہنا یہ گویا جہاد کے قائم مقام ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بن مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اَرْبَعَةٌ مِنْ ظُلْمَةِ الْقَلْبِ بَطْنٌ شَبْعَانٌ مِنْ غَيْرِ مُبَالَاةٍ وَصُحْبَةُ الظّٰلِمِيْنَ وَنِسْيَانُ الذُّنُوْبِ الْمَاضِيَةِ وَطُوْلُ الْاَمَلِ وَاَرْبَعَةٌ مِنْ نُوْرِ الْقَلْبِ بَطْنٌ جَائِعٌ مِنْ حَذَرٍ وَصُحْبَةُ الصَّالِحِيْنَ وَحِفْظُ الذُّنُوْبِ الْمَاضِيَةِ وَقَصْرُ الْاَمَلِ

(ترجمہ) : (۸۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چار باتیں دل کی تاریکی سے پیدا ہوتی ہیں بے تحاشا کھا پی کر پیٹ بھرنا' ظالموں (بد مذہبوں فاسقوں فاجروں) کی ہم نشینی اختیار کرنا۔ اپنے گزشتہ گناہوں کو فراموش کر دینا اور بڑی بڑی امیدیں پالنا۔

اور چار چیزیں ایسی ہیں جو روشن ضمیری کی پیداوار ہیں۔ مواخذہ و حساب کے خوف سے بھوکے پیٹ رہنا' خدا کے نیک بندوں کا ہمنشین بننا' جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں انہیں یاد رکھنا (ان پر نادم و پشیمان ہو کر توبہ و استغفار میں مصروف رہنا) اور اپنی آرزوؤں کو مختصر و کوتاہ تر کر دینا۔

عَنْ حاتَمِ نِ الْاَصَم رَحْمَةُ اللّٰهِ تعالٰی عَلَیه اَنهُ قَالَ مَنِ ادَّعٰی اَرْبَعَةً بِلا اَرْبَعَةٍ فَدَعْوَاهُ كِذبٌ مَنْ ادَّعٰی حُبَّ اللّٰهِ وَلَمْ يَنْتَهِ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تعالٰی فَدَعْوَاهُ كِذْبٌ وَمَنِ ادَّعٰی حُبَّ النَّبِیِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَرِهَ الْفُقَراءَ والْمَسَاكِيْنَ فَدَعْوَاه كذبٌ وَمَنِ ادَّعٰی حُبَّ الْجَنَّةِ وَلَمْ يَتَصَدَّقْ فَدَعْوَاهُ كِذْبٌ وَمَنِ ادَّعٰی خَوفَ النَّارِ وَلَمْ يَنْتَهِ عَنِ الذُّنُوبِ فَدَعْوَاهُ كِذْبٌ

(ترجمہ) : (۹۰) حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس نے چار چیزوں کا دعویٰ کیا چار چیزوں کے بغیر وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ چنانچہ جو شخص محبت الٰہی ۹۸ کا مدعی ہو مگر گناہوں سے باز نہ آئے وہ مدعی کاذب ہے۔

اور جو شخص محبت رسول کا دعویدار ہو اور فقیروں مسکینوں کو خاطر میں نہ لائے (ان پر زبان طعن کھولے' ان سے نفرت کا اظہار کرے) وہ جھوٹا دعویدار ہے۔

اور جسے جنت سے محبت کا دعویٰ ہو مگر راہ حق میں صدقہ و خیرات نہ کرے' اس کا دعویٰ جھوٹا ہے اور جو عذاب دوزخ سے ڈرنے کا دعویٰ کرے مگر نافرمانیاں نہ چھوڑے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے (اور یہ سب اس لیے جھوٹے ہیں کہ ان کے قول فعل کردار و گفتار میں موافقت نہیں)۔

تشریح: ۹۸۔ محبت نام ہے اس علاقہ قلبی یا دلی تعلق کا جو کسی جانب پیدا ہو جائے۔ اس میں ارادہ کا شامل رہنا ضروری ہے یہی ارادہ اس تعلق کو قوی بناتا ہے۔ اور تعلق وعلاقہ قلبی میں کشش پیدا کرتا ہے اور جس طرح بہتا ہوا پانی خود بہ خود نشیب میں جاتا ہے اسی طرح یہ کشش محب کو محبوب کی طرف رواں دواں لے جاتی ہے۔ پھر دل میں سوزش پیدا ہوتی ہے اور ہر وقت ایک تپش سی دل میں رہتی ہے اور محبت کا اثر دل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے اور عالم اب محب کا یہ ہوتا ہے کہ محبوب ہی کا تصور دماغ میں رہتا ہے۔ اور محبوب ہی کی محبت دل پر حکمراں بن جاتی ہے اور وصال وصل محبوب کی تدابیر ہی میں اس کے شب وروز بسر ہوتے ہیں۔ اور محبوب کے سوا دوسرے تمام تعلقات تفکرات تصورات منقطع ہو جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ کسی محبت کے مدعی کو ان امور میں مشغولیت ہوگی تو خدا اور رسول کے احکام کی مکمل طور پر بجا آوری ہی اس کی زندگی کی متاع عزیز ہوگی تو ان کی نافرمانی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان کی راہ میں بڑھنے والوں ان کی چاہ میں فقرو مسکنت کی وادیوں سے گزرنے والوں کی طرف سے کسی بدنگاہی وسوء ادبی کا خیال بھی ان کے دلوں میں نہیں سما سکتا یہ فقراء ومساکین وہی خاکساران جہاں ہیں جن کے لیے کہا گیا ہے کہ

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَالَ عَلَامَةُ الشَّقَاوَةِ اَرْبَعَةٌ نِسْیَانُ الذُّنُوْبِ الْمَاضِیَةِ وَهِیَ عِنْدَ اللّٰهِ مَحْفُوْظَةٌ وَذِکْرُ الْحَسَنَاتِ الْمَاضِیَةِ وَلَا یَدْرِیْ اَقُبِلَتْ اَمْ رُدَّتْ وَنَظْرَةٌ اِلٰی مَنْ فَوْقَهٗ فِی الدُّنْیَا وَنَظْرَةٌ اِلٰی مَنْ دُوْنَهٗ فِی الدِّیْنِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَرَدْتُّهٗ وَلَمْ یُرِدْنِیْ فَتَرَکْتُهٗ وَعَلَامَةُ السَّعَادَةِ اَرْبَعَةٌ ذِکْرُ الذُّنُوْبِ الْمَاضِیَةِ وَنِسْیَانُ الْحَسَنَاتِ الْمَاضِیَةِ وَنَظْرَةٌ اِلٰی مَنْ فَوْقَهٗ فِی الدِّیْنِ وَنَظْرَةٌ اِلٰی مَنْ دُوْنَهٗ

فِی الدُّنْیَا

(ترجمہ) : حضور پر نور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بد نصیبی کی چار نشانیاں ہیں۔

اپنے پچھلے کرتوتوں کو بھلا دینا' حالانکہ وہ سب (اعمال نامہ میں مذکور) اللہ کے یہاں محفوظ ہیں۔ اپنی نام نہاد گزری ہوئی نیکیوں کو یاد رکھنا (اور ان پر اترانا) حالانکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ قبول ہوئیں یا رد کر دی گئیں دنیوی معاملات میں اپنے سے برتر لوگوں پر نظریں گاڑنا اور دینی پیش قدمی میں اپنے سے فروتر پر نگاہیں ڈالنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اسے اپنا بنانا چاہا لیکن اس نے مجھے نہ چاہا لہٰذا میں نے اسے نظرانداز کر دیا اور خوش نصیبی و نیک بختی کی بھی چار نشانیاں ہیں۔ اپنی ناکردنیوں پر نگاہ رکھنا' گزشتہ نیکیوں کو فراموش کر دینا۔ دینی امور میں اپنے سے زیادہ دیندار کو اپنی نگاہوں میں رکھنا اور دنیوی معاملات میں اپنے سے فروتر کو دیکھنا۔

عَنْ بَعْضِ الْحُکَمَاءِ اَنَّ شَعَائِرَ الْاِیْمَانِ اَرْبَعَۃٌ اَلتَّقْوٰی وَالْحَیَاءُ وَالشُّکْرُ وَالصَّبْرُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ الْاُمَّھَاتُ اَرْبَعٌ اُمُّ الْاَدْوِیَۃِ وَاُمُّ الْاٰدَابِ وَاُمُّ الْعِبَادَاتِ وَاُمُّ الْاَمَانِیْ فَاُمُّ الْاَدْوِیَۃِ قِلَّۃُ الْعَقْلِ وَاُمُّ الْاٰدَابِ قِلَّۃُ الْکَلَامِ وَاُمُّ الْعِبَادَاتِ قِلَّۃُ الذُّنُوْبِ وَاُمُّ الْاَمَانِیْ الصَّبْرُ

(ترجمہ) : (۹۲) کسی خوش بخت نے کہا ہے کہ چار چیزیں کمال ایمان کی شناخت ودلیل ہیں پرہیزگاری' شرمساری' شکرگزاری' اور ثابت قدمی۔

(۹۳) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ چار چیزیں (دوسری چار چیزوں کے لیے ماں (بطور' یعنی اصل اور ان کی جان) ہیں دواؤں کی اصل پسندیدہ اطوار کی اصل عبادتوں کی اصل اور آرزوؤں کی اصل دواؤں کی جان کم خوری ہے۔ پسندیدہ عادات کی جان کم گوئی ہے۔ بندگی و عبادت کی جان' گناہوں سے دوری ہے اور آرزوؤں کی جان ان کے حاصل نہ ہونے پر صبر و ثابت قدمی ہے۔ (تو جس کے یہ انداز و اطوار ہوں سمجھنا چاہیے

کہ اسے بہت کچھ میسر ہے)۔

قَالَ علیه السَّلامُ اَرْبَعَةُ جَوَاهِرَ فِی جِسْمِ بَنِی آدَمَ یَزِیْلُهَا اَرْبَعَةُ اَشْیَاءَ اَمَّا الْجَوَاهِرُ فَالْعَقْلُ وَالدِّیْنُ وَالْحَیَاءُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ فَالْغَضَبُ یُزِیْلُ الْعَقْلَ وَالْحَسَدُ یَزِیلُ الدِّیْنَ وَالطَّمَعُ یُزِیلُ الْحَیَاءَ وَالْغِیْبَةُ تُزِیْلُ الْعَمَلَ الصَّالِحَ

(ترجمہ) : (۹۴) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسم انسانی میں چار بیش بہا جوہر ہیں اور ان جوہروں کو دوسری چار چیزیں تباہ وبرباد کر دیتی ہیں۔ چار جوہر تو یہ ہیں عقل' دین' حیا وشرم اور نیک عمل (اور ان جواہر کو برباد وناقص کر دینے والی چار چیزیں ہیں۔ غصہ' حسد' طمع اور غیبت) غصہ عقل کو زائل کر دیتا ہے۔ حسد دین کو تباہ کر دیتا ہے طمع حیا کو برباد کر ڈالتی ہے اور غیبت ۹۹؎ عمل صالح کو بگاڑ دیتی ہے۔

تشریح : ۹۹؎ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کے باعث فرشتہ ایک میل مسافت تک اس سے دور ہو جاتا ہے (ترمذی) اسی طرح ایک بدبو کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ یہ ان کے منہ کی سڑاند ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔ اور ہمیں جو جھوٹ یا غیبت کی بدبو محسوس نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس سے مالوف ومانوس ہو گئے ہیں۔ ہماری ناکیں اس سے بھری ہوئی ہیں۔ جیسے چمڑا پکانے والوں کے محلہ میں جو رہتا ہے اسے اس کی بدبو سے ایذا نہیں ہوتی۔ دوسرا آئے تو اس سے ناک نہ رکھی جائے (ردالمحتار)۔

مسلمان اس نفیس فائدے کو یاد رکھیں اور اپنے رب عزوجل سے ڈریں۔ جھوٹ اور غیبت کو ترک کریں کہ یہ معنوی نجاستیں ہیں۔ کیا معاذ اللہ منہ سے پاخانہ نکلنا کسی کو پسند ہو گا باطن کی ناک کھلے تو معلوم ہو کہ جھوٹ اور غیبت پاخانہ سے بدتر سڑانڈ ہے۔

شریعت مطہرہ کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان مرد خواہ عورت کی عزت وآبرو' محفوظ رہے اور ان کے باہمی تعلقات خوشگوار رہیں۔ اسی بنیاد پر شریعت نے ان

تمام بد اخلاقیوں کو جن کے باعث تعلقات میں ناخوشگواری پیدا ہو اور اسلامی معاشرہ میں گندگیاں جنم لیں۔ سخت برا بتایا قرآن کریم نے غیبت کو اپنے مردار بھائی کے گوشت کھانے کے برابر مکروہ و مذموم اور قابل نفرت فعل قرار دیا ہے۔

غیبت کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کیا جائے۔ خواہ زبان سے ہو یا فعل سے۔ صراحت کے ساتھ برائی کی جائے یا اشاروں کنایوں میں سب صورتیں حرام ہیں۔ یونہی غیبت کی ایک صورت اس کی نقل اتارنا بھی ہے اور یہ اس سے بدتر ہے کہ زبان سے اس کے اس عیب کو بیان کیا جائے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّم اَنَّه قَالَ اَرْبَعَةٌ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ الخُلُودُ فِي الجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَخِدْمَةُ الْمَلٰئِكَةِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الجَنَّةِ وَجَوارُ الْاَنْبِيَاءِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَرِضَى اللّٰهِ تَعالٰى فِي الجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَرْبَعَةٌ فِي النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ الخُلُودُ فِي النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ وَتَوبِيخُ المَلٰئِكَةِ الكُفَّارَ فِي النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ وَجَوَارُ الشَّيطٰنِ فِي النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ وَغَضَبُ اللّٰهِ تَعالٰى فِي النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ

(ترجمہ) : (۹۵) نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں چار چیزیں (میسر ہوں تو وہ) جنت سے بھی بہتر ہیں۔ (چنانچہ) جنت میں ہمیشگی کا مل جانا جنت سے برتر ہے۔ جنت میں فرشتوں کی خدمت گزاری، جنت سے بہتر ہے۔ جنت میں انبیائے کرام کی ہمسائیگی جنت سے بڑھ کر ہے اور جنت میں رب کی خوشنودی جنت سے اعلیٰ تر ہے۔ اور چار چیزوں سے جہنم میں واسطہ پڑے تو وہ جہنم سے بدتر ہے جہنم میں ہمیشہ کے لیے ڈال دیا جانا جہنم سے برا ہے۔ جہنم میں فرشتوں کی کافروں کو جھڑکیاں، جہنم سے زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ جہنم میں شیطان کا پڑوس، جہنم سے بڑھ کر اذیت کا باعث ہے۔ اور جہنم میں اللہ تعالیٰ کا غضب

وجلال جہنم سے زیادہ الم انگیز ہے۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ حِيْنَ سُئِلَ كَيْفَ اَنْتَ؟ فَقَالَ اَنَا مَعَ الْمَوْلٰى عَلَى الْمَوَافَقَةِ وَمَعَ النَّفْسِ مَعَ الْمُخَالَفَةِ وَمَعَ الخلق عَلَى النَّصِيْحَةِ وَمَعَ الدُّنْيَا عَلَى الضَّرُوْرَةِ

(ترجمہ) : (۹۶) کسی صاحب حال سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی کیسی گزر رہی ہے؟ جواب دیا کہ میں اپنے مالک و مولیٰ کے ساتھ ہوں' پوری موافقت سے (ہر حکم کا فرمانبردار' ہر فرمان کا اطاعت گزار) اور اپنے نفس کے ساتھ ہوں مگر مخالفت سے (کہ نفس کی کسی خواہش کے پیچھے نہیں بھاگتا۔ اسے ترسا ترسا کر مارتا' اور بات بات پر ترساتا ہوں اور مخلوق خدا کے ساتھ ہوں مگر اس کی خیر خواہی و نفع رسانی کی نیت سے اور دنیا کے ساتھ ہوں مگر بقدر ضرورت۔

تشریح : ۱۰۰۔ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا "دین خیر خواہی کا نام ہے" اس کو تین مرتبہ فرمایا۔ ہم نے عرض کیا کس کی خیر خواہی؟ فرمایا اللہ و رسول اور ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کی (مسلم) خدا و رسول کی خیر خواہی ان کی اطاعت گزاری و فرمانبرداری ہے۔ ائمہ مسلمین کی خیر خواہی ان کے مراتب و درجات کی حفاظت ہے اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے لیے وہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اِخْتَارَ بَعْضُ الحكمَاءِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ مِنْ اَرْبَعَةِ كُتُبٍ مِنَ التَّوْرَاةِ مَنْ رَضِيَ بِمَا اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِسْتَرَاحَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْاِنْجِيْلِ مَنْ هَدَمَ الشَّهْوَاتِ عَزَّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الزَّبُوْرِ مَنْ تَفَرَّدَ عَنِ النَّاسِ نَجَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْفُرْقَانِ مَنْ حَفِظَ اللِّسَانَ سَلِمَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

(ترجمہ) : (۹۷) ایک صاحب فہم و فراست نے چار (آسمانی) کتابوں سے چار

باتیں منتخب کیں (جو ہر صاحب ذوق سلیم کی صحیح رہنمائی کرتی ہیں) چنانچہ تورات مقدس سے آپ نے یہ کلمات منتخب کیے کہ جو شخص عطائے الٰہی پر راضی (اور قناعت گزیں) رہتا ہے وہ دین ودنیا دونوں میں راحت (و قلبی طمانیت) کی دولت سے مالا مال رہتا ہے انجیل مطہر سے آپ نے ان کلمات کا انتخاب کیا کہ جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو زیر کر لیا۔ اس نے دنیا و آخرت میں ابدی عزت حاصل کر لی زبور مبارک سے آپ نے یہ پند سود مند حاصل کی کہ جس نے دنیا داروں سے دور و نفور رہ کر گزر بسر کی اس نے دنیا و آخرت میں نجات کا سامان مہیا کر لیا اور قرآن کریم کی تعلیمات سے یہ گوہر بیش بہا لیا کہ جس نے لایعنی باتوں اور آلائشوں سے اپنی زبان کی نگہداشت کی وہ دنیا و آخرت میں سلامتی کی راہ چلا۔

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعالٰی عَنْهُ وَاللّٰهِ مَا ابْتُلِیْتُ بِبَلِیَّةٍ اِلَّا وَکَانَ لِلّٰهِ تَعالٰی عَلَیَّ فِیْهَا اَرْبَعَ نِعَمٍ اَوَّلُهَا اِذَا لَمْ تَکُنْ فِیْ ذَنْبِیْ وَالثَّانِی اِذَا لَمْ تَکُنْ اَعْظَمَ مِنْهَا وَالثَّالِثُ اِذَا لَمْ تَکُنْ مُحَرَّمَ الرِّضَاءِ بِهَا وَالرَّابِعُ اَنِّیْ اَرْجُو الثَّوَابَ عَلَیْهَا

(ترجمہ) : (۹۸) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قسم بخدا میں جب بھی کسی مصیبت وبلا میں گرفتار ہوا اللہ تعالیٰ نے اس ایک مصیبت کی بدولت مجھے چار نعمتوں سے سرفراز فرمایا ایک یہ کہ وہ مصیبت مجھے گناہ کے ارتکاب سے بچائے رکھتی، دوسری یہ کہ میری نگاہوں میں اس سے بڑی کوئی مصیبت نہ ہوتی (یعنی جس قدر ہے اس سے زیادہ آسکتی تھی مگر مجھے میرے خدا نے محفوظ رکھا) تیسری یہ کہ مجھے رب کی خوشنودی و رضا سے محروم نہ رکھتی (میں راضی برضا رہتا) اور چوتھی نعمت یہ کہ میں اس پر ثواب کی توقع رکھتا! (یعنی میں جزع و فزع کی بجائے، صبر و تحمل سے کام لیتا میں جانتا تھا کہ بے صبری سے آئی ہوئی ٹل نہ جائے گی۔ اور ثواب بھی ہاتھ سے جائے گا)۔

عَنْ عبداللّٰہِ الْمُبارَكِ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ رَجُلاً حَكِيْمًا جَمَعَ الْاَحَادِيْثَ فَاخْتَارَ مِنْهَا اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهَا اَرْبَعَةَ آلَافٍ ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهَا اَرْبَعَ مِائَةٍ ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهَا اَرْبَعِيْنَ ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهَا اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ اِحْدَاهُنَّ لَاتَثِقَنَّ بِامْرَءَةٍ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَالثَّانِيَةُ لَا تَغْتَرَّ بِالْمَالِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَالثَّالِثَةُ لَا تَحمِّلْ مَعْدَتَكَ مالا تُطِيْقُهٗ والرَّابِعَةُ لَا تَجْمَعْ مِنَ الْعِلْمِ مَالاَ يَنْفَعُكَ

(ترجمہ) : (۹۹) حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ کسی دانائے حق نے بہت سی حکمت آمیز باتیں جمع کیں۔ پھر ان میں سے چالیس ہزار باتیں منتخب کیں۔ پھر ان میں سے چار ہزار کا انتخاب کیا۔ پھر ان میں سے چار سو کو چن لیا۔ پھر ان میں سے چھانٹ کر چالیس کو الگ کیا پھر ان میں سے چار کو سر انتخاب رکھا۔

ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ بہر صورت ہر عورت کو قابل اعتماد نہ جانو۔ دوسری بات یہ کہ کبھی اپنے مال ودولت کا فریب نہ کھاؤ' تیسری بات کہ اپنے معدہ پر اس کی بساط سے بڑھ کر وزن نہ ڈالو' اور چوتھی بات یہ ہے کہ ایسے علم کے پیچھے نہ لگو جس سے تم کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَحْمَدَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالٰی فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عزَّوَجَلَّ وَسَيِّدًا وَحَصُوْرًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِيْنَ قَالَ ذِكَرَ اللّٰهُ يَحْيٰى سَيِّدًا وَهُوَ عَبْدُهٗ لِاَنَّهٗ كَانَ غَالِبًا عَلٰى اَرْبَعَةِ اَشْيَاءَ عَلَى الْهَوٰى وَعَلَى اِبْلِيْسَ وَعَلٰى لِلسَّانِ وَعَلَى الْغَضَبِ

(ترجمہ) : (۱۰۰) اللہ عزوجل کے اس قول مبارک کی تاویل میں کہ وہ (یعنی حضرت یحیٰی علی نبینا وعلیہ السلام) سردار ومقتداء شہوت پر غالب' نبی اور خاصان خاص حق تبارک وتعالیٰ سے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سید قوم کا مخدوم ومطاع' علم ودین میں پیشوا' فرمایا حالانکہ آپ بندہ

کردگار، اور بندگی شعار تھے جیسے ایک غلام اپنے آقا کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ اور وجہ اس لقب خاص کی یہ ہے کہ آپ نہایت درجہ محتاط متقی تھے اور چار چیزوں کو ہمیشہ اپنے قابو میں رکھتے تھے۔ ایک خواہشات نفسانیہ پر (کہ عورتوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہے) دوسرے ابلیس لعین پر (کہ وہ آپ کو بہکا نہ سکا) تیسرے اپنی زبان پر (کہ کبھی زبان پر لایعنی بات نہ آنے دی) اور چوتھے اپنے غصہ پر (کہ دنیا کے لیے یا انتقام کی خاطر کبھی غصہ سے بے قابو نہ ہوئے)۔

تشریح: ۱۰۱۔ قرآن کریم میں متقی و پرہیزگار بندوں کے جو اوصاف و علامات بیان فرمائے گئے ہیں ان میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ فرمایا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وہ غصہ کو ضبط کرنے والے ہیں" کاظمین" کاظم کی جمع ہے۔ کظم سے مشتق اور اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ کظم کہتے ہیں غصہ کے ضبط کر جانے کو۔ تو یہ لوگ وہ ہوئے جو غصہ سے مغلوب اور بے قابو نہیں ہو جاتے بلکہ اس سے مقابلہ کر کے اسے زیر کر لیتے ہیں اور اپنے اوپر قابو رکھتے ہیں۔ یہاں یہ بات خوب ذہن نشین کر لیں کہ یہاں مدح ان الفاظ سے نہیں کہ انہیں غصہ سرے سے آتا ہی نہیں ہے بلکہ مقام مدح میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب غصہ آئے تو عقل جذبات پر حاکم رہے۔ غصہ کو سرے سے فنا کر دینا مقصود اسلام نہیں۔ مقصود اسے اپنے حدود میں رکھنا ہے۔ غصہ کو ضبط کر جانے کی فضیلتیں بہ کثرت احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ قوی وہ نہیں کہ پہلوان ہو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ قوی وہ جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کرتا ہے جس طرح "ایلوا شہد کو" غصہ فرو کرنے اور غصہ آجائے تو اس وقت اپنے اوپر قابو رکھنے کے تین علاج ہیں ایک اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنا اور اللہ کی پناہ میں آجانا۔ دوسرا یہ کہ انسان کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ تبدیل ہیئت سے طبیعت بٹ جائے گی اور غصہ فرو ہو جائے گا اور تیسرا یہ کہ جب کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے کہ بدن پر پانی پڑنے سے

غصہ کی گرمی دور ہو جائے گی اور مزاج میں ٹھنڈک آ ئے گی۔ یہ طریقے احادیث میں وارد ہیں۔

عَنْ عَلِي رضی اللّٰہُ تعالٰی عنه لَا يَزَالُ الدِّيْنُ وَالدُّنْيَا قَائِمَيْنِ مَادَامَ اَرْبَعَةُ اَشْيَاءُ مَادَامَ الْاَغْنِيَاءُ لَا يَبْخَلُوْنَ بِمَا خُوِّلُوْا وَمَادَامَ الْعُلَمَاءُ يَعْمَلُوْنَ بِمَا عَلِمُوا وَمَادمَ الْجُهَلَاءُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَمَّا لَمْ يَعْلَمُوا وَمَا دَامَ الْفُقَرَاءُ لَا يَبِيْعُوْنَ آخِرَتَهُمْ بِدُنْيَاهُمْ

(ترجمہ) : (۱۰۱) حضرت مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ دین ودنیا (کی برکتیں اور رونقیں) اس وقت تک برقرار رہیں گی جب تک چار چیزوں کا وجود وقیام رہے گا۔ جب تک تونگرو سرمایہ دار' اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی دولت وثروت کو اسی کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل سے نہ لیں گے (بلا دریغ راہ مولیٰ میں خرچ کریں گے) جب تک علمائے دین اپنے علم کے مطابق مصروف کار رہیں گے اور جب تک ناواقف جاہل (نادان وبے علم) نہ جاننے کے باوجود' خودرائی و خود پسندی اور غرور ونخوت سے باز نہ رہیں گے۔ اور جب تک (صوفیوں اور زاہدوں کے رنگ ولباس میں رہنے والے) فقراء اپنی آخرت کو اپنی دنیا (جیسی حقیر وناقدر شے) کے بالعوض فروخت[۱۰۲] نہ کریں گے۔

تشریح: [۱۰۳] کسی کار خیر کسی سچے عمل دینی کو دنیا طلبی کا ذریعہ بنا لینا دین فروشی ہے۔ جیسے آج کل بعض فقراء کہ حج کر کے آتے ہیں اور جگہ جگہ اپنا حج بیچتے پھرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرے اس کا چہرہ مسخ کر دیا جائے گا اس کا ذکر مٹا دیا جائے گا اور اس کا نام دوزخیوں میں لکھ دیا جائے گا۔

امام حجتہ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک غلام دآقا حج کر'

کے پلے راہ میں نمک نہ رہا۔ نہ خرچ تھا کہ مول لیتے ایک منزل پر آقا نے کہا بقال سے تھوڑا سا نمک یہ کہہ کر لے آ کہ آج ہم حج سے آتے ہیں" وہ گیا اور کہا میں حج سے آتا ہوں قدرے نمک دے۔ اس نے دے دیا یہ لے آیا۔ دوسری منزل پر آقا نے پھر بھیجا اس بار یوں کہا کہ میرا آقا حج سے آتا ہے تھوڑا سا نمک دے۔ اس نے دیا اور یہ لے کر آگیا۔ تیسری منزل پر آقا نے پھر بھیجنا چاہا غلام نے (کہ حقیقتہ آقا بننے کے قابل تھا) جواب دیا پرسوں نمک کے چند دانوں پر اپنا حج بیچا کل آپ کا بیچا آج کس کا بیچ کر لاؤں"

امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک شخص کے یہاں دعوت میں تشریف لے گئے۔ میزبان نے خادم سے کہا "ان برتنوں میں کھانا لا' جو میں دوبارہ کے حج میں لایا ہوں" امام نے فرمایا اے مسکین تو نے ایک کلمہ میں اپنے دو حج ضائع کر دیئے" جب عمل خیر کے صرف اظہار پر یہ حال ہے تو اس کار ثواب و عمل صالح کو دنیا طلبی کا ذریعہ بنا لینا کس قدر بد تر ہو گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ اسی میں داخل ہے نام نہاد واعظوں کی وعظ گوئی اور دنیا کمانے کے لیے جھوٹے ناپاک طریقوں سے دنیا کے مال و متاع کی کمائی۔

عَنِ النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ علیه وسَلَّم اَنَّهٗ قال اِنَّ اللّٰهَ تعالٰی یَحْتَجُّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِاَرْبَعَةِ اَنْفُسٍ عَلٰی اَرْبَعَةِ اَجْنَاسٍ مِنَ النَّاسِ عَلَی الاَغْنِیَاءِ بِسُلَیْمٰنَ بْنِ دَاوٗدَ وَعَلَی الْعَبِیْدِ بِیُوْسُفَ وَعَلَی الْمَرْضٰی بِاَیُّوْبَ وَعَلَی الْفُقَرَاءِ بِعِیْسٰی عَلَیْهِمُ السَّلَامُ

(ترجمہ) : (۱۰۲) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل قیامت کے روز چار برگزیدہ ہستیوں کے ذریعے چار قسم کے دنیاداروں پر اتمام حجت ۱۰۳ فرمائے گا (کہ انہیں جواب بن نہ پڑے گا کہ کہیں تو کیا کہیں) تونگروں اور مالداروں پر، سیدنا سلیمان بن داؤد علیہم السلام کے ذریعے غلاموں اور زیردستوں پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے ذریعے بیماروں اور شکستہ حالوں پر سیدنا ایوب علیہ السلام کے ذریعے اور مسکینوں فقیروں پر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے۔

تشریح: ۱۰۳ــ منشا اس ارشاد گرامی کا یہ ہے کہ تونگری اور دولت کی فراوانی، غلامی اور دوسروں کی دست نگری، بیماری و شکستہ حالی اور فقیری و درویشی، ایسی چیزیں نہیں کہ وہ آدمی کو یاد الٰہی سے غافل بنا دیں۔ ان حالات کے باوجود خوف خدا دل میں ہو تو دنیا کی آلودگیوں سے دامن صاف بچایا جا سکتا ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ بِلَالٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَذْنَبَ مَنَّ اللّٰهُ تَعالٰی عَلَيْهِ بِاَرْبَعِ خِصَالٍ لَا يَحْجُبُ عَنْهُ الرِّزْقَ وَلَا يَحْجُبُ عَنْهُ الصِّحَّةَ وَلَا يُظْهِرُ عَلَيْهِ الذَّنْبَ وَلَا يُعَاقِبُهُ عَاجِلًا

(ترجمہ): (۱۰۳) حضرت سعد بن بلال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ باوجود گناہ و نافرمانی اللہ تعالیٰ کے چار عظیم احسانات بندے پر مبذول رہتے ہیں۔ اس کا روزینہ بند نہیں فرماتا۔ اس کی تندرستی اس سے سلب نہیں کرتا۔ اس کی کوتاہیاں اور نافرمانیاں دوسروں پر آشکارا نہیں فرماتا۔ اور چوتھے یہ کہ اس کا فوری طور پر مواخذہ فرما کر سزا نہیں دیتا۔

تشریح: ۱۰۴ــ سچ ہے ــ

ولیکن خداوند بالا و پست
بعصیاں در رزق برکس نہ بست
ادیم زمین سفرہ عام اوست
چہ دشمن بریں خوان یغما چہ دوست

وہ رب العالمین ہے۔ تمام جہانوں کا مربی تمام کائنات کا پروردگار ساری مخلوق کا روزی رساں، سب کا خالق، سب کا رازق، دوست و بیگانے، اس کی نعمتوں سے سرشار، اور دشمن و بیگانے اس کی عنایتوں میں غرقاب، ہر ایک کو دیتا ہے ہر ایک کو نوازتا ہے ہر ایک تک پہنچاتا ہے۔ اور حساب کتاب و پرسش اعمال کہ کہاں خرچ کیا کہاں گنوایا آخرت پر اٹھا رکھا ہے۔

عَنْ حَاتِمِ الْاَصَمِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهُ قَالَ مَنْ صَرَفَ اَرْبَعًا

اِلٰی اَرْبَعٍ وَجَدَ الْجَنَّۃَ اَلنَّوْمُ اِلَی الْقَبْرِ وَالْفَخْرُ اِلَی الْمِیْزَانِ وَالرَّاحَۃُ اِلَی الصِّرَاطِ وَالشَّھْوَۃُ اِلَی الْجَنَّۃِ

(ترجمہ) : (۱۰۴) حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص چار چیزوں کو چار چیزوں تک اٹھا رکھے وہ بہشت بریں میں اپنا مقام پا لے گا۔ خواب غفلت کو گوشہ قبر میں جانے تک کبر و غرور اور خود ستائی کو میزان ۱۰۵؎ عمل تک۔ عیش عشرت کو پل صراط ۱۰۶؎ سے گزر جانے تک۔ اور اپنی خواہشات کو جنت میں داخلے تک۔

تشریح : ۱۰۵؎ میزان ترازو کو کہتے ہیں اور اعمال کے وزن کرنے کے لیے قیامت میں جو میزان نصب کی جائے گی اس کا کچھ اجمالی مفہوم جو شریعت نے بیان فرمایا ہے یہ ہے کہ وزن ایسی میزان سے کیا جائے گا جس میں کفتین (یعنی پلے) اور لسان (یعنی چوٹی) وغیرہ موجود ہیں۔ اور اس کا ہر پلہ اتنی وسعت رکھے گا جیسی مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا کہ وہ میزان کس نوعیت کی ہوگی اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا۔ یہ ہماری عقل و ادراک کی رسائی سے باہر ہے اسی لیے ہمیں یہ عقیدہ تعلیم فرمایا گیا کہ میزان حق ہے اور قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا جن کے اعمال قلبیہ اور افعال جوارح (جو انہوں نے اپنے اعضاء بدن سے انجام دیئے) وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہیں۔ اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارے میں رہیں گے نیکی کا پلہ وزنی یعنی بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اٹھے۔ دنیا کا سا معاملہ نہیں کہ جو بھاری ہوتا ہے نیچے کو جھکتا ہے۔

۱۰۶؎ صراط حق ہے یہ ایک پل ہے کہ پشت جہنم پر نصب کیا جائے گا۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔ سب سے پہلے نبی ﷺ گزر فرمائیں گے پھر اور انبیاء و مرسلین پھر یہ امت پھر اور امتیں گزریں گی۔ اور حسب اختلاف اعمال اپنے نیک و بد افعال کے مطابق پل صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے۔ بعض تو ایسی تیزی سے گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا ابھی غائب

ہو گیا۔ اور بعض تیز ہوا کی طرح کوئی ایسے جیسے پرند اڑتا ہے اور بعض ایسے جیسے گھوڑا دوڑتا ہے۔ اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض شخص سرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا اور ان گزرنے والوں میں کچھ ایسے نیکوکار صالحین وابرار ہوں گے جو پل سے رقص کرتے وجد لاتے گزر جائیں۔ ان شہیدان محبت کی بات ہی اور ہو گی ان کے کانوں میں حضور اقدس ﷺ کی یہ آواز سامعہ نواز آئے گی کہ رب سلم وسلم الٰہی ان گنہگاروں کو سلامتی سے پار لگا۔ الٰہی انہیں بچا لے۔ اور جب وہ پار لگانے والے سلامت ہیں تو انہیں کیا غم کیسا تردد اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہمارا بھی بیڑا پار لگائے۔ آمین۔

عَنْ حَامِدِ نِ اللَّفَّافِ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ قَالَ اَرْبَعَةٌ طَلَبْنَاهَا فِي اَرْبَعَةٍ فَاَخْطَأْنَا طُرُقَهَا فَوَجَدْنَاهَا فِي اَرْبَعَةٍ اُخْرٰى طَلَبْنَا الْغِنٰى فِي الْمَالِ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَنَاعَةِ وَطَلَبْنَا الرَّاحَةَ فِي الثَّرْوَةِ فَوَجَدْنَاهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَطَلَبْنَا اللَّذَّاتِ فِي النِّعْمَةِ فَوَجَدْنَاهَا فِي الْبَدَنِ الصَّحِيْحِ وَطَلَبْنَا الرِّزْقَ فِي الْاَرْضِ فَوَجَدْنَاهُ فِي السَّمَاءِ

(ترجمہ) : (۱۰۵) حضرت حامد لفاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم نے چار چیزوں کو دوسری چار چیزوں کے ذریعے حاصل کرنا چاہا، لیکن ہم راہ راست سے کچھ بھٹک گئے۔ مگر (طلب صادق تھی اس لیے) وہ چیزیں ہمیں اور ذریعوں سے مل گئیں۔ ہم نے تونگری کو دنیوی مال ومنال کے ذریعے لینا چاہا، مگر وہ ہمیں قناعت و بے مائگی میں ملی۔ ہم نے عیش وآرام کو جاہ وثروت میں تلاش کیا مگر وہ ہمیں بے دولتی میں دستیاب ہوا۔ ہم نے لذتوں کی جستجو نعمتوں میں کی مگر وہ ہمیں صحت وتندرستی میں حاصل ہوئیں۔ اور ہم اپنی روزی زمین پر طلب کرتے پھرے مگر وہ ہمیں آسمان ۱۰۷ سے میسر آئی۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اَرْبَعَةُ اَشْيَاءَ قَلِيْلُهَا كَثِيْرٌ اَلْوَجْعُ وَالْفَقْرُ وَالنَّارُ وَالْعَدَاوَةُ

(ترجمہ) : (۱۰۶) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ کم مقدار میں ہوں تب بھی بہت ہیں (اور ان سے لاپرواہی عظیم نقصان کا باعث ہے) دلی صدمہ اور دوسری بے سروسامانی وناداری' آگ اور اندرونی تپش' دشمنی وغلش۔

تشریح : ۱۰۷ ۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُوْنَ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے (کہ اسی کی طرف سے بارش کر کے زمین کو پیداوار سے مالا مال کیا جاتا ہے) اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ (یعنی آخرت کے ثواب وعذاب کا وہ سب آسمان میں مکتوب ہے) اور یہاں رزق سے مراد ہے ہر وہ چیز جس کی ضرورت انسان کو اپنی بقا اور اپنی ذہنی وجسمانی اور روحانی نشوونما کے لیے پیش آئے اور جو کسی جاندار کی غذا بنے۔ قول مبارک کا مقصود یہ ہے کہ ہر قسم کی نعمتوں دولتوں مرحمتوں کے خزانے تو اللہ عزوجل کے قبضہ قدرت میں ہیں تو اس مسبب الاسباب کو بھول کر عالم اسباب میں گم ہو جانا کجروی اور باعث محرومی ہے۔ نظر اس کے فضل وکرم پر رہنا چاہیے۔

عَنْ حَاتِمِ الْاَصَمِّ اَنَّهٗ قَالَ اَرْبَعَةُ اَشْيَاءَ لَايَعْرِفُ قَدْرَهَا اِلَّا اَرْبَعَةٌ اَلشَّبَابُ لَايَعْرِفُ قَدْرَهٗ اِلَّا الشُّيُوْخُ وَالْعَافِيَةُ لَا يَعْرِفُ قَدْرَهَا اِلَّا اَهْلُ الْبَلَاءِ وَالصِّحَّةُ لَا يَعْرِفُ قَدْرَهَا اِلَّا الْمَرْضٰى وَالْحَيٰوةُ لَا يَعْرِفُ قَدْرَهَا اِلَّا الْمَوْتٰى

(ترجمہ) : (۱۰۷) حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ چار چیزیں (اس دنیا میں) ایسی ہیں جن کی قدر وقیمت' چار شخصوں کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا ایک جوانی جس کی قدر وقیمت کا اندازہ بوڑھے ہی لگا سکتے ہیں۔ دوسری چیز سلامتی وعافیت ہے جس کی منزلت وہی پہچان سکتے ہیں جو خود

بلاؤں کا شکار ہوں۔ تیسری چیز صحت و تندرستی ہے جس کا رتبہ بیماروں کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا۔ اور چوتھی چیز یہ (پنج روزہ) زندگی ہے جس کی وقعت مردوں کے سوا کسی کو نہیں معلوم۔

تشریح: ۱۰۸۔ اسی لیے حضور اقدس ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی کہ جوانی کی قدر کرو اور بڑھاپے میں کام آنے والے جو کام کر سکتے ہو آج کر لو کہ صحت برقرار ہے۔ جوارح پر اختیار ہے زندگی کی مہلت دستیاب ہے تو اپنی زندگی اپنی تندرستی' اپنی جوانی میں جو کر جاؤ گے وہی کل تمہارے کام آئے گا۔ باقی سب ہوس ہے۔

قَالَ الشَّاعِرُ اَبُو نَوَاس

ذُنُوبِی اِنْ فَکَّرتُ فِیھَا کَثِیرَۃٌ　　وَرَحْمَۃُ رَبِّی مِنْ ذُنُوبِی اَوْسَعُ

وَمَا طَمِعِیْ فِی صَالِحٍ اَنْ عَمِلْتُہٗ　　وَلٰکِنَّنِیْ فِی رَحْمَۃِ اللّٰہِ اَطْمَعُ

ھُوَ اللّٰہُ مَوْلَایَ الَّذِی ھُوَ خَالِقِی　　وَاِنِّی لَہٗ عَبْدٌ اَقَرُّ وَاَخْضَعُ

فَاِنْ یَّکُ غُفْرَانٌ فَذٰلِکَ رَحْمَۃٌ　　وَاِنْ تَکُنِ الْاُخْرٰی فَمَا اَنَا اَصْنَعُ

(ترجمہ): مندرجہ بالا نصیحتوں کا مضمون ابو نواس شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے۔

میں اپنے حالات پر غور کرتا ہوں تو اپنے گناہوں کو کثیر در کثیر' بے شمار پاتا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ میرے رب کی رحمتیں' نوازشیں' میری نافرمانیوں میری سیاہ کاریوں سے کہیں زیادہ وسیع اور سب پر حاوی ہیں۔

میرے نامہ اعمال میں ایسی نیکیاں موجود ہی نہیں جن پر میں اپنی نجات و بخشش کے لیے کچھ بھروسہ کروں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی توقع میرے لیے بڑی عظیم ہے اللہ تعالیٰ ہی میرا معبود برحق اور میرا خالق ہے۔ اور میں اسی کا بندہ ہوں۔ بندہ شرمسار و پراگندہ حال اور اپنی کوتاہیوں کا معترف۔

اب اور اتنے گناہوں کے باوجود اگر میری بخشش ہو جائے تو یہ اس کا کرم بے حساب ہے۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس و دگرگوں ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں (مالک و مختار تو وہ

ہے)۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اذا کَانَ یَومَ القِیٰمَۃِ یُوضَعُ المِیزَانُ فَیُؤتٰی بِاَھلِ الصَّلٰوۃِ فَیُوَفَّونَ اُجُورَھُمْ بِالْمِیزَانِ ثُمَّ یُؤتٰی بِاَھلِ الصَّوْمِ فَیُوَفَّونَ اَجُورَھُمْ بِالْمِیزَانِ ثُمَّ یُؤتٰی بِاَھلِ البَلَاءِ لَایُنْصَبُ لَھُمْ مِیزَانٌ وَلَا یُنْشَرُلَھُم دِیوَانٌ فَیُوَفَّونَ اُجُورَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ حَتّٰی یَتَمَنّٰی اَھلُ العَافِیَۃِ اَن لَوْ کَانُوْا بِمَنْزِلَتِھِمْ مِنْ کثرۃِ ثَوَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی

(ترجمہ) : (۱۰۸) نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے روز جب میزان عدل قائم کی جائے گی تو نمازیوں کو حساب کتاب کے لیے بلایا جائے گا اور انہیں ان کے اعمال کا پورا اجر وثواب بخش دیا جائے گا پھر روزے داروں کو بلایا جائے گا اور حساب کتاب کے بعد انہیں بھی اس کا صلہ دے دیا جائے گا پھر حاجیوں کو بلایا جائے گا اور وزن اعمال کے بعد انہیں جزا عنایت فرما دی جائے گی۔ پھر گرفتاران کرب وبلا کو بلایا جائے گا مگر نہ تو ان کے اعمال کا وزن ہو گا اور نہ انہیں ان کے اعمال نامے کھول کر دکھائے جائیں گے۔ بلکہ کسی حساب کتاب کے بغیر انہیں پورا پورا اجر و ثواب مرحمت فرمایا جائے گا۔ یہاں تک کہ سلامتی ۱۰۹؎ وعافیت سے دنیا میں زندگی بسر کرنے والے یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی ان کی طرح اسیران بلا اور مصیبت زدگان میں ہوتے۔

تشریح : ۱۰۹؎ ہم یہاں اپنے پیارے اور رسول برحق کے چند ارشادات کرکے نقل کرتے ہیں قارئین انہیں غور سے پڑھیں اور ان پر عمل پیرا رہیں۔

فرماتے ہیں ﷺ

۱۔ مسلمان کو جو تکلیف والم، حزن واذیت وغم پہنچے یہاں تک کہ کانٹا جو اس کے جسم میں چبھے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے گناہ معاف کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)۔

۲۔ مسلمان کو جو اذیت پہنچتی ہے مرض ہو یا اس کے سوا کچھ اور اللہ تعالیٰ اس کے باعث اس کی برائیوں کو گرا دیتا ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)۔

۳۔ جتنی بلا زیادہ اتنا ہی ثواب زیادہ۔ اور اللہ عزوجل جب کسی قوم کو محبوب رکھتا ہے تو اسے بلا میں ڈال دیتا ہے جو راضی ہوا اس کے لیے رضا ہے۔ اور جو ناراض ہوا اس کے لیے ناخوشی" اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے دنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے۔ اور جب شر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے گناہ کا بدلہ نہیں دیتا۔ اور قیامت کے دن پورا بدلہ دے گا (ترمذی)۔

۴۔ بندہ کے لیے علم الٰہی میں کوئی مرتبہ مقرر ہوتا ہے اور وہ اعمال کے بسبب اس رتبہ کو نہ پہنچا تو بدن یا مال یا اولاد میں اسے مبتلا فرما دیتا ہے۔ پھر اسے صبر دیتا ہے یہاں تک کہ اسے اس مرتبہ کو پہنچا دیتا ہے جو اس کے لیے علم الٰہی میں ہے۔ (ابوداؤد)۔

۶۔ جب قیامت کے دن اہل بلا کو ثواب دیا جائے گا تو عافیت والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھالیں کاٹی جاتیں (ترمذی)۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ يَسْتَقْبِلُ ابْنَ اٰدَمَ اَرْبَعُ نُهَبَاتٍ يَنْتَهِبُ مَلَكُ الْمَوْتِ رُوْحَهٗ وَيَنْتَهِبُ الْوَرَثَةُ مَالَهٗ وَيَنْتَهِبُ الدُّوْدُ جِسْمَهٗ وَيَنْتَهِبُ الْخُصَمَاءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِرْضَهٗ اَيْ عَمَلَهٗ

(ترجمہ) : (۱۰۹) کسی صاحب بصیرت کا قول ہے کہ چار قسم کی کشمکش اور غارت گری بنی آدم کا استقبال کرتی ہیں۔ (یعنی بوقت موت ان چار چیزوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے۔ اور آدمی بدحواسی کا مارا ان کے مقابلہ کی سکت نہیں رکھتا۔ موت کا فرشتہ (بحکم الٰہی) اس کی روح قبض کر لے جاتا ہے اس کے وارث اس کے مال متروکہ پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ (اور قبر میں پہنچتا ہے تو) کیڑے

مکوڑے اس کے جسم کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ (اور میدان حشر میں) حق تلفی کے دعویدار اس کی عزت و آبرو "۱۰۹" پر دعاوا بولتے ہیں۔ یعنی اس کے اعمال خیر اپنے حقوق کے بدلے میں جھپٹ لیتے ہیں۔

تشریح : "۱۰۹" پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتی' اور اپنی برائیاں اس کے سر جاتی' کیسے بری معلوم ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے ماں باپ کا بیٹے پر' کچھ دین (قرض) آتا ہوگا وہ روز قیامت اس سے لپٹیں گے کہ ہمارا دین دے۔ وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں" یعنی شاید رحم کریں اور وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ مَنِ اشْتَغَلَ بِالشَّهَوَاتِ فَلَا بُدَّلَهٗ مِنَ النِّسَاءِ وَمَنِ اشْتَغَلَ بِجَمْعِ الْمَالِ فَلَابُدَّلَهٗ مِنَ الْحَرَامِ وَمَنِ اشْتَغَلَ بِمَنَافِعِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَا بُدَّلَهٗ مِنَ الْمُدَارَاةِ وَمَنِ اشْتَغَلَ بِالْعِبَادَةِ فَلَا بُدَّلَهٗ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْه ان اَصْعَبُ الْاَعْمَالِ اَرْبَعُ خِصَالٍ اَلْعَفْوُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْجُوْدُ فِي الْعُسْرَةِ وَالْعِفَّةُ فِي الْخَلْوَةِ وَقَوْلُ الْحَقِّ لِمَنْ يَخَافُهٗ اَوْيَرْجُوْهُ

(ترجمہ) :۔(۱۱۰) کسی عارف باللہ کا قول ہے کہ جو شخص نفسانی ہوس کی تکمیل میں مشغول رہے گا وہ عورتوں کی قربت سے اپنا دامن نہ بچا سکے گا جسے مال وزر کو جمع کرنے کی دھن ہوگی وہ کسب حرام سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ جسے عام مسلمانوں کی بھلائی اور نفع رسانی منظور ہوگی اس پر ان کی خاطر مدارات' اور خوش اخلاقی لازم ہوگی۔ اور جسے اپنے رب کی بندگی کی فکر دامن گیر ہوگی اسے علم دین کی طلب ناگزیر ہوگی۔

(۱۱۱) حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ چار خصلتیں' اعمال میں بڑی مشکل ہیں۔ طیش کے عالم میں درگزر کرنا۔ تنگدستی کی حالت میں داد و دہش بحالت تنہائی اپنی پاک دامنی پر داغ نہ آنے دینا اور جس سے نفع نقصان کا خوف ہو اس سے بلا دریغ سچی بات

کہنا۔

فِي الزَّبُورِ اَوْحَى اللّٰهُ تعالٰی الٰی داؤد عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ الْعَاقِلَ الحكِيْمَ لَا يخلُو مِنْ اَرْبَعِ سَاعَاتٍ سَاعَةٌ فِيْهَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ وَسَاعَةٌ فِيْهَا يُحَاسِبُ نَفْسَهٗ وَسَاعَةٌ يَمْشِي فِيْهَا اِلٰى اِخْوَانِهٖ الَّذِيْنَ يُخْبِرُوْنَهٗ بِعُيُوبِهٖ وَسَاعَةٌ فِيْهَا بَيْنَ نَفْسِهٖ وَبَيْنَ لَذَّاتِهَا الحَلَالِ

(ترجمہ) : (۱۱۲) زبور مقدس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی (اور ارشاد فرمایا) کہ صائب الرائے، صاحب بصیرت شخص اپنے اوقات ان چار باتوں میں سے کسی ایک میں ضرور مصروف رکھتا ہے۔

وہ اپنے رب کی بندگی میں مشغول ہوتا اور عرض حاجات کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے نفس کا خود محاسبہ کرتا اور اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ اپنے (نسبی وخاندانی، خواہ دینی واسلامی) ایسے بھائیوں کے پاس آتا جاتا ہے جو اس کی کوتاہیوں سے اسے آگاہ کرتے (اور حق دوستی ادا کرتے) ہیں۔ اور چوتھی بات یہ ہے کہ وہ رضائے الٰہی کی خاطر حلال وجائز لذتوں اور ذائقوں سے کنارہ کش اور دور دور رہتا ہے۔

قَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ جَمِيْعُ الْعِبَادَاتِ مِنَ الْعُبُوْدِيَّةِ اَرْبَعَةٌ اَلْوَفَاءُ بِالْعُهُوْدِ وَالْمُحَافَظَةُ بِالْحُدُوْدِ وَالصَّبْرُ عَلَى الْمَفْقُوْدِ وَالرِّضٰى بِالْمَوْجُوْدِ

(ترجمہ) : (۱۱۳) کسی روشن ضمیر کا قول ہے کہ وہ تمام عبادتیں جو عام بندوں سے تعلق رکھتی ہیں چار باتوں میں محدود اور سمائی ہوئی ہیں۔ اپنے عہد (اا) وپیمان کو نباہنا۔ حدود الٰہی اور فرامین خداوندی کی حفاظت ونگہداشت کرنا، اپنے قبضہ واختیار سے نکل جانے والی چیزوں پر صبر اختیار کرنا اور اللہ کا دیا ہوا جو موجود ہے اس پر راضی وخوشنود رہنا۔

تشریح: ۱۱۱۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے وَاَوْفُوْ بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ ما اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ جب قول باندھو اور فرماتا ہے وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا "اور اللہ کے عہد پر تھوڑے دام نہ لو" اسی عہد کو قرآن کریم میں عقود سے بھی تعبیر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا یٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ "اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو" قرآن کریم کا یہ حکم عام ہے اور اس کے عموم میں ہر وہ عہد آگیا جو شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق باندھا گیا ہو۔ اس کا تعلق خواہ حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ ان کا علاقہ خالق سے ہو یا مخلوق سے۔ سیاست سے ہو یا حکومت سے، تجارت سے ہو یا معاشرت سے۔ غرض یہ حکم ہر عہد شرعی کو شامل ہے اور معاملات و اخلاقیات سے متعلق جتنے امور ہو سکتے ہیں۔ سب اس میں داخل ہیں۔ سب کو یہ احکام شامل ہیں۔ البتہ اس کے اطلاق سے باہر صرف وہ عہد رہ جاتے ہیں جو خلاف شریعت ہوں۔ خواہ ان کا تعلق افراد و جماعت سے ہو۔ یا وہ سیاست و ریاست سے متعلق ہوں۔ عہد شکنی، شریعت مطہرہ میں ایک ایسا مذموم و قبیح فعل ہے کہ احادیث کریمہ میں اس کا ارتکاب کرنے والوں کو منافقوں کے مماثل اور ان کے رنگ میں رنگا ہوا ارشاد فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم کی روایات میں ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ "جب بولے تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے" صحیح مسلم میں ان الفاظ کے بعد روایت یوں ہے کہ اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہو اور اس کا یہ گمان ہو کہ وہ مسلمان ہے" اس کی اہمیت کا اندازہ اس حکم سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ عموماً اس عہد شکنی پر آمادہ کرنے والی چیز دنیا کا مفاد ہوتا ہے خواہ اسے کوئی رنگ کوئی نام بھی دیا جائے۔ قرآن کریم نے اس کا بھی سدباب فرمایا کہ حق کو کسی دنیوی، مادی مصلحت کی بناء پر چھوڑ دینا، آخرت کی ابدی دولت کو، دنیا کے ثمن قلیل (تھوڑی سی قیمت پر فروخت کر دینا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی دولت و نعمت بھی آخرت کے مقابلہ میں بے وقعت قلیل و ذلیل ہے۔

باب الخماسی

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَنْ اَهَانَ خَمْسَةً خَسِرَ خَمْسَةً مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْعُلَمَاءِ خَسِرَ الدِّيْنَ وَمَنِ اسْتَخَفَّ بِالْاُمَرَاءِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَمَنِ اسْتَخَفَّ بِالْجِيْرَانِ خَسِرَ المنافِعِ وَمَنِ اسْتَخَفَّ بِالاقربَاءِ خَسِرَ الْمَوَدَّةَ وَمَنِ اسْتَخَفَّ بِاَهْلِهٖ خَسِرَ طِيْبَ الْمَعِيْشَةِ

پانچ نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۱۱۴) نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص پانچ لوگوں (میں سے کسی ایک) کی اہانت و تحقیر کرے گا (انہیں ذلیل و حقیر سمجھے گا) وہ پانچ چیزوں میں نقصان اٹھائے گا۔ جو شخص علمائے حق کو ذلیل ۱۱۴؎ و حقیر جانے گا وہ اپنے دین کا نقصان کرے گا۔ جو شخص امراء و حکام کی اہانت کرے گا وہ اپنی دنیا میں نقصان اٹھائے گا (اور راحت و آرام سے گزر بسر اسے میسر نہ ہوگی) جو شخص اپنے ہمسایوں اور پڑوسیوں کو ذلت کی نگاہ سے دیکھے گا وہ (ان) فائدوں سے نقصان میں رہے گا (جو پڑوسیوں سے حاصل ہوتے ہیں) اور جو شخص اپنے رشتہ داروں کی تحقیر کرے گا وہ الفت و محبت سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا اور جو اپنے اہل ۱۱۴؎ و عیال کو ذلیل و رسوا کرے گا وہ اپنی خانگی زندگی سے فیض نہ پا سکے گا (ہمیشہ خانہ برباد، پریشان خاطر رہے گا)

تشریح: ۱۱۳؎ ظاہر ہے کہ جو شخص علمائے دین کی کہ حقیقۃً علمائے دین، حق کے راعی، حق کے لیے ساعی، مذہب حقہ اہل سنت و جماعت پر قائم بزرگان ملت کی روش پر دائم ہیں۔ تحقیر و تذلیل کرے گا وہ ان سے ان کی محبت و اہم

نشینی سے دور دور رہے گا۔ اور جو ان سے دور رہے گا شیطان کا قریب اس کا ساتھی اور لاشعوری طور پر اس کے طریق کار کا حامی ہوگا۔ نتیجہ ظاہر کہ دین کی دولت اس کے قبضہ میں نہ رہے گی۔ بے دینی و گمراہی اس کا اثاثہ و سرمایہ بن جائے گی۔ اور دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

۱۱۳۔ پڑوسیوں کے حقوق کتنے اہم ہیں اور ان حقوق کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "خدا کی قسم وہ مومن نہیں قسم بخدا وہ صاحب ایمان نہیں واللہ وہ کامل الایمان نہیں" عرض کی گئی کون یا رسول اللہ؟ فرمایا وہ شخص کہ اس کے پڑوسی اس کی آفتوں سے محفوظ نہ ہوں" یعنی جو اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم) ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کی آفتوں اور ایذا رسانیوں سے امن میں نہیں ہے (مسلم) ایک اور حدیث میں ہے کہ ارشاد فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض کے تین حق ہیں بعض کے دو اور بعض کا ایک حق ہے جو پڑوسی مسلم ہو اور رشتہ والا بھی اس کے تین حق ہیں حق ہمسائیگی حق اسلام اور حق قرابت اور مسلمان ہمسایہ (کہ قرابتدار نہ ہو۔ اس) کے دو حق ہیں۔ پڑوسی ہونے کا حق اور اسلام کا حق اور کافر پڑوسی کا صرف ایک حق ہے یعنی اس کا پڑوسی ہونا (بیہقی) تو کافر پڑوسی کو بھی ناحق ایذا دینا اسلام کو ہرگز پسند نہیں۔

۱۱۴۔ شریعت اسلامیہ نے ہم مسلمانوں کو صاف صاف واشگاف الفاظ میں سنا دیا اور بتا دیا ہے کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی مردوں کو اس گمان میں نہ رہنا چاہیے کہ بس مردوں کے حقوق عورتوں پر اور شوہروں کے حقوق بیویوں پر ہوتے ہیں۔ نہیں یہ بات غلط ہے بلکہ اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر اور بیویوں کے حقوق، شوہروں پر ہوتے ہیں۔ مرد جس طرح اپنے حقوق کی ادائیگی کا خواہاں رہتا ہے یونہی عورت بھی اپنے حقوق منوانے کا حق رکھتی ہے۔ عورتیں، مردوں کا مال متروکہ، یا ان کی جائیداد موروثہ نہیں کہ ان پر مردوں کو ہر طرح کا حق تصرف حاصل ہو۔ اور

عورتیں بے زبان گایوں کی طرح ان کے ہر جائز وناجائز حکم پر چلیں اور ان کے ہر فرمان پر عمل پیرا ہو جائیں اگرچہ وہ خدا ورسول کے احکام کے برخلاف ہوں۔ فرائض اور ذمہ داریاں صرف ان کی ان پر نہیں بلکہ ان عورتوں کے بھی حقوق وفرائض ہیں جن کی پاسداری مردوں پر لازم ہے۔ مرد بعض اوقات اپنی مردانگی کے زعم میں خفگی کے اظہار کے وقت عورت کی برائیاں گنانا شروع کر دیتا ہے اور اس کی توہین وتذلیل پر اتر آتا ہے۔ ایسے وقت کے لیے اسلام نے مرد کو تعلیم دی کہ جو عورت تمہارے دم سے وابستہ ہے۔ مانا کہ اس میں کچھ برائیاں ہیں لیکن ان برائیوں کے ساتھ کچھ خوبیاں بھی تو پائی جا سکتی ہیں۔ مثلاً اگر وہ بدزبان ولاپرواہ ہے تو ساتھ ہی تمہاری وفادار اور عصمت شعار بھی ہے۔ تو اس کی خوبیوں کو بھی نظر میں لاؤ۔ غصہ میں آکر اپنے گھر کو تباہی وبربادی سے دوچار نہ کرو بلکہ خوش اسلوبی سے ان کے ساتھ نبھاؤ۔

قَالَ النَّبِیُّ علیه السَّلامُ سَیَاْتِیْ زَمَانٌ عَلٰی اُمَّتِیْ یُحِبُّوْنَ خَمْسًا وَّیَنْسَوْنَ خمسًا یُحِبُّوْن الدُّنْیَا وَیَنْسَوْنَ الْعُقْبٰی یُحِبُّوْنَ الدُّوْرَ وَیَنْسَوْنَ الْقُبُوْرَ وَیُحِبُّوْنَ الْمَالَ وَیَنْسَوْنَ الْحِسَابَ وَیُحِبُّوْن الْعِیَالَ وَیَنْسَوْن الْحُوْرَ وَیُحِبُّوْن النَّفْسَ وَیَنْسَوْن اللّٰهَ هُمْ مِنِّی بُرَآءُ وَاَنَا بَرِیٌٔ مِنْهُمْ

(ترجمہ): (۱۱۵) صادق ومصدوق ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پر ایسا بھی دور آئے گا کہ انہیں پانچ چیزوں سے بڑی محبت ہوگی لیکن پانچ چیزیں بھول جائیں گے۔ انہیں دنیا سے محبت ہوگی اور آخرت کو بھول جائیں گے۔ اپنی عارضی اقامت گاہوں اور گھروں سے محبت کریں گے قبروں کو بھول جائیں گے (حالانکہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے) مال ودولت پر فریفتہ ہوں گے مگر یہ بھول جائیں گے کہ انہیں اس کا حساب بھی دینا ہے (کہ کہاں سے کمایا اور کہاں پر گنوایا) اہل وعیال سے انہیں بڑا پیار ہوگا مگر جنت کے حور وغلمان کو بھول بیٹھیں گے۔ اپنی ذات کی انہیں بہت چاہ ہوگی مگر اپنے اللہ کو بھلا دیں گے۔ وہ

مجھ سے بری میں اور میں ان سے بیزار (اور جس سے رسول اللہ ﷺ بیزاری کا اظہار فرمائیں یقین جانو کہ اس کا ٹھکانہ کہیں نہ رہا۔ مسلمان کی پناہ امان، نجات، رستگاری جو کچھ ہے ان کی توجہ ان کے التفات اور ان کی نظر رحمت میں ہے)۔

قَالَ النَّبِیُّ عَلَیہِ السَّلَامُ لَا یُعْطِی اللّٰہُ لِاَحَدٍ خَمْسًا اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَہٗ خَمْسًا اُخْرٰی لَا یُعْطِیْہِ الشُّکْرَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَہُ الزِّیَادَۃَ وَلَا یُعْطِیْہِ الْاِسْتِغْفَارَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَہُ الْغُفْرَانَ وَلَا یُعْطِیْہِ التَّوْبَۃَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّلَہُ الْقُبُوْلَ وَلَا یُعْطِیْہِ الصَّدَقَۃَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّلَہُ التَّقَبُّلَ

(ترجمہ) : (۱۱۶) نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو پانچ چیزیں عطا فرماتا ہے تو ان کے ضمن میں پانچ نعمتیں مزید مرحمت فرماتا ہے جسے شکر گزاری ۱۱۵؎ بخشتا ہے اسے نعمتوں میں اور ترقی بھی بخشتا ہے جسے اپنی بارگاہ میں دعا اور عرض حاجت کی توفیق دیتا ہے اس کی قبولیت ۱۱۶؎ کا سامان بھی مہیا فرما دیتا ہے۔ جسے استغفار اور طلب مغفرت کا شوق عنایت فرماتا ہے اس کی بخشش کا بھی انتظام فرما دیتا ہے۔ جسے توبہ وانابت الی اللہ کا شوق دیتا ہے اسے قبولیت سے بھی مشرف فرماتا ہے۔ اور جسے راہ خدا میں (خلوص قلب، صدق نیت سے) صدقہ وخیرات کا جذبہ مرحمت فرماتا ہے اسے قبولیت سے ۱۱۷؎ بھی بہرہ مند فرماتا ہے۔ (مبارک ہیں وہ بندگان خدا، جو ان نعمتوں سے سرفراز وبہرہ ور فرمائے جائیں الٰہی ہمیں بھی توفیق خیر عطا فرما اور اپنے نیکوکار بندوں میں اٹھا (آمین)۔

تشریح: ۱۱۵؎ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اگر تم احسان مانو گے (اور شکر بجا لاؤ گے) تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت بڑھتی اور نعمت الٰہی زیادتی وفزونی ہوتی ہے۔ شکر

کی اصل یہ ہے کہ منعم کی نعمت کا اعتراف کیا جائے اور آدمی نعمت کا تصور اور اس کا اظہار کرے اور نفس کو اس کا عادی وخوگر بنائے۔ یہاں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل وکرم واحسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے ان نعمتوں کی قدر کرتا اور اس پر اس دینے والے کی مدح وستائش اور حمد وثناء بجالاتا ہے تو اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ منعم کی محبت یہاں تک غالب ہو کہ قلب کو نعمتوں کی طرف التفات باقی نہ رہے اور ان حجابات لطیف سے گزر کر، نظر اپنے مولائے رؤف ورحیم پر رکھے۔ اسی کو فاعل حقیقی سمجھے یہ مقام صدیقوں کا ہے اور شکر گزاری کا اعلیٰ مرتبہ ۱۱۶ ایک دعا سے آدمی کو پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ عابدوں کے گروہ میں داخل ہوتا ہے کہ دعا فی نفسہ عبادت بلکہ سر عبادت (دعا کا مغز) ہے (۲) دعا کرنے والا اپنے عجز و احتیاج کا اقرار، اور پروردگار کے کرم وقدرت کا اعتراف کرتا ہے (۳) وہ حکم شرعی کی تعمیل کرتا ہے کہ شارع نے اس پر تاکید فرمائی۔ اور نہ مانگنے پر غضب الٰہی کی وعید آئی (۴) وہ سنت کا اتباع کرتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ بہ کثرت دعا مانگتے اور اوروں کو تاکید فرماتے۔ (۵) اس سے بلائیں ٹلتی اور مرادیں ملتی ہیں۔

آدمی اگر بلا سے پناہ چاہتا ہے تو خدا تعالیٰ پناہ دیتا ہے اور جو وہ کسی بات کی طلب کرتا ہے تو اپنی رحمت سے اسے عطا فرماتا ہے۔ یا آخرت میں ثواب بخشتا ہے۔ سرور معصوم ﷺ سے روایت ہے کہ دعا بندے کی تین باتوں سے خالی نہیں ہوتی۔ (۱) یا اس کا گناہ بخشا جاتا ہے (۲) یا دنیا میں اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے (۳) یا اس کے لیے آخرت میں بھلائی جمع کی جاتی ہے کہ جب بندہ اپنی ان دعاؤں کا ثواب دیکھے گا جو دنیا میں مستجاب ومقبول نہ ہوئی تھیں تو تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی۔ اور سب یہیں کے لیے جمع رہتیں (احسن الدعا وغیرہ) ۱۱۷ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے (ترمذی)۔

مسلمان کا سایہ قیامت کے دن اس کا صدقہ ہو گا (امام احمد)۔

صدقہ خطا کو ایسے دور کرتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے (ترمذی)۔

صدقہ قبر کی حرارت کو دفع کرتا ہے (طبرانی)۔

مسلمان کا صدقہ عمر میں زیادتی کا سبب ہے بری موت کو دفع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی بدولت تکبر اور فخر کو دور فرما دیتا ہے (طبرانی)۔

صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے (طبرانی)

عزیزو! دنیا کے جس مال و متاع سے تمہیں فائدہ نہ پہنچا تو تمہارے کس کام کا۔ تمہارے کام کا تو وہی ہے جو کھالیا پہن لیا۔ یا پھر آخرت کے لیے راہ مولیٰ میں نیک نیتی سے خرچ کر دیا وہ مال کب تمہارا ہے جسے جمع کیا اور دوسروں کے لیے چھوڑ دیا۔

عَنْ اَبِی بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رضی اللہ عنہ اَلظُّلُمَاتُ خَمْسٌ وَالسُّرُجُ لَهَا خَمْسٌ حُبُّ الدُّنْیَا ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا التَّقْوٰی وَالذَّنْبُ ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا التَّوْبَةُ وَالْقَبْرُ ظُلْمَةٌ وَّالسِّرَاجُ لَهَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالْاٰخِرَةُ ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا الْعَمَلُ الصَّالِحُ وَالصِّرَاطُ ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا الْيَقِيْنُ

(ترجمہ): (۱۷۱) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ظلمتیں پانچ قسم کی ہیں اور ان ظلمتوں کو مٹا دینے والے چراغ بھی پانچ طور کے ہیں۔ دنیا کی محبت میں ڈوب جانا ایک تاریکی ہے اور اس کا چراغ خدا ترسی اور پرہیزگاری ہے نافرمانی و گناہ ایک تاریکی ہے اور اس کا چراغ (خدا سے لو لگانا اور) توبہ کرنا ہے۔ قبر بھی ایک ظلمت کدہ ہے (جہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہے) اور اس میں روشنی کا سامان کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد ہے۔ آخرت کا گھر بھی تاریکیوں سے بھرا ہوا گھر ہے اور اس کا چراغ نیک اعمال ہیں۔ اور پل صراط بھی ایک مقام تیرہ و تاریک ہے جس کا چراغ حقانیت اسلام پر یقین کامل ہے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِی اللّٰہُ تعالٰی عنه اَنَّه قال (مَوقُوفًا عَلَیْهِ اومَرْفُوعًا اِلَی النَّبِی صَلی اللّٰه علیه وَسَلَّم) لَوْ لَا اِدِّعَاءُ الغَیْبِ لَشَهِدْتُّ عَلٰی خَمْسٍ نَفَرِاَنهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ الفَقِیْرُ الصَّاحِبُ العِیَالِ وَالمرَاء ةُ الرَّاضِیْ عَنْها زَوْجُهَا وَالْمُتَصِدِّقَةُ بِمَهْرِهَا عَلٰی زوجها وَالرَّاضِی عَنْهُ اَبَوَاه وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ

(ترجمہ) : (۱۱۸) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اور راوی کو اس میں شک ہے کہ یہ خود ان کا قول ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی) کہ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ میری طرف دعوے علم غیب کی نسبت کریں گے تو میں پانچ افراد کے حق میں یقینی گواہی دیتا کہ وہ اہل بہشت سے ہیں۔

ان میں پہلا شخص اہلو عیال والا' مفلس و نادار مسلمان ہے (کہ باوجود حاجت دست سوال نہیں پھیلاتا)۔

دوسری وہ عورت کہ نیک چلن ہو اور اس کا شوہر اس سے ہمیشہ خوش رہے۔

تیسری وہ عورت جو اپنا مہر خوش دلی سے شوہر کو معاف کر دے۔

چوتھا وہ جس کے والدین اس سے خوش رہتے ہوں۔

اور پانچواں وہ شخص جس سے گناہ سرزد ہو جائے تو جتنی جلد ممکن ہو توبہ کرے۔

عَنْ عُثْمان رضی اللہ عنہ خَمْسٌ هُنَّ عَلامَاتُ الْمُتَّقِیْنَ اَوَّلُهَا اَنْ لَا یُجَالِسَ اِلَّا مَنْ یُصْلِحُ الدِّیْنَ مَعَهُ وَیَغْلِبُ الْفَرْجَ وَاللِّسَانَ وَاِذَا اَصَابَهُ شَیْ ءٌ عَظِیْمٌ مِنَ الدُّنْیَا یَرَاهُ وَبَالًا وَاِذَا اَصَابَهُ شَیْ ءٌ قَلِیْلٌ مِنَ الدِّیْنَ اِغْتَنَمَ ذٰلِکَ وَلَا یَمْلَاءُ بَطْنَهُ مِنَ الْحَلَالِ خَوفًا مِنْ اَنْ یُخَالِطَهُ حَرَامٌ وَیَرَی النَّاسَ کُلَّهُمْ قَدْ نَجَوْا وَیَرٰی نَفْسَهُ قَدْ هَلَکَتْ

(ترجمہ) : (۱۱۹) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ پانچ خصلتیں، پرہیزگار نیکو شعار مسلمانوں کی نشانیاں ہیں۔

۱۔ ان کی نشست ۱۱۸ سے وبرخاست، صرف ان مسلمانوں کے ساتھ رہتی ہے جو ان کے دین کی اصلاح کرتے ہوئے ان کا ساتھ دیں۔

۲۔ وہ اپنی شرمگاہ اور اپنی زبان پر غالب رہتے (اور انہیں اپنے قابو میں رکھتے) ہیں۔

۳۔ ان کے ہاتھوں میں کوئی بڑی دنیوی نعمت آجائے تو اسے اپنے لیے بلا و آزمائش کی چیز سمجھتے ہیں اس کے برخلاف کوئی دینی منفعت حاصل ہو تو اسے غنیمت جانتے (اور اسے فضل خداوندی مانتے) ہیں۔

۴۔ وہ حلال غذا بھی اس لیے پیٹ بھر نہیں کھاتے کہ کہیں اس میں حرام کی آمیزش نہ ہو۔

۵۔ اور پانچویں یہ کہ وہ دوسرے تمام مسلمانوں کو اپنے نیک اعمال کے باعث نجات یافتہ تصور کرتے ہیں اور اپنے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ ہماری بدعملیاں ہمیں ہلاک کرڈالنے کے لیے کافی ہیں۔

تشریح : ۱۱۸ سے صحبت و ہمنشینی کا موثر اور اس سے متاثر ہونا احادیث کریمہ سے ثابت ہے خواہ ہم نشین و صحبت باش، متقی و نیکو کار ہو یا بدچلن و بدکار، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "اچھے اور برے ہم نشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا مشک والا یا تجھے مفت دے گا یا تو اس سے مول لے گا۔ اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی۔ اور دھونکنی والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے اس سے بدبو آئے گی (بخاری و مسلم)۔ دوسری حدیث میں فرماتے ہیں ﷺ برا ہم نشین دھونکنے والے کی مثل ہے تجھے اس کی سیاہی نہ پہنچے تو دھواں تو پہنچے گا (ابوداؤد) تیسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مصاحب کو مصاحب پر قیاس کرو (ابن عدی) چوتھی حدیث میں ارشاد

فرمایا کہ برے ہم نشین سے دور بھاگ کہ تو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا (ابن عساکر) پانچویں حدیث شریف میں ہے کہ آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر کسی سے دوستی کرو (ابوداؤد) ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ارشاد فرمایا کہ مصاحبت نہ کرو مگر مومن کی یعنی صرف مومن کامل کے پاس نشست و برخاست رکھو۔ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ تمہارا اچھا ساتھی وہ ہے کہ جب تو خدا کو یاد کرے وہ تیری مدد کرے اور جب تو بھولے تو وہ یاد دلائے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اچھا ہم نشین وہ ہے کہ اس کے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے۔ اس کی گفتگو سے تمہارے نیک عمل میں ترقی ہو۔ اور اس کا قول و فعل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَوْلَا خَمْسُ خِصَالٍ لَصَارَ النَّاسُ كُلُّهُمْ صَالِحِيْنَ اَوَّلُهَا الْقَنَاعَةُ بِالْجَهْلِ وَالْحِرْصُ عَلَى الدُّنْيَا وَالشُّحُّ بِالْفَضْلِ وَالرِّيَاءُ فِي الْعَمَلِ وَالْاِعْجَابُ بِالرَّاْيِ

(ترجمہ): (۱۲۰) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ نے فرمایا کہ اگر لوگوں میں پانچ بدخصلتیں نہ ہوتیں تو سب کے سب نیکوکار اور پارسا ہو جاتے (۱) اپنی جاہلت و بے علمی پر قناعت کرلینا (اور حصول علم کے لیے تگ و دو سے بیٹھ رہنا) (۲) دنیا اور متاع دنیا کی ہوس (کہ اور ملے اور بڑھے) (۳) اپنی ذاتی خوبیوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں انتہائی بخل سے کام لینا۔ (۴) اپنے عمل ۱۱۹؎ میں نمود و نمائش کو شامل کرلینا۔ (۵) اپنی رائے اور تجربے کو دوسروں پر فوقیت دینا۔

تشریح: ۱۱۹؎ عبادت ہو خواہ کوئی اور عمل خیر و کار ثواب؛ اس میں اخلاص قلبی اور نیک نیتی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ عمل میں خلوص نہ ہو اور کام محض دکھاوے کے لیے کیا جائے یہ بالا جماع حرام ہے اسی کا نام ریا ہے۔ اور حدیث شریف میں ریا کو شرک اصغر فرمایا ہے۔ ریاء کی دو صورتیں ہیں اصل عبادت و کار ثواب

ہی ریاء کے لیے انجام دینا مثلاً لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے اور کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو سرے سے پڑھتا ہی نہیں۔ یہ ریائے کامل ہے دوسری صورت یہ ہے کہ اصل عبادت میں ریا نہیں مگر وصف میں ریا ہے مثلاً کوئی نہ ہو تا تب بھی نماز پڑھتا ترک کر دیتا مگر دیکھنے والا موجود ہے تو خشوع و خضوع سے پڑھتا ہے اس کا گناہ پہلی صور سے کم ہے۔

عَنْ جمهُورِ الْعَلَمَاءِ رَحمة اللّٰه تعالٰی عَلَيْهِم اَجْمَعِيْنَ اَنَّ اللّٰهَ تعالٰی اکرمَ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰه عليه وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كرامَاتٍ اَكْرَمَهٗ بِالاسْمِ وَالْجِسْمِ وَالْعَطاءِ وَالْخَطَاءِ وَالرِضَاءِ اَمَّا الْاِسْمُ فَنَا دَاهُ بالرَّسَالةِ وَلَمْ يُنَادِهِ بالاسْمِ كَمانادٰى جَمِيْعَ الْاَنْبِيَاءِ مثل آدمَ وَنُوحٍ وَاِبْرَاهِيْمَ وَغَيْرِهِم

(ترجمہ) : (۱۲۱) تمام علمائے محققین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو پانچ خصوصیتوں سے مشرف فرمایا (کہ حضور سے پہلے کسی کو نہ ملیں یعنی) آپ کو آپ کے اسم گرامی، جسم نورانی، عطائے ربانی خطائے انسانی اور رضائے رحمانی میں سب سے ممتاز کیا۔ سب پر امتیاز دیا آپ کو نام نامی میں یہ امتیاز رکھا کہ آپ کو یاایّھا الرسول کہہ کر وصف رسالت سے خطاب فرمایا جب کہ آدم ۱۲۰ و نوح و ابراہیم اور دوسرے اولوالعزم انبیائے کرام کو ان کا نام لے کر ندا فرمائی۔

تشریح : ۱۲۰ قرآن کریم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ ﷺ سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔ مثلاً یاایّھا النّبیّ یاایّھا الرّسُولُ یاایّھا الْمُزَّمِّلُ یاایّھا الْمُدَّثِّرُ یٰس۔ طٰہٰ علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمائے کہ اے مقرب حضرت! اے نائب سلطنت، اے صاحب عزت! اے سردار مملکت! تو کیا کسی طرح محل ریب و شک باقی رہے گا اور کیا اس میں کسی وہم و گمان اور شک و شبہ کی گنجائش

رہے گی کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت والا ہے۔ اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد و اراکین سلطنت سے بڑھ کر پیارا ہے غرض ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جوان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداہتہ حضور سید المرسلین و انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یادم ست باپدر انبیاء خطاب
یایہا النبی خطاب محمد ست

وَاَمَّا الْجِسْمُ فَاِذَا دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَاَجَابَ هُوَ بِنَفْسِهٖ عَنْهُ وَلَمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ لِسَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ

(ترجمہ) : اور آپ کے جسم نورانی کو ممتاز کیا (اور آپ کی شخصیت کو سب پر تفوق دیا) اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (دین کی برتری کے لیے) جب بھی بارگاہ الٰہی میں دست سوال دراز کیا' مولائے کریم نے انہیں بہ نفس نفیس اس کا جواب دیا (اور انہیں ان کی مراد بخشی انہیں بامراد و شاد کام فرمایا) جب کہ دوسرے انبیائے کرام سے یہ معاملہ نہ فرمایا۔

وَاَمَّا الْعَطَاءُ فَاَعْطَاهُ بِلَا سُوَالٍ وَاَمَّا الْخَطَاءُ فَذَكَرَ الْعَفْوَ قَبْلَ ذَنْبِهٖ حَيْثُ قَالَ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ وَاَمَّا الرِّضٰى فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فِدْيَتَهٗ وَلَا صَدَقَتَهٗ وَلَا نَفَقَتَهٗ كَمَا رَدَّهَا عَلٰى اَسَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ

(ترجمہ) : اور عطا و بخشش میں خصوصیت کا عالم یہ ہے کہ اس نے آپ کو بلا سوال مرحمت [۱۳۱] فرمایا۔ اور خطائے انسانی میں آپ کو یہ خصوصیت مرحمت فرمائی کہ آپ کی کسی لغزش سے پہلے' عفو و بخشش کا ذکر فرمایا جیسا کہ آیہ کریمہ عفا اللہ عنک سے عیاں ہے۔ اور رضا طلبی کا بیان یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے نہ آپ کا فدیہ رد کیا۔ اور نہ آپ کا صدقہ و نفقہ (جو آپ نے راہ مولیٰ میں دیا) جب کہ دوسرے انبیائے کرام کے ساتھ جداگانہ معاملہ فرمایا۔

تشریح: ۱۲۱؎ ان کا رب عزوجل ان سے خطاب فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائی ہیں" آیہ کریمہ میں کوثر بروزن فوعل ہے اور یہ وزن مبالغہ کے لیے آتا ہے۔ لفظ کثرت تو خود ہی فراوانی' افزونی کے معنی میں ہے جب اسے بھی بروزن مبالغہ استعمال کیا گیا تو اس کے معنی کثرت بالائے کثرت اور فراوانی اور افزونی پرا افزونی ٹھہرے یعنی بے انتہا کثرت' غیر محدود و کثرت اور بے شمار کثرت کہ کسی کے وہم و گماں میں نہ سما سکے۔

اس میں وہ اخلاق حمیدہ خصائل برگزیدہ' محاسن جمیلہ' محامد جلیلہ بھی شامل ہیں جن سے حضور اقدس ﷺ کو نوازا گیا۔ اور وہ نامتناہی احسانات و غیر محدود انعامات بھی داخل ہیں جن سے آپ کو سب سے مشرف و ممتاز فرمایا گیا۔ اس خیر کثیر میں دنیا و آخرت کی وہ ساری نعمتیں سارے انعامات بھی آجاتے ہیں جو آپ کو مرحمت فرمائے گئے اور عنایت فرمائے جائیں گے۔ آپ کو حسن ظاہر بھی دیا حسن باطن بھی نبوت عامہ کاملہ شاملہ بھی۔ کتاب حکیم قرآن عظیم اور علم و حکمت بھی۔ شفاعت عظمیٰ بھی اور حوض کوثر بھی مقام محمود بھی اور کثرت امت بھی۔ اعدائے دین پر غلبہ بھی۔ اور کثرت فتوح بھی کثرت علوم بھی اور کثرت معارف اسلام بھی اور متبعین اسلام بھی۔ دنیا و آخرت کے تمام خزانے زمین و آسمان کے تمام خزینے بھی اور ان کی کنجیاں بھی غرض دینے والے نے انہیں سب کچھ دے کر انہیں مالک و مختار بنا دیا کہ جسے جو چاہیں دیں۔

۱۲۲؎ عَفَا اللّٰہُ عَنۡکَ سے ابتدائے کلام وافتتاح خطاب مخاطب کی تعظیم و تکریم اور اکرام و توقیر میں مبالغہ کے لیے ہے اور زبان عرب میں یہ عرف شائع ہے کہ مخاطب کی تعظیم کے موقع پر ایسے کلمات استعمال کیے جاتے ہیں۔ مقصود آیہ کریمہ سے یہ ہے کہ اے محبوب! اللہ تمہیں معاف فرمائے۔ گناہ سے تو تمہیں واسطہ ہی نہیں۔ جو کچھ ہوا وہ خلاف اولیٰ اور خلاف احتیاط تھا۔ تو لفظ عفو سے گناہ کا سرزد ہونا لازم نہیں آتا۔ علماء فرماتے ہیں کہ جس نے اسے عتاب قرار دیا اس نے غلطی کی۔

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عَمۡرِو بۡنِ الۡعَاصِ ؓ خَمۡسٌ مَنۡ کُنَّ فِیۡہِ

سعِدَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَوَّلُهَا اَنْ یَّذْکُرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحمدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَقْتًا بَعْدَ وَقْتٍ وَاِذَا ابْتُلِیَ بِبَلِیَّةٍ قَالَ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ العظیم وَاِذَا اُعْطِیَ بِنِعْمَةٍ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ شُکْرًا لِلنِّعْمَةِ وَاِذاابتداء فِی شَیْءٍ قَال بِسْمِ اللّٰهِ الرحمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاِذَا اَفْرَطَ مِنْهُ ذَنْبًا قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

(ترجمہ) : (۱۳۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جو ان کا عادی ہو جائے تو دنیا و آخرت دونوں میں نیک بخت بن جائے (۱) وقتا فوقتا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتا رہے (۲) جب کسی ناگہانی آفت میں مبتلا ہو جائے تو (صبر اختیار کرے اور) یہ کلمے پڑھتا رہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم (ہم اور ہمارا سب کچھ اللہ کی ملک ہے اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے اور نہیں ہے گناہ سے بچنے کی طاقت اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ عظیم کی طرف سے (۳) جب کسی نعمت سے بہرہ ور ہو تو شکر بجا لائے اور الحمد للہ رب العلمین پڑھے۔ (۴) جب کسی کام کا آغاز کرے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کرے۔ اور (۵) جب کوئی برائی سرزد ہو جائے تو (توبہ کرے اور) زبان سے یہ کلمے ادا کرے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ (میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں رجوع لاتا ہوں)۔

عَنِ الْحَسَنِ الْبَصَرِیْ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهٗ قَالَ مَکْتُوْبٌ فِی التَّوْرَاةِ خَمْسَةُ اَحْرُفٍ اَنَّ الْغِنْیَةَ فِی الْقَنَاعَةِ وَاَنَّ السَّلَامَةَ فِی الْعُزْلَةِ وَاَنَّ الْحُرِّیَّةَ فِی رَفْضِ الشَّهَوٰتِ وَاَنَّ التَّمَتُّعَ فِیْ اَیَّامٍ طَوِیْلَةٍ وَاَنَّ الصَّبْرَ فِیْ اَیَّامٍ قَلِیْلَةٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتِكَ قَبْلَ سَقمِكَ وَغِناكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَحَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ وَفَراغَكَ قَبْلَ شُغلِكَ

(ترجمہ) : (۱۲۳) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ تورات میں پانچ نصیحت آمیز یہ کلمے مرقوم ہیں۔ تونگری قناعت میں ہے سلامتی گوشہ تنہائی میں ہے۔ عزت ووقعت، خواہشات کے ترک میں ہے۔ اور دنیوی دولت وثروت سے حقیقتہ فائدہ اٹھانا مدت دراز میں ہے (تاکہ آج کا کیا دھرا کل کام آئے) اور صبر کرنا قلیل مدت میں ہے (کہ دنیا چند روزہ ہے)۔

(۱۲۴) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو (اور ان سے فائدہ حاصل کرو) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے تندرستی کو بیماری سے پہلے تونگری اور فراخدستی کو ناداری وتنگدستی سے پہلے زندگی کو اپنی موت سے پہلے اور اپنی فرصت کو اپنی مصروفیت سے پہلے۔

عَنْ يَحْيٰى بن مَعاذِ نِ الرَّازِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَنْ كَثُرَ شَبْعُهُ كَثُرَ لَحْمُهُ وَمَن كَثُرَ لَحْمُهُ كَثُرَتْ شَهْوَتُهُ وَمَنْ كَثُرَتْ شَهْوَتُهُ كَثُرَتْ ذُنُوبُهُ وَمَنْ كَثُرَتْ ذُنُوبُهُ قَسٰى قَلْبُهُ وَمَنْ قَسٰى قَلْبُهُ غَرِقَ فِي آفاتِ الدُّنْيا وَزِيْنَتِهَا عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ اَنَّهٗ قَالَ اِخْتَارَ الْفُقَراءُ خَمْسًا وَّاخْتَارَ الْاَغْنِيَاءُ خَمْسًا اِخْتَارَ الْفُقَرَاءُ رَاحَةَ النَّفْسِ وَفَرَاغَةَ الْقَلْبِ وَعُبُودِيَّةَ الرب وَخِفَّتَ الحِسَابِ وَالدَّرَجَةَ الْعُلْيَا۔

(ترجمہ) : (۱۲۵) حضرت یحیٰی بن معاذ رازی کا مقولہ ہے کہ جو شکم سیر (پیٹ بھر) کھانے کا عادی ہو جاتا ہے اس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے۔ اور جس کے بدن پر گوشت چڑھ جاتا ہے وہ شہوت پرست ہو جاتا ہے اور جو شہوت پرستی میں بڑھ جاتا ہے اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور جس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں

اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ دنیا کی آفتوں اور رنگینیوں میں غرق رہتا ہے۔ (اور انجام کار تباہی و بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے)۔

(۱۲۶) حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں درویشوں نے پسند کیں اور پانچ باتیں دنیا دار تونگروں نے۔ درویشوں نے جو عادتیں اختیار کیں وہ یہ ہیں اپنی جسم و جان کی راحت (ابدی۔ جو جنت میں نصیب ہوگی) طمانیت و سکون قلبی اپنے مولیٰ کی پرستش و بندگی آخرت میں حساب و کتاب کی آسانی اور (بفضلہ تعالیٰ) بلند درجات پر ترقی اور تونگروں نے جن پانچ خصلتوں کو اپنے لیے منتخب کیا وہ یہ ہیں۔ جسم و جان کے لیے مشقت (دنیوی تفکرات میں) اول کی مشغولیت کسب دنیا میں مصروفیت (مال و منال کے باعث حساب میں سختی و شدت اور (اپنی ہوس دنیاداری کی پاداش میں) پست منزلت۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْنطاكِي رَحِمَهُ اللّٰهُ خَمْسَةٌ هُنَّ مِنْ دَوَاءِ الْقَلْبِ مُجَالَسَةُ الصَّالِحِيْنَ وَقِرَاءَةُ الْقرآنِ وَخَلَاءُ الْبَطْنِ وَقِيَامُ اللَّيْلِ وَالتَّضَرُّعُ عندالصَّبَاحِ

(ترجمہ) : (۱۲۷) حضرت عبداللہ انطاکی کا قول ہے کہ پانچ خصلتیں بیمار دلوں کے لیے موثر دوائیں ہیں۔ صالحین کی ہم نشینی و قربت قرآن کریم کی تلاوت شکم سیری سے پرہیز نماز تہجد کی پابندی ۱۲۷؎ اور شب کے آخری حصہ میں گریہ و زاری۔

تشریح: ۱۲۷؎ رات میں بعد نماز عشاء جو نوافل پڑھے جائیں ان کو صلاۃ اللیل یا قیام اللیل کہتے ہیں۔ اسی صلوٰۃ اللیل کی ایک قسم نماز تہجد ہے البتہ فرض عشاء و سنن کے بعد سو کر اٹھنا اس کے لیے ضروری ہے۔ سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں اور جتنا بھی پڑھیں وہ تہجد نہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں مروی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ رب عزوجل ہر رات میں جب پچھلی تہائی باقی رہتی ہے۔ آسمان دنیا پر تجلی خاص فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے

ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں ۔ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی بخشش کردوں۔" اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مرد مسلمان (خواہ عورت) اس ساعت میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جو بھلائی مانگے وہ اسے دے گا اور یہ ہر رات میں ہے۔" بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں حضور ﷺ قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے۔ اس وقت منادی پکارے گا۔ کہاں ہیں وہ جن کی کروٹیں خواب گاہوں سے جدا ہوتی تھیں۔ وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے۔ یہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے پھر اور لوگوں کے لیے حساب کا حکم ہوگا۔"

چند مسائل : (۱) کم از کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور حضور اقدس ﷺ سے آٹھ تک ثابت۔

(۲) جو شخص دو تہائی رات سونا چاہے اور ایک تہائی عبادت کرنا اسے افضل یہ ہے کہ پہلی اور پچھلی تہائی میں سوئے اور یہ بیچ کی تہائی میں عبادت کرے اور اگر نصف شب سونا اور نصف شب جاگنا چاہے تو پچھلی نصف میں عبادت افضل ہے۔

(۳) جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اسے چھوڑنا مکروہ ہے کہ فرمایا اعمال میں زیادہ پسند اللہ عزوجل کو وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

عَنْ جَمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ اَنَّ الْفِكْرَةَ عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجَهٍ فِكْرَةٌ فِ آيَاتِ اللّٰهِ يَتَوَلَّدُ مِنْهَا التَّوْحِيْدُ وَالْيَقِيْنُ وَفِكْرَةٌ فِيْ آلَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَتَوَلَّدُ مِنْهَا الْمَحَبَّةُ وَفِكْرَةٌ فِيْ وَعْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَتَوَلَّدُ مِنْهَا الرَّغْبَةُ وَفِكْرَةٌ فِيْ وَعِيْدِ اللّٰهِ تعالٰى يَتَوَلَّدُ مِنْهَا الْهَيْبَةُ وَفِكْرَةٌ فِيْ تَقْصِيْرِ نَفْسِهٖ عَنِ الطَّاعَةِ مَعَ اِحْسَانِ اللّٰهِ اِلَيْهِ يَتَوَلَّدُ مِنْهَا الْحَيَاءُ

(ترجمہ) : (۱۲۸) جملہ علمائے کرام اس امر پر متفق ہیں کہ فکر و تدبر پانچ قسم پر

ہے آیات الٰہیہ (جن میں خود انسانی تخلیق اعلیٰ درجہ کی آیت و نشانی ہے۔ ان) میں غور کرنا اس سے توحید باری اور اس پر کامل یقین کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور آسائش پر غور کرنا اس سے محبت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ (۳) خدائے بزرگ و برتر کے وعدوں پر غور کرنا اس سے شوق ملاقات میں اضافہ ہوتا ہے۔ (اور اس سے مقام محبت ملتا ہے) (۴) اللہ تعالیٰ کی وعیدوں (اور مقررہ بیان کردہ سزاؤں) میں غور و فکر کرنا اس سے ہیبت اور خشیت الٰہی پیدا ہوا ہوتی ہے۔

(۵) اپنی نافرمانیوں اور کوتاہیوں میں غور کرنا جو باوجود عطائے خداوندی اس سے سرزد ہوتی ہیں اس سے حیاء شرم پیدا ہوتی ہے۔

عَنْ بَعْضِ الحكماءِ بَيْنَ يَدَى التَّقْوىٰ خَمْسُ عَقَباتٍ مَنْ جَاوَزَهَا نَالَ التَّقْوىٰ اَوَّلُهَا اِخْتِيارُ الشِّدَّةِ عَلَى النِّعْمَةِ وَثَانِيهَا اِخْتِيارُ الْجُهْدِ عَلَى الرَّاحَةِ وما لُها اِخْتِيارُ الذُّلِّ عَلَى الْعُزُورِ وَرَابِعُهَا اِخْتِيارُ السُّكُوتِ عَلَى الفُضُولِ وَخَامِسُهَا اِخْتِيارُ الْمَوْتِ عَلَى الحَيٰوةِ

(ترجمہ) : (۱۲۹) ایک بندہ حق نوا کا مقولہ ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری کے حصول کی راہ میں پانچ دشوار گزار تنگ و تار' راہوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جو ان راستوں سے امن و سلامتی سے گزر جائے گا۔ تقویٰ و پارسائی کی لازوال دولت اسے دستیاب ہو جائے گی (اور جو ہچکچا کے رہ گیا' وہ رہ گیا ادھر) ان میں پہلی گھاٹی یہ ہے کہ مشقت و شدت کو تن آسانی و نعمت پر ترجیح دے دوسری گھاٹی یہ ہے کہ سعی و کوشش کو راحت و آرام پر مقدم رکھے۔ تیسری گھاٹی یہ ہے کہ تواضع و فروتنی کو کبر و نخوت پر فوقیت دے۔ چوتھی گھاٹی یہ ہے کہ سکوت و خاموشی کو ہرزہ سرائی اور لغو گوئی پر اختیار کرے۔ اور پانچویں گھاٹی یہ ہے کہ (فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی ہو تو) اپنی موت ۱۲۸؎ کو (اپنی پر آشوب)

زندگی سے زیادہ وقعت واہمیت دے۔

تشریح: ۱۲۸۔ رنج ومصیبت سے گھبرا کر اپنے مرنے کی تمنا و آرزو کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ اے عزیز! وہاں کے لیے کیا جمع کیا کہ یہاں سے بھاگتا ہے۔ اگر موت کی شدت و سختی سے واقف ہو تو آرزو کرے کہ کاش تمام دنیا کی تکلیف مجھ پر ہو اور چند روز موت سے مہلت ملے۔ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں رنج کے سبب سے موت کی آرزو نہ کرو اگر ناچار ہو جاؤ تو یہ کہو اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًالِّي وَتَوَفَّنِي اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًالِّي خدایا مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہے۔ اور مجھے وفات دے جس وقت موت میرے حق میں بہتر ہو۔"

ایک شخص نے پوچھا بہتر لوگوں کون ہیں؟ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور کام اچھے۔ عرض کی بدتر لوگوں میں کون ہے۔ فرمایا جس کی عمر بڑی ہو اور کام برے" پس نیکو کار کے واسطے زندگی نعمت اور بدکار کے لیے عمر دراز نِقمت (عذاب ووبال) اور رنج ومصیبت سے گھبرانے کی قید' اس لیے ہم نے ذکر کیا کہ آرزو وتمنائے موت اگر وصل الٰہی کے کمال شوق اور بندگان صالحین سے ملاقات کے اشتیاق کے باعث ہو تو یہ درست ہے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کرتے ہیں تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَاَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ اسی طرح جب دین میں فتنہ دیکھے تو اپنے مرنے کی دعا اور موت کی چاہت جائز ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیوی مضرتوں مصیبتوں سے بچنے کے لیے موت کی تمنا ناجائز ہے۔ اور دینی مضرتوں کا اندیشہ ہو تو جائز ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّجْوىٰ يُحَصِّنُ الْاَسْرَارَ وَالصَّدَقَةُ تُحَصِّنُ الْاَمْوَالَ وَالْاِخْلَاصُ يُحَصِّنُ الْاَعْمَالَ وَالصِّدْقُ يُحَصِّنُ الْاَقْوَالَ وَالْمَشْوَرَةُ تُحَصِّنُ الْآرَاءَ

(ترجمہ): (۱۳۰) نبی کریم ﷺ سے مروی کہ آپ نے ارشاد فرمایا سرگوشی درازداری' تمام بھیدوں کی حفاظت کرتی ہے۔ صدقہ وخیرات مال ودولت کو تباہی سے بچاتا ہے۔ اخلاص ونیک نیتی اعمال صالحہ کو اپنی حفاظت میں لے لیتی

ہے۔ زبان کی سچائی آدمی کے کلام کو بے اعتباری سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور باہمی مشورے سے کسی کام کو انجام دینا رائے و تدبیر کو برباد نہیں ہونے دیتا۔ (ایک کی رائے میں کوئی خامی ہوتی ہے تو دوسرے کی رائے سے اس کی اصلاح و تلافی ہو جاتی ہے۔ اور نقص دور ہو جاتا ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ علیه السَّلَامُ اِنَّ فِی جَمْعِ الْمَالِ خَمْسَةَ اَشْیَاءَ الْعِنَاءُ فِی جَمْعِهٖ وَالشُّغْلُ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ بِاِصْلَاحِهٖ وَالْخَوْفُ مِنْ سَالِبِهٖ وَسَارِقِهٖ وَاِحْتِمَالُ اِسْمِ الْبَخِیْلِ لِنَفْسِهٖ وَمُفَارَقَةُ الصَّالِحِیْنَ مِنْ اَجَلِهٖ وَفِی تَفْرِیْقِهٖ خَمْسَةَ اَشْیَاءَ رَاحَةُ النَّفْسِ مِنْ طَلَبِهٖ وَالْفِرَاغُ لِذِکْرِ اللّٰهِ مِنْ حِفْظِهٖ وَالْاَمْنُ مِنْ سَالِبِهٖ وَسَارِقِهٖ وَاکْتِسَابُ اسْمُ الْکَرِیْمِ لِنَفْسِهٖ وَمُصَاحَبَةُ الصَّالِحِیْنَ لِفِرَاقِهٖ

(ترجمہ) : (۱۳۱) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مال دولت کی تحصیل میں پانچ آفتیں پوشیدہ ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی اس کی ہوس و طلب میں مارا مارا پھرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی نگرانی و حفاظت آدمی کو یاد الٰہی سے غافل کر دیتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس مال کے چھن جانے یا چوری ہو جانے کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ اسے بخیل جیسے بدلقب سے لوگوں میں شہرت پا جانے کا خطرہ و احتمال رہتا ہے اور پانچویں آفت یہ ہے کہ اس کی بدولت، صالحین کی صحبت و ہم نشینی سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ اور (ان تمام امور کے برخلاف) مال و دولت سے فرقت و کنارہ کشی اختیار کر لی جائے تو آدمی کو پانچ فائدے ہاتھ آتے ہیں (۱) مال کی ہوس میں مشقتوں سے نجات (۲) اس کی نگہداشت و حفاظت میں صرف ہونے والے وقت کی بچت اور ذکر الٰہی کے لیے فراغت (۳) مال کے چھن جانے، یا چوری ہو جانے کے تفکرات سے دل کا مامون و مطمئن ہونا (۴) (راہ مولیٰ میں مال، فقراء پر تقسیم کر دینے کے باعث) یہ احتمال

کہ لوگ اسے سخی کہیں گے۔ (۵) اور یہ کہ اسے اطمینان سے بندگان صالح کی ہم نشینی و قربت نصیب ہوگی۔

عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَايَجْتَمِعُ فِي هٰذَا الزَّمَانِ لِاَحَدٍ مَالٌ اِلَّا وَعِنْدَهٗ خَمْسُ خِصَالٍ طُوْلُ الْاَمَلِ وَحِرْصٌ غَالِبٌ وَشُحٌّ شَدِيْدٌ وَقِلَّةُ الْوَرَعِ وَنِسْيَانُ الاٰخِرَةِ

(ترجمہ) : (۱۳۲) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آج کے اس دور میں جس شخص کی ملکیت میں مال وزر آجائے تو اس کے ساتھ ہی یہ پانچ خصلتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی۔ امنگوں اور آرزوؤں کا طولانی سلسلہ حرص وہوس کا اس کی ذہنیت پر غلبہ انتہائی بخل اور کنجوسی کا ذخیرہ بے مائگی اور ناخدا ترسی اور آخرت کی گرفت سے لاپرواہی و فراموشی۔

قال القائل :

یا خاطِبَ الدُّنیا اِلٰی نَفْسِہٖ اِنَّ لَھَا فِی کُلِّ یَوْمٍ خَلِیْلا

تَسْتَنْکِحُ الْبَعْلَ وَقَدْ وطِئَتْ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ مِنْہ بَدِیْلا

ما اقبلَ الدُّنیا لِخُطَّابِھَا لِقَتْلِھِمْ قَتِیْلاً قَتِیْلا

اِنّی لَمُغْتَرٌّ وَاَنَّ الْبَلَاءَ یَعْمَلُ فی جِسْمِی قَلِیْلاً قَلِیْلا

تَزَوَّدُو اِللْموتِ زادًا فَقَدْ نَادَی الْمُنَادِی الرَّحِیْلَ الرَّحِیلا

کسی شاعر نے کیسے اچھے انداز میں یہ مضمون باندھا ہے کہ۔

۱۔ اے دنیاوں کے طلبگار! یہ دنیا تیری نہیں بن سکی یہ ہر روز اپنا نیا شیدائی ڈھونڈ لیتی ہے (اور توجہ کسی پر نہیں دیتی)۔

۲۔ یہ روز نیا شوہر بناتی ہے۔ اور ہر شوہر سے قربت کے مزے لوٹ کر (اسے ناکارہ بنا کر) چھوڑ دیتی اور دوسرے کو اس کا قائم مقام بنا لیتی ہے۔

۳۔ یہ بدکارہ اپنے خواہشمندوں کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ (اپنے جان گداز و دل فریب ناز و انداز سے اسے لبھا کر) آہستہ آہستہ ان کی جان لے لیتی

ہے۔

۴۔ ہم فریب نفس میں مبتلا ہیں اور دنیوی بلائیں تھوڑا تھوڑا زہر ہمارے جسموں میں پیوست کر رہی ہیں۔

۵۔ اے بندگان خدا، سفر آخرت کے لیے توشہ تیار رکھو کہ ہاتف غیبی بار بار کوچ کا اعلان کر رہا ہے۔

عَنْ حَاتِمِ الْاَصَمِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالٰی اَنَّهُ قَالَ اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطٰنِ اِلَّا فِي خَمْسِ مَوَاضِعَ فَاِنَّهَا مِنْ سُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وسلم اِطْعَامُ الضَّيْفِ اذا نَزَلَ تَجْهِيزُ الْمَيِّتِ اِذَا مَاتَ وَتَزْوِيْجُ الْبِنْتِ اِذَا بَلَغَتْ وَقَضَاءُ الدَّيْنِ اِذَا وَجَب وَالتَّوبَةُ مِنَ الذَّنْبِ اذا فرط

(ترجمہ) : (۱۳۳) حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ عجلت پسندی اور ہر کام میں جلد بازی، شیطان کی جانب سے ہے۔ مگر پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں جلدی کرنا (اور ٹال مٹول نہ کرنا) نبی کریم ﷺ کی سنت کریمہ ہے۔

۱۔ گھر میں مہمان آجائے تو جلد از جلد اسے کھانا پیش کرنا (نہ معلوم سفر میں اسے کب اور کہاں کھانا میسر ہوا۔ بلکہ ملا بھی یا نہیں)۔

۲۔ کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو اس کے نہلانے، کفن پہنانے اور دفنانے کا جلدی بندوبست کرنا۔

۳۔ لڑکی بالغ ہو جائے اور اچھی جگہ سے پیام آئے تو بلا دریغ اس کی شادی سے فارغ ہو جانا۔

۴۔ کسی کا قرض آتا ہو تو جب ادائیگی میسر ہو کسی تاخیر کے بغیر اسے ادا کر دینا۔

۵۔ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو پہلی فرصت میں توبہ شرعیہ ۱۲۹ بجا لانا۔

تشریح: ۱۲۹؎ یعنی توبہ صادقہ۔ جس کا اثر توبہ کرنے والے اعمال میں ظاہر ہو۔ اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور گناہوں سے مجتنب اور دور و نفور رہے۔ یہی توبہ نصوح ہے اور اسی کے بارے میں حضرت عمر فاروق اعظم اور دوسرے صحابہ کرام نے فرمایا کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے۔ اور کوئی خواہش اسے معصیت و نافرمانی پر آمادہ نہ کر سکے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ' پھر تھن میں واپس نہیں آسکتا۔

اور یہ بات اس سے قبل بھی بیان کی جا چکی ہے کہ توبہ کرنے سے مراد ہے باز آنا۔ نادم ہونا اور عزم ترک کے ساتھ عذر خواہی کرنا' تو جو لوگ اپنی بد کرداریوں پر قائم رہیں ان پر اصرار کریں اور محض دکھاوے کے لیے زبان سے توبہ توبہ کرتے رہیں۔ ان پر سزا بھی قائم رہتی ہے توبہ اور قبول توبہ کا مضمون قرآن کریم میں بار بار آیا ہے اور بعض مقامات پر توبہ کے ساتھ قید اصلاح احوال کی لگی ہوئی ہے یعنی جو گناہ ان سے سرزد ہوئے ان سے باز آجائے اور اپنے احوال کی اصلاح بھی کرلیں اور ان پر توبہ کے آثار بھی نمایاں ہو جائیں تو اب سمجھنا چاہیے کہ وہ توبہ کر چکے اور دل سے ان بد کرداریوں سے باز آچکے۔

اس لیے اب ان بداعمالیوں پر اسے ملامت نہ کی جائے گی۔ حدیث شریف میں فرمایا اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ جو گناہ سے توبہ کرلے (کہ جو کر چکا) اس پر ندامت ہو اور مستقبل میں ترک معصیت پر عزم بالجزم ہو) تو وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا۔" اور توبہ میں تاخیر کرتے رہنا یہ شان مسلم کے خلاف ہے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الدُّوْرِيِّ شَقِيَ اِبْلِيْسُ بِخَمْسَةِ اَشْيَاءَ لَمْ يُقِرَّ بِالذَّنْبِ وَلَمْ يَنْدَمْ وَلَمْ يَلُمْ نَفْسَهُ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَى التَّوْبَةِ وَقَنَطَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَسَعِدَ اٰدَمُ بِخَمْسَةِ اَشْيَاءَ اَقَرَّ بِالذَّنْبِ وَنَدِمَ عَلَيْهِ وَلَامَ نَفْسَهُ وَاَسْرَعَ فِي التَّوْبَةِ وَلَمْ يَقْنُطْ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ

(ترجمہ) : (۱۳۴) حضرت محمد بن دوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ

پانچ نالائق حرکتوں کے باعث ابلیس لعین' ابدی مردود وبدبخت بنا نہ اس نے اپنے گناہ ونافرمانی کا اقرار کیا۔ نہ اس پر شرمسار ونادم ہوا' نہ اس پر اپنے نفس کو ملامت کی۔ نہ توبہ پر آمادہ ہوا بلکہ اور رحمت سے ناامید ہو گیا۔

جب کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے ابدی سعادت ونیک بختی' پانچ خوبیوں کی بدولت حاصل کی۔ (۱) آپ نے اپنی خطا ولغزش کا اعتراف کیا۔ (۲) اس پر نادم وپشیمان ہوئے۔ (۳) اپنی فروگذاشت پر خود کو ملامت کی۔ (۴) توبہ استغفار میں بلادریغ مصروف ہو گئے (۵) اور رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہوئے (یہی طریقہ ومعمول بنی آدم کا ہونا چاہیے کہ اپنی کوتاہی کا اقرار کرے۔ شرمسار ونادم ہو۔ خود کو ملامت کرے اور توبہ میں مصروف رہے رحمت حق سے مایوس نہ ہو)۔

۱۳۰۔ طبرانی وحاکم وابو نعیم وبیہقی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے **مرفوعاً** روایت کی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا تو آپ فکر توبہ میں حیران تھے۔ اس پریشانی کے عالم میں یاد آیا کہ وقت پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا کہ عرش پر لکھا ہے **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** میں سمجھا تھا کہ بارگاہ الٰہی میں وہ مرتبہ کسی کو نصیب نہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ عرش پر مکتوب فرمایا' لہٰذا آپ نے اپنی دعا میں **رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا الآیہ** (یعنی اپنے قصور وخطا کے اعتراف) کے ساتھ یہ عرض کیا کہ **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ خَطِيْئَتِیْ** (یارب میں تجھ سے تیرے بندہ خاص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ ومرتبت کے طفیل میں اور اس کرامت وعزت کے صدقہ میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں یہ دعا کرنی تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی۔

تنبیہہ ضروری: ظلم کے معنی ہیں کسی شے کو بے محل وضع کرنا یہ ممنوع ہے۔ اور انبیائے کرام معصوم ہیں۔ ان سے گناہ سرزد ہوتا نہیں۔ اس لیے یہاں ظلم خلاف اولیٰ کے معنی میں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ مالک ومولیٰ

ہے جو چاہے فرمائے۔ اس میں ان کی عزت ہے دوسرے کی کیا مجال کہ خلاف ادب کلمہ زبان پر لائے۔ ہمیں تعظیم و توقیر اور ادب و طاعت کا حکم فرمایا ہم پر یہی لازم ہے اور تواضع وانکسار کے کلمات کو اپنی جرات کے لیے سند بنانا، انتہائی بے باکی و جسارت ہے۔

عَنْ شَقِيْقِ نِ الْبَلْخِي رَحِمهُ اللّٰهُ تعالٰى اَنَّهٗ قَالَ عَلَيْكُمْ بِخَمْسِ خِصَالٍ فَاعْمَلُوهَا اُعْبُدُوا اللّٰهَ بِقَدْرِ حَاجَتِكُمْ اِلَيْهِ وَخُذُوا مِنَ الدُّنْيَا بِقَدْرِ عُمْرِكُمْ فِيْهَا وَاَذْنِبُوا اللّٰهَ بِقَدْرِ طَاقَتِكُمْ عَلٰى عَزَابِهٖ وَتَزَوَّدُوا فِي الدُّنْيَا بِقَدْرِ مَكْثِكُمْ فِي الْقَبْرِ وَاعْمَلُوا الْجَنَّةِ بِقَدْرِ تُرِيْدُونَ الْقِيَامَ فِيْهَا

(ترجمہ) : (۱۳۵) حضرت شقیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا پانچ باتوں کا التزام کرو اور ان پر ہمیشہ کاربند رہو (۱) اپنی حاجت کے مطابق اپنے اللہ عزوجل کی پرستش کرو (اور ضرورتیں تمہارے دم کے ساتھ ہیں تو پھر بندگی رب تعالیٰ سے غفلت کیسی) (۲) دنیا کا اتنا ہی سازوسامان لو جو تمہیں تمہاری عمر ختم ہونے تک کام آئے (اور موت کا وقت معلوم نہیں تو ہوس کا حاصل، یہی تعب و مشقت ہے) (۳) خداوند قدوس کی نافرمانی اسی حد تک کرو جس حد تک تم اس کا عذاب برداشت کر سکتے ہو (اور آخرت کی جانکاہ آفتوں کی برداشت کون کر سکتا ہے تو پھر یہ شب و روز و نافرمانیاں کیوں) (۴) دنیا سے اتنا ہی توشہ لو، جو قبر میں قیام تک تمہارے کام آئے (مگر وہ توشہ تو اعمال صالحہ کا ہے۔ دنیا وہاں کام نہ آئے گی تو بیش از بیش طاعت و عبادت میں مصروف رہو) (۵) جنت میں جیسا مقام و مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہو اسی اعتبار سے نیکیاں اور بھلائیاں کماؤ۔

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهُ رَاَيْتُ جَمِيْعَ الْاَخِلَّاءِ فَلَمْ اَرَ خَلِيْلًا اَفْضَلَ مِنْ حِفْظِ اللِّسَانِ وَرَاَيْتُ جَمِيْعَ اللِّبَاسِ فَلَمْ اَرَ لِبَاسًا اَفْضَلَ مِنَ الْوَرَعِ وَرَاَيْتُ جَمِيْعَ الْمَالِ فَلَمْ

اَرَمَالاً اَفْضَلَ مِنَ الْقَنَاعَةِ وَرَاَیْتُ جَمِیْعَ الْبِرِّ فَلَمْ اَرَبِرًّا اَفْضَلَ مِنَ النَّصِیْحَةِ وَرَاَیْتُ جَمِیْعَ الْاَطْعِمَةِ فَلَمْ اَرَ طَعَامًا اَلَذَّمِنَ الصَّبْرِ

(ترجمہ) : (۱۳۶) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ میں اپنے تمام خیر خواہوں اور چاہنے والوں کو پرکھ کر دیکھ لیا۔ لیکن زبان کی نگہداشت سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہ پایا۔ میں نے تمام پوشاکوں کا معائنہ کر لیا لیکن تقویٰ سے بہتر میں نے کوئی پوشاک نہ دیکھی ہر قسم کا دنیوی مال و متاع میرے ملاحظہ میں آیا لیکن قناعت سے برتر میں نے کوئی دولت نہ پائی۔ ہر قسم کی نیکوکاریاں اور اطاعت گزاریاں' میرے مشاہدے سے گزریں لیکن میں نے خیر خواہی و خیر سگالی سے بہتر کوئی نیکی نہ دیکھی اور میں نے انواع و اقسام کے بہترین کھانوں کا تجربہ کیا لیکن جو ذائقہ میں نے صبر و تحمل میں پایا وہ کہیں میسر نہ آیا۔ (غرض زبان' بہترین خیر خواہ ہے' تقویٰ بہترین پوشش ہے۔ قناعت سب سے بڑی دولت ہے۔ خیر خواہی عظیم نیکی ہے اور صبر بہترین غذا ہے)۔

عَنْ بَعْضِ الْحُکَمَاءِ اَنَّهٗ قَالَ الزُّهْدُ خَمْسُ خِصَالٍ اَلثِّقَةُ بِاللّٰهِ وَالتَّبَرِّیْ عَنِ الْخَلْقِ وَالْاِخْلَاصُ فِی الْعَمَلِ وَاِحْتِمَالُ الظُّلْمِ وَالْقَنَاعَةُ بِمَا فِی الْیَدِ عَنْ بَعْضِ الْعُبَّادِ اَنَّهٗ قَالَ فِی الْمُنَاجَاةِ اِلٰهِیْ طُوْلُ الْاَمَلِ غَرَّنِیْ وَحُبُّ الدُّنْیَا اَهْلَکَنِیْ وَالشَّیْطٰنُ اَضَلَّنِیْ وَالنَّفْسُ الْاَمَّارَةُ بِالسُّوْءِ عَنِ الْحَقِّ مَنَعَنِیْ وَقَرِیْنُ السُّوْءِ عَلَی الْمَعْصِیَةِ اَعَانَنِیْ فَاَغِثْنِیْ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ فَاِنْ لَمْ تَرْحَمْنِیْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَرْحَمُنِیْ غَیْرُكَ

(ترجمہ) : (۱۳۷) کسی صاحب بصیرت کا قول ہے کہ زہد نام ہے پانچ خصلتوں (کے مجموعہ) کا (۱) اپنے رب عزوجل پر کامل اعتماد (۲) اہل دنیا سے کنارہ کشی واجتناب (۳) عمل میں نیک نیتی واخلاص۔ (۴) دنیا پرستوں کی زیادتی وظلم کی

برداشت (۵) اور جتنی دنیا میسر ہے اس پر قناعت (نہ خالق سے کوئی شکوہ نہ مخلوق سے کوئی گلہ)۔

(۱۳۸) کسی بندہ بندگی شعار' اطاعت گزار سے منقول ہے کہ وہ اپنی مناجات (اور دربار الٰہی میں عرض حاجات میں کہا کرتے خداوندا! میری آرزوؤں کے سلسلہ دراز نے مجھے فریب دیا۔ دنیائے دوں کی محبت نے مجھے ہلاکت میں ڈالا۔ شیطان رجیم نے مجھے راہ راست سے بھکایا۔ نفس امارہ نے مجھے حق گزینی سے باز رکھا۔ اور برے ہم نشینوں نے مجھے برائی پر اکسایا تو اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس! میری دستگیری فرما تو نے (رحیم وکریم ہوتے) مجھے در درا دیا پھر اور کون ہے جو میرے حال زار پر توجہ فرمائے اور مجھے اپنے کرم سے نوازے۔

قَالَ يَحْيٰي بِنِ مَعَاذِ الرَاذِيّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْمُنَاجَاةِ اِلٰهِي لَا يَطِيْبُ اللَّيْلُ اِلَّا بِمُنَاجَاتِكَ وَلَا يَطِيْبُ النَّهَارُ اِلَّا بِطَاعَتِكَ وَلَا تَطِيْبُ الدُّنيا اِلَّا بِذِكرِكَ وَلَا تَطِيْبُ الْآخِرَةُ اِلا بِعَفْوِكَ وَلَا تَطِيْبُ الْجَنَّةُ اِلَّا بِرُوِيتِكَ

(ترجمہ) : (۱۳۹) کے تحت جو حدیث مندرج ہے وہ (۱۱۵) کے تحت گزر چکی ہے۔ قارئین وہاں دیکھ لیں۔

(۱۴۰) حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی مناجات میں یہ کلمات طیبہ بھی منقول ہیں کہ آپ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی۔

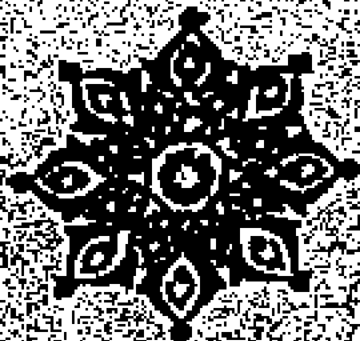
"الٰہی رات کی یہ ساعتیں تجھ سے مناجات اور عرض حاجات کیے بغیر خوشگوار نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور دن کی یہ گھڑیاں اس وقت تک پر رونق نہیں ہو سکتیں جب تک تیری بندگی وطاعت اس میں حاصل نہ ہو دنیا کی رعنائیاں اس وقت تک طرب انگیز نہیں بن سکتیں۔ جب تک ان میں تیرا ذکر' تیری یاد' داخل نہ ہو اور آخرت کی راحتوں آسائشوں میں سکون قلب اس وقت تک میسر نہیں آسکتا ہے جب تک تیری بخشش وعطا شامل حال نہ ہو اور فردوس بریں کی نعمتوں میں اس وقت تک بہار نہیں آسکتی جب تک ۱۳۱

تیرے دیدار سے آنکھیں سرشار نہ ہوں۔

تشریح : ۱۳۱؎ دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبی کریم ﷺ کے لیے خاص ہے اور آخرت میں ان شاء اللہ تعالیٰ ہر سنی مسلمان کے لیے ممکن بلکہ واقع ہے۔ صحیح احادیث کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہیں کہ جب جنتی جنت میں جا لیں گے اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا کچھ اور چاہتے ہو جو تم کو دوں؟ عرض کریں گے تو نے ہمارے چہرے روشن کیے جنت میں داخل کیا جہنم سے نجات دی۔ (اب اور کیا چاہیے) اس وقت وہ پردہ کہ مخلوق پر تھا اٹھ جائے گا اور خدائے تعالیٰ کا دیدار ایسا صاف ہو گا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے ماہتاب کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں۔ اللہ عزوجل ہر ایک پر تجلی فرمائے گا اور اس وقت یہ راز آشکار ہو گا کہ دیدار الٰہی سے بڑھ کر کوئی نعمت کوئی دولت نہیں۔ الٰہی ہمیں بھی اپنے وجہ کریم کی زیارت نصیب فرما صدقہ اپنے محبوب ﷺ کا۔

رہا قلبی دیدار یا خواب میں زیارت کریم۔ تو یہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام بلکہ اولیاء کے لیے بھی حاصل ہے ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں سو بار زیارت ہوئی۔

تنبیہہ جلیل : اس کا دیدار بلاکیف ہے یعنی دیکھیں گے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔ جس چیز کو دیکھتے ہیں اس سے کچھ فاصلہ مسافت کا ہوتا ہے نزدیک یا دور' اور وہ چیز دیکھنے والے سے کسی جہت میں ہوتی ہے۔ اوپر یا نیچے' دائیں یا بائیں' آگے یا پیچھے۔ اور اس کا دیکھنا ان سب باتوں سے پاک ہو گا پھر رہا یہ کہ کیوں کر ہو گا یہی تو کہا جاتا ہے کہ کیوں کر کو یہاں دخل نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ جب دیکھیں گے اس وقت بتا دیں گے اور وقت دیدار نگاہ اس کا احاطہ کر لے یہ محال ہے۔



باب السداسی

قَالَ النَّبِيُّ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وَسَلم سِتَّةُ اَشْيَاءَ هُنَّ غَرِيْبَةٌ فِي سِتَّةِ مَوَاضِعَ الْمَسْجِدُ غَرِيْبٌ فِيْمَا بَيْنَ قَوْمٍ لَا يُصَلُّوْنَ فِيْهِ وَالْمُصْحَفُ غَرِيْبٌ فِي مَنْزِلِ قَوْمٍ لَا يَقْرَءُوْنَ فِيْهِ وَالْقُرْاٰنُ غَرِيْبٌ فِي جَوْفِ الْفَاسِقِ وَالْمَرْاَةُ الْمُسْلِمَةُ الصَّالِحَةُ غَرِيْبَةٌ فِي يَدِ رَجُلٍ ظَالِمٍ سَيِّءِ الْخُلْقِ وَالرَّجُلُ الْمُسْلِمُ الصَّالِحُ غَرِيْبٌ فِي يَدِ اِمْرَاَةٍ رَدِيَّةٍ سَيِّئَةِ الْخُلْقِ وَالْعَالِمُ غَرِيْبٌ بَيْنَ قَوْمٍ لَا يَسْمَعُوْنَ اِلَيْهِ قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَظَرَ الرَّحْمَةِ

چھ نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۱۳۱) حضور اکرم سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ چھ چیزیں ایسی ہیں جو چھ مقامات پر بیگانہ واجنبی سی رہتی ہے (اور ان کی بے حرمتی وحق تلفی ہوتی ہے)۔

(۱) مسجد وہاں بیگانہ رہتی ہے جہاں کے باشندے مسجد میں جاکر پنج وقتہ نمازیں ادا نہیں کرتے۔

۲۔ صحیفہ قرآنی اس گھرانے میں بیگانہ ہے جہاں لوگ اس کی تلاوت نہیں کرتے۔

۳۔ قرآن کریم اس شخص کے سینے میں بیگانہ ہے جو نالائق وبدچلن ہو۔

۴۔ مسلمان نیک چلن اور پارسا عورت' بیگانہ ہے' جب کہ کسی جفاکار بد اخلاق مرد کے نکاح میں ہو۔

۵۔ یونہی وہ نیک چلن نیک معاش مرد بیگانہ ہے جس کا واسطہ کم ظرف بدسلیقہ عورت سے پڑ جائے اور دیانت دار عالم دین ایسے بدکرداروں کے مابین بیگانہ سا ہے جس کی پند و نصیحت کو وہ لوگ توجہ سے نہیں سنتے (اور انجام اس بدمعاملگی و بدذوقی کا یہ ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ بروز قیامت ان کی جانب نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ تعالٰی وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابُ الدَّعْوَةِ الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تعالٰی وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ تعالٰی وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوتِ لِيُعِزَّ مَنْ اَذَلَّهُ اللّٰهُ تعالٰی وَيُذِلَّ مَنْ اَعَزَّهُ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحُرَمِ اللّٰهِ تعالٰی وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَتَارِكٌ لِسُنَّتِي فَاِنَّ اللّٰهَ تعالٰی لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَظَرَ الرَّحْمَةِ

(ترجمہ) : (۱۴۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ چھ اشخاص ہیں جن پر میری لعنت، اللہ کی لعنت اور ہر مستجاب الدعوات نبی کی لعنت ہے۔ کتاب اللہ میں کمی بیشی کا مرتکب، نوشتہ تقدیر اور قضا و قدر کی تکذیب کرنے والا، اپنے ظلم و جبر کی بدولت لوگوں پر مسلط ہو جانے والا تاکہ ایسے لوگوں کی عزت بڑھائے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذلت دی۔ اور ایسے زیردستوں کو ذلیل و رسوا کرے، جنہیں (دینی اعتبار سے) اللہ نے عزت بخشی۔ اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی بے حرمتی کرنے والا اور میرے اہل و عیال کی عزت و حرمت کو پامال کرنے والا اور میری سنت کو چھوڑ دینے والا (ایسے بدکرداروں کا انجام یہ ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان پر نظر کرم نہ فرمائے گا۔ (اور وہ ذلیل و خوار ہوں گے)۔

قَالَ اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ اِنَّ اِبْلِيْسَ قَائِمٌ اَمَامَكَ وَالنَّفْسَ عَنْ يَمِيْنِكَ وَالْهَوٰى عَنْ يَسَارِكَ وَالدُّنْيَا عَنْ خَلْفِكَ وَالْاَعْضَاءُ

عَنْ حَوْلِكَ وَالْجَبَّارَ فَوْقَكَ يَعْنِى بِالْقُدْرَةِ لَا بِالْمَكَانِ فَالابلِيْسُ لَعَنَهُ اللّٰهُ يَدْعُوكَ اِلٰى تَرْكَ الدِّيْنِ وَالنَّفْسُ تَدْعُوكَ اِلٰى الْمَعْصِيَةِ وَالْهوىٰ يَدْعُوكَ اِلٰى الشَّهْوَةِ والدُّنْيَا تَدْعُوكَ اِلٰى اخْتِيَارِهَا عَلَى الْآخِرَةِ وَالْاَعْضَاءُ تَدْعُوكَ اِلَى الذُّنُوبِ وَالْجَبَّارُ يَدْعُوكَ اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَة

(ترجمہ) : (۱۴۳) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ "ابلیس تیرے روبرو ہے۔ نفس تیرے دائیں جانب ہے۔ خواہش نفسانی بائیں طرف ہے۔ دنیا تیرے پیچھے ہے۔ تیرے اعضائے بدن تیرے اردگرد ہیں اور خدائے جبار وقہار تیرے اوپر ہے یعنی اس کی قدرت تجھ پر حاوی ہے۔ نہ کہ وہ باعتبار مکان تیرے اوپر ہے۔ اب ابلیس لعین تجھے دین مبین کی اطاعت چھوڑ کر راہ باطل کی طرف بلا رہا ہے تیرا نفس تجھے گناہ ومعصیت پر ابھار رہا ہے۔ تیری خواہشات نفسانیہ' تجھے شہوت پرستی وہوس رانی پر آمادہ کر رہی ہیں۔ تیری دنیا تجھے یہ فریب دے رہی ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے اس سے نقد فائدہ حاصل کر وعدہ آخرت کو چھوڑ تیرے اجزائے بدن تجھے گناہوں کی لذتوں پر اکسا رہے ہیں اور تیرا حاکم اعلیٰ تجھے جنت ومغفرت کی دعوت دے رہا ہے۔

فَمَنْ اَجَابَ اِبْلِيْسَ ذَهَبَ عَنْهُ الدِّيْنُ وَمَنْ اَجَابَ النَّفْسَ ذَهَبَ عَنه الرُّوح وَمَنْ اَجَابَ الْهَوىٰ ذَهَبَ عَنْهُ العَقْلُ وَمَنْ اَجَابَ الدُّنْيَا ذَهَبَ عَنْهُ الْاٰخِرةُ وَمَنْ اَجَابَ الْاَعْضَاءَ ذَهَبَتْ عَنْهُ الجَنَّةُ وَمَنْ اَجَابَ اللّٰهَ تعالٰى ذَهَبَتْ عَنْهُ السَّيِّاتُ وَنَالَ جَمِيْعَ الْخَيْرَاتِ

(ترجمہ) : (اس واضح وروشن حقیقت معلوم ہو جانے کے باوجود) اب جو ابلیس کی راہ ۱۳۲ چلے گا اپنا دین برباد کرے گا اور جو اپنے نفس کی پیروی کرے گا اس سے روحانیت جاتی رہے گی اور جو خواہشات نفس کے پیچھے دوڑے گا اپنی

عقل ودانش سے محروم ہوگا جو دنیا کی مانیگا آخرت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا جو اپنے اجزائے بدن کے بہکائے میں آئے گا جنت کی نعمتیں نہ پائے گا اور جو اپنے مالک ومولیٰ عزوجل کی دعوت پر لبیک کہے گا اس کی ساری برائیاں محو ہو جائیں گی اور دارین کی بھلائیاں اسے میسر آئیں گی۔

تشریح: ۱۳۲ــ قران کریم جابجا ارشاد فرما رہا ہے کہ شیطان لعین' انسان کا عدو مبین' کھلا دشمن ورہزن ہے اور جو اس کی راہ چلے گا' تباہی وہلاکت میں پڑے گا۔ تو صاحب عقل وہ ہے جو اس کے بہکاوے میں نہ آئے اس کے وسوسوں کا شکار نہ ہو اس کی بجھائی راہوں پر نہ چلے۔ اس دز وجیم سے خدا کی پناہ مانگے وہی حسن عمل کی توفیق دینے والا ہے۔

قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تعالٰی عَنْهُ اِنَّ اللّٰهَ کَتَمَ سِتَّةً فِی سِتَّةٍ کَتَمَ الرِّضَاءَ فِی الطَّاعَةِ وَکَتَمَ الْغَضَبَ فِی الْمَعْصِیَةِ وَکَتَمَ اِسْمَهُ الْاَعْظَمَ فِی الْقرآنِ وَکَتَمَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی شَهْرِ رَمَضانَ وَکَتَمَ الصَّلٰوةَ الْوُسْطٰی فِی الصَّلٰوتِ وَکَتَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِی الْاَیَّامِ

قَالَ عُثْمٰنُ رضی اللہ عنہ اِنَّ الْمُؤمِنَ فِی سِتَّةِ اَنْوَاعٍ مِنَ الْخَوفِ اَحَدُهَا مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ تعالٰی اَنْ یَّاخُذَ مِنْهُ الایْمَانَ وَالثَّانِیْ مِنْ قِبَلِ الْحَفَظَةِ

ان یَّکْتُبُوا عَلَیهِ مَا یَفْتَضِحُ بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ والثَّالِثُ مِنْ قِبَلِ الشَّیْطٰنِ اَنْ یُّبْطِلَ عَمَلَهٗ وَالرَّابِعُ مِنْ قِبَلِ مَلَکِ الْمَوتِ اَنْ یَّاخُذَهٗ فِی غَفْلَةٍ بَغْتَةً وَالْخَامِسُ مِنْ قِبَلِ الدُّنْیَا اَنْ یَّغْتَرَّبِهَا وَتَشْغِلَهٗ عَنِ الْاٰخِرَةِ وَالسَّادِسُ مِنْ قِبَلِ الْاَهْلِ وَالْعِیَالِ اَنْ یَّشْتَغِلَ بِهِمْ فَیَشْغَلُوْنَهٗ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ

(ترجمہ): (۱۳۳) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ چھ

چیزوں کو چھ چیزوں میں پوشیدہ فرما دیا ہے۔ چنانچہ اپنی رضا وخوشنودی کو اپنی طاعت وبندگی میں اپنے غضب وناراضگی کو اپنی نافرمانی وسرتابی میں اپنے اسم اعظم کو آیات قرآنی میں۔

شب قدر کو ماہ رمضان کی تابانی میں نماز وسطیٰ (درمیانی نماز) کو نماز پنج وقتی میں اور روز آخرت کو ایام ہفت واری میں پوشیدہ وپنہاں کر دیا ہے۔ (تو جو خدا کی فرمانبرداری کرے گا رضائے الٰہی اسے میسر ہوگی۔ جو اس کا نافرمان ہوگا عذاب الٰہیؐ میں گرفتار ہوگا یونہی جسے اسم اعظم کی تلاش ہو وہ تلاوت قرآن میں مصروف رہے۔ جسے شب قدر کی جستجو ہو وہ تمام ماہ شب بیداری میں گزارے۔ اور جو نماز وسطیٰ کا خواہاں ہو وہ پنجگانہ نماز ادا کرے۔

(۱۴۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کامل مسلمان چھ قسم کے خطرات میں مبتلا رہتا ہے۔ پہلا خوف اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہ (بدکاریوں کے باعث) کہیں وہ ایمان سلب نہ فرمالے۔ دوسرا خطرہ کراماً کاتبین (اعمال لکھنے پر مامور فرشتوں) کی جانب سے ہے کہ کہیں وہ اعمال نامہ میں وہ عمل نہ درج کر دیں جو (تمام اولین وآخرین کے روبرو) قیامت میں رسوائی وفضیحت کا باعث ہو۔ تیسرا خدشہ شیطان کی جانب سے ہے کہ وہ اپنے وسوسوں کے ذریعے کہیں (ایمان و) اعمال حسنہ تباہ وبرباد نہ کر دے چوتھا خدشہ ملک الموت ۱۳۴ (فرشتہ اجل) کی جانب سے ہے کہ کہیں بے خبری کی حالت میں اچانک ہی (قبض روح کے لئے) نہ آپکڑیں (اور توبہ واستغفار کا موقع بھی نہ مل سکے) پانچواں ڈر اس دنیائے دوں کی جانب سے ہے کہ آدمی اس پر فریفتہ نہ ہو جائے اور آخرت کو نہ بھول بیٹھے اور چھٹی دھکر پھکر اپنے اہلو عیال کی جانب سے ہے کہ کہیں ان کی نگہداشت ہی میں پھنس کر نہ رہ جائے کہ وہ لوگ اسے یاد الٰہی سے روک دیں ۱۳۵ (اور خدا و رسول کی بندگی واطاعت سے غافل رہ کر اہل وعیال کی کفالت میں مشغول رہنا ضمیر کی موت ہے۔ اور عذاب الٰہی کی واعی اللہ اپنی پناہ بخشے۔ آمین)۔

تشریح: ۱۳۳ - احادیث کریمہ و آیات قرآنیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ فرشتے بنی آدم کے اعمال واقوال' احوال وافعال کی نگہبانی اور نگرانی کرتے اور ان کے ثواب وعذاب جزا وگناہ کے تمام کاموں کو محفوظ رکھتے ہیں۔ ان میں دو فرشتے ہر وقت اور ہر حال میں انسان کے ساتھ رہتے اور اس کے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کو نیک ہو یا بد' دیکھتے رہتے ہیں اور کسی حال میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑتے' سوائے وقت قضائے حاجت اور بوقت جماع کہ اس وقت یہ فرشتے آدمی کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں۔ لیکن ان اوقات میں بھی انسان جو کچھ عمل کرتا ہے اس کی کچھ ایسی علامتیں نقش ہو جاتی ہیں کہ فرشتے انہیں کے ذریعے اس کے افعال واعمال پر واقف ہو کر اپنے رجسٹر میں درج کر لیتے ہیں۔ داہنی طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بدیاں۔

امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ جب آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو داہنی طرف والا دس لکھتا ہے اور جب وہ بدی کرتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے سے کہتا ہے کہ ابھی توقف کر شاید یہ شخص استغفار کر لے (اور نادم ہو کر باز آجائے) شریعت اسلامیہ نے یہ عقیدہ تعلیم فرما کر مسلمان کے لیے راہ عمل کتنی آسان کر دی ہے ایک یہی بات اگر ذہن نشین اور نگاہوں کے روبرو رہے تو مسلمان کبھی کسی گناہ کے گرد نہ پھٹکے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی کتابت سے بھی غنی و بے نیاز ہے۔ وہ اَخْفَی الْخِفْیَاتْ (پوشیدہ سے پوشیدہ تر) کا جاننے والا ہے۔ خطرات نفس تک اس سے چھپے نہیں۔ بندوں کے اعمال کے احاطہ کامل کے لیے اس کا علم محیط وکامل خود ہی بالکل کافی ہے۔ فرشتوں کی کتابت' تقاضائے حکمت کے عین مطابق ہے تاکہ روز قیامت ہر شخص کے اعمال کا صحیفہ اور اس کا نامہ اعمال اس کے ہاتھوں میں دے دیا جائے۔ نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے۔

۱۳۴ - موت کے وقت روح کا قبض کرنا جس فرشتے سے متعلق ہے اس کا نام عزرائیل ہے علیہ السلام حضرت عزرائیل علیہ السلام بذات خود کوئی مستقل و متصرف

حاکم نہیں کہ اپنی مرضی سے جو چاہیں کریں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحیں قبض کرنے پر مامور و مقرر ہیں۔ اپنے کام میں غفلت نہیں کرتے جس کا وقت آجاتا ہے بے درنگ اس کی روح قبض کر لیتے ہیں قبض روح کا عمل اصلاً صرف قدرت حق تعالیٰ سے ہوتا ہے ظاہری عمل ملک الموت کرتے ہیں یہاں تک کہ خود ملک الموت نے حضور سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ واللہ اگر میں ایک مچھر کی جان بھی اپنے اختیار و مرضی سے لینا چاہوں تو نہیں لے سکتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ سے اس کا حکم صادر نہ ہو (تفسیر ابن کثیر) مروی ہے کہ ملک الموت کے لیے دنیا مثل کف دست (ہاتھ کی ہتھیلی کے) کر دی گئی ہے۔ تو وہ مشارق و مغارب کی مخلوق کی روحیں بے مشقت اٹھا لیتے ہیں۔ اور رحمت و عذاب کے بہت فرشتے ان کے ماتحت ہیں۔

حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا مجھے اپنی وہ صورت دکھاؤ جس میں کافروں کی روح قبض کرنے آتے ہو۔ عرض کی حضرت نہ دیکھ سکیں گے فرمایا کیوں نہیں " عرض کیا تو منہ پھیریے حضرت نے منہ پھیرا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیاہ فام شخص ہے جس کا سر آسمان سے لگا ہوا ہے۔ منہ سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔ سر سے پاؤں تک ہر رو نگٹا ہر بال' ایک کالے مرد کی شکل جس کے منہ اور کانوں سے شعلے نکلتے ابراہیم علیہ السلام کو غش آگیا۔ جب ہوش آیا تو فرمایا " اے ملک الموت اگر کافر کو مرتے وقت اور کوئی بلا و مصیبت نہ ہو تو تمہارا اس صورت میں اس پر ظاہر ہونا ہی کیا کم ہے" (ابن جریر و ابن ابی حاتم) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر کو نزع ہی کے وقت سے معاذ اللہ کیا سخت شدید عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ قرآن عظیم میں اس مضمون کی آیات بکثرت ہیں۔

۱۳۵۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

"اے ایمان والو! تمہارے مال' اور نہ تمہاری اولاد' کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔ اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں"

کیا صاف فرما دیا کہ مال و متاع اور اہل و عیال سے جو محبت فطری ہوتی ہے وہ اپنی جگہ لیکن ان کی محبت میں متوالا ہو کر دنیا کا فریفتہ و شیفتہ بن کر آدمی دنیا ہی میں کھو جائے اور دین کو فراموش کر دے۔ یوم آخرت کو بھول جائے' اور ان چیزوں کی محبت میں اپنے حال و مال کی پرواہ نہ کرے اور اولاد کی ہر جائز و ناجائز خوشی کے لیے راحت آخرت سے غافل رہے تو اس کی محرومی پر جتنا رویا جائے کم ہے۔ کہ اس نے دنیائے فانی کے پیچھے دار آخرت کی باقی رہنے والی نعمتوں کی پرواہ نہ کی۔

عَنْ عَلِيٍ رضي الله عنه اَنَّهٗ قَالَ مَنْ جَمَعَ سِتَّةً خِصَالٍ لَم يَدَعْ لِلْجَنَّةِ مَطْلَبًا وَلَاعَنِ النَّارِ مَهْرَبًا اَولها عَرَفَ اللّٰهَ تعالٰی فَاَطَاعَهٗ وَعَرَفَ الشَّيْطٰنَ فَعَصَاهُ وَعَرَف الْاٰخِرَةَ فَطَلَبهَا وَعَرَفَ الدنيا فرفَضَهَا وَعَرَفَ الحقَّ فاتَّبَعَهٗ وَعَرَفَ الْبَاطِلَ فَاجْتَنَبَهٗ وَقَالَ ايضًا النِّعَمُ سِتَّةٌ اَشْيَاءَ الاسلام والقرآن ومُحمَّد رَّسُولُ اللّٰهِ وَالْعَافِيَةُ والسِّتْرُو الغِنٰى عن الناس

(ترجمہ) : (۱۴۶) حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا چھ خصلتیں ایسی ہیں کہ جو ان سے پوری طرح بہرہ ور ہو گیا اس کو نہ جنت کی طلب ہوگی اور نہ دوزخ سے خوف کی حاجت (جنت کی ہر نعمت اسے میسر ہوگی۔ اور دوزخ سے نجات اس کا مقدر) جس نے معرفت الٰہی حاصل کی اور اس کا فرمانبردار رہا (۲) جس نے شیطان رجیم کو پہچانا اور اس کا کہنا نہ مانا (۳) جس نے آخرت کو مانا اور جانا پھر اس کی طلب میں لگا رہا۔ (۴) جس نے دنیا کی حقیقت پہچانی اور اس کو چھوڑ دیا (۵) جس نے حقانیت کو سمجھا اور اس کا اتباع کیا اور جس نے باطل کو جانا بوجھا اور اس سے دور رہا۔

(۱۴۷) نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ چھ چیزیں خدا کی عظیم نعمتیں ہیں۔ اسلام کی پیروی قرآن کی پیروی اتباع محمد عربی ﷺ جان و ایمان کی سلامتی اپنے عیوب کی پردہ پوشی' اور لوگوں سے استغنا و بے نیازی۔

عَنْ يَحْيٰى بْنِ مَعَاذِ نِ الرَّازِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالٰى اَلْعِلْمُ دَلِيْلُ الْعَمَلِ وَالْفَهْمُ وِعَاءُ الْعِلْمِ وَالْعَقْلُ قَائِدٌ لِلْخَيْرِ والْهَوٰى مَرْكَبٌ لِلذُّنُوبِ وَالمالُ رداءُ المتكَبِّرِيْنَ وَالدُّنْيا سُوقُ الْآخِرَةِ وقالَ بُزرجُمِهْرُ سِتُّ خِصَالٍ تَعْدِلُ جَمِيْعَ الدُّنْيَا اَلطَّعَامُ الْمَرِئ وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ وَالزوَجَةُ المُوافِقَةُ والكلامُ المُحْكَمُ وَكَمَال الْعَقْلِ وَصِحَّةُ الْبَدَنِ

(ترجمہ) : (۱۴۸) حضرت یحیٰی بن معاذ رازی سے منقول ہے کہ علم عمل کا بہترین رہنما ہے۔ فہم و دانش علم کا ظرف ہے۔ عقل ہر بھلائی کی راہبر ہے۔ نفسانی خواہش ارتکاب گناہ کی سواری ہے۔ مال کی فراوانی مغروروں کی بالا پوش (چادر) ہے اور دنیا و آخرت کا بازار (آخرت کی کھیتی) ہے (کہ جو بوئے گا وہ کاٹے گا)۔

(۱۴۹) اور مشہور دانشور بزرجمہر نے کہا ہے کہ چھ چیزیں ایسی ہیں جو ساری دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں کا خلاصہ ہیں۔ دل پسند زود ہضم غذا' نیک چلن خدمت گزار فرزند شوہر کی ہم مذاق' اطاعت پسند بیوی' دل میں اتر جانے والی مستحکم گفتگو عقل کا کمال و پختگی اور جسمانی صحت و تندرستی (کہ جسے یہ چیزیں میسر آجائیں وہ قسمت کا دھنی اور بخت کا سکندر ہے۔ دنیوی نعمتوں میں ان سے بہتر و برتر کسی نعمت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا)۔

عَنْ الْحَسَنِ الْبِصْرِى رَحِمَهُ اللّٰهُ لَوْلَا الْاَبْدَالُ لَخَسَفَتِ الْاَرْضُ وَمَا فِيْهَا وَلَوْ لَا الصَّالِحُوْنَ لَهَلَكَ الصَّالِحُوْنَ وَلَوْلَا الْعُلَمَاءُ لَصَارَ النَّاسُ كُلُّهُمْ كَا الْبَهَائِمِ وَلَوْلَا السُّلْطَانُ لَاهْلَكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَلَوْلَا الْحُمقاءُ لَخَرِبَتِ الدُّنيا وَلَوْلَا الرِّيْحُ لَاَنْتَنَ كُلُّ شَيْءٍ

(ترجمہ) : (۱۵۰) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ اگر

ابدال ۱۳۶؎ نہ ہوتے تو زمین مع اپنے تمام سازوسامان کے تباہ وبرباد ہو جاتی۔ اگر نیکو کار بندوں کا وجود نہ ہوتا تو بدچلن ہلاک ہو جاتے۔ اگر علمائے حق موجود نہ ہوتے تو ساری کائنات کے لوگ درندوں کی مانند (خون خوار) ہو جاتے۔ اگر بادشاہ (اور بااختیار حکام) حکمرانی نہ کرتے تو لوگ ایک دوسرے کو کھا جاتے۔ اگر دنیا (کی دلفریبیوں اور رنگینیوں) پر مرمٹ جانے والے بدعقل وبے وقوف قسم کے لوگ دنیا میں نہ پائے جاتے۔ تو دنیا کی فریب کار رونقوں کا وجود نہ ہوتا اور اگر مخلوقات میں تروتازہ ہواؤں (جان فزا خوشبوؤں) کے جھونکے ناپید ہوتے تو دنیا کی ہر چیز بدبودار اور ناقابل استعمال ہو جاتی۔

تشریح : ۱۳۶؎ ہم یہاں چند احادیث کریمہ کا ذکر کرتے ہیں۔ مسلمان بھائی بغور پڑھیں تاکہ ایمان کی جلا ہو۔ حضور اکرم عالم اعلم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے دل قلب آدم پر ہیں۔ اور چالیس کے دل قلب موسیٰ پر' اور سات کے قلب ابراہیم پر' پانچ کے قلب جبرئیل پر' تین کے قلب میکائیل پر' اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور جب ان تین میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس' اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے۔ انھیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعہ سے خلق کی حیات وموت مینہ کا برسانا' نباتات کا اگنا' بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے (ابو نعیم وابن عساکر)۔

۲۔ ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ جب ایک مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔ انھیں کے سبب مینہ دیا جاتا ہے۔ انھیں سے

دشمنوں پر مدد ملتی ہے۔ انہیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔ انہیں کے سبب زمین سے بلا اور غرق دفع ہوتا ہے اور انہیں کے وسیلے سے رزق ملتا ہے۔ (ابن عساکر، طبرانی)۔

۳۔ اگر نہ ہوتے اللہ تعالیٰ کے نیک نمازی بندے اور دودھ پیتے بچے اور گھاس چرتے چوپائے تو بے شک عذاب تم پر بہ سختی ڈالا جاتا پھر مضبوط و محکم کر دیا جاتا (طبرانی)۔

۴۔ اللہ عزوجل نیک مسلمان کے سبب اس کے ہمسائے میں سو گھر والوں سے بلا دفع کرتا ہے۔ (طبرانی)۔

۵۔ کیا تمہیں مدد و رزق کسی اور کے سبب بھی ملتا ہے سوا اپنے ضعیفوں کے (بخاری)

۶۔ اللہ تعالیٰ قوم کی مدد فرماتا ہے ان کے ضعیف تر (کمزور) کے سبب

۷۔ زمانہ اقدس میں دو بھائی تھے۔ ایک کسب کرتے، دوسرے حضور کی خدمت والا میں حاضر رہتے۔ کمانے والے ان کے شاکی ہوئے تو فرمایا کیا عجب کہ تجھے اس کی برکت سے رزق ملے۔ (ترمذی)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رزق پانا مدد ملنا، مینہ برسنا، بلا دور ہونا، دشمنوں کی مغلوبی، عذاب کی موقوفی، بندوں کی حاجت روائی، راحت رسانی سب اولیاء کے لیے اولیاء کی برکت اولیاء کے ہاتھوں، اور اولیاء کی وساطت سے ہے۔ والحمد للہ

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ لَّمْ يَخْشَ اللّٰهَ لَمْ يَنْجُ مِنْ زِلَّةِ اللِّسَانِ وَمَنْ لَمْ يَخْشَ قُدُوْمَهٗ عَلَى اللّٰهِ لَمْ يَنْجُ قَلْبُهٗ مِنَ الْحَرَامِ وَالشُّبْهَةِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ آيِسًا عَنِ الْخَلْقِ لَمْ يَنْجُ مِنَ الطَّمَعِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ حَافِظًا عَلٰى عَمَلِهٖ لَمْ يَنْجُ مِنَ الرِّيَاءِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلٰى اِحْتِرَاسِ قَلْبِهٖ لَمْ يَنْجُ مِنَ الْحَسَدِ وَمَنْ لَمْ يَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ مِنْهُ عِلْمًا وَعَمَلًا لَمْ يَنْجُ مِنَ

العُجبِ

(ترجمہ) : (۱۵۱) کسی بندہ حق شناس کا قول ہے کہ جس کے دل میں خوف خدا نہ ہو وہ زبان کی لغزشوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جس کے دل میں دربار الٰہی میں حاضری (اور اپنے اعمال کی جواب دہی) خلش (اور چبھن) نہ ہو اس کا دل حرام اور مشتبہ چیزوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتا جو شخص مخلوقات سے آس توڑ کر نہ بیٹھ جائے حرص وہوس سے اسے چھٹکارا نصیب نہیں ہو سکتا (کچھ نہ کچھ مل جانے کی آس اسے در بدر ٹھوکریں کھلاتی رہے گی- اور جسے یہ یقین ہو جائے کہ جو کچھ ملنا ہے خدا سے ملے گا تو وہ مخلوق سے بے نیاز ہو کر گوشہ عافیت میں زندگی گزار سکے گا اور وہ مطمئن رہے گا) جو شخص اپنے اعمال کی خود نگرانی نہ کرے گا وہ نمود ونمائش سے نہ بچ سکے گا۔ جو شخص عطاءِ الٰہی پر بھروسہ کر کے استغنا وبے نیازی سے اپنے قلب کی نگہداشت نہ کرے گا وہ حسد سے اپنا دامن نہ بچا سکے گا اور جس کی نظریں علم وعمل میں اپنے سے بلند بالا برتر واعلیٰ پر نہ ہوں وہ کبر ونخوت سے اپنا پیچھا نہ چھڑا سکے گا۔

عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِی اَنَّهٗ قَالَ اَنَّ فَسَادَ الْقُلُوْبِ عَنْ سِتَّةِ اَشْیَاءَ اَوَّلُهَا یُذْنِبُوْنَ بِرَجَاءِ التَّوْبَةِ وَیَتَعَلَّمُوْنَ الْعِلْمَ وَلَا یَعْمَلُوْنَ وَاِذَا عَمِلُوْا لَا یَخْلُصُوْنَ وَیاکُلُوْنَ رِزْقَ اللّٰهِ وَلَا یَشْکُرُوْنَ وَلَا یَرْضَوْنَ بِقِسْمَةِ اللّٰهِ وَیَدْ فِنُوْنَ مَوْتَاهُمْ وَلَا یَعْتَبِرُوْنَ

(ترجمہ) : (۱۵۲) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دلوں میں فساد (اخلاق میں بگاڑ) چھ خصلتوں کے باعث پیدا ہوتا ہے (۱) لوگ بدکاریوں میں "توبہ کے آسرے پر" مبتلا رہتے ہیں (کہ توبہ کر لیں گے۔ حالانکہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں) علم دین حاصل کرتے ہیں۔ مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتے (اور علم کی نورانیت سے محروم رہتے ہیں)۔ عمل خیر

وکار ثواب کرتے ہیں مگر نیک نیتی سے اور رضا طلبی کے لیے نہیں کرتے (نتیجۃً اس پر ثواب نہیں پائیں گے) اللہ عزوجل کی بخشی ہوئی روزی کھاتے پیتے (اور اس کی عطاؤں کے طفیل جیتے ہیں، مگر شکر الٰہی ادا نہیں کرتے (اور اس مال ودولت سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتے) جو کچھ عنایت ربانی سے انہیں میسر ہے اس پر راضی و خرسند نہیں رہتے۔ اور اپنے مردوں کو مقابر میں زیر زمین دفن کرتے ہیں مگر اس سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے (کہ ہمیں بھی مرنا، لقمہ قبر بننا اور قبر کا پیٹ بھرنا ہے)۔

قَالَ ایضًا مَنْ اَرَادَ الدُّنْیَا وَاخْتَارَھَا عَلَی الْآخِرَۃِ عَاقَبَہُ اللّٰہُ بِسِتَّۃِ عُقُوبَاتٍ ثلٰثٌ فِی الدُّنْیَا وَثَلٰثٌ فِی الْآخِرَۃِ اَما الثَّلٰثُ الَّتِی ھِیَ فی الدُّنیا فَاَمَلٌ لَیْسَ لَہٗ مُنْتَھیً وحُرصٌ غَالِبٌ لَیْسَ لَہٗ قَنَاعَۃٌ وَاُخِذَ مِنْہُ حَلَاوَۃُ الْعِبَادَۃِ وَاَمَّا الثلٰثُ الَّتِی ھِیَ فی الْآخِرَۃِ نَھُولُ یومِ الْقِیٰمَۃِ وَالْحِسَابُ الشَّدِیْدُ وَالْحَسْرَۃُ الطُّوِیْلَۃُ

(ترجمہ) : (۱۵۳) نیز آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا کا طلبگار ہو کر اپنی آخرت پر اسے ترجیح دیتا ہے (کہ اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے) اللہ تعالیٰ اسے چھ عقوبتوں میں گرفتار کر دیتا ہے (گویا اپنے کرتوتوں کی سزا پاتا ہے) ان میں سے تین عقوبتیں اسی دنیا میں ہوں گی اور باقی تین سے آخرت میں سابقہ پڑے گا۔ دنیا کی تین عقوبتیں یہ ہیں (۱) وہ اپنی منصوبہ بندی میں گھر کر رہ جائے گا جس کا کوئی کنارہ نہیں (وہ آرزوئیں پوری نہ ہوں گی کہ موت آجائے گی) حرص وہوس کا اس پر ایسا غلبہ ہوگا کہ کسی چیز پر قناعت نہ کرے گا۔ اور تیسری عقوبت یہ کہ اسے عبادت کا ذائقہ میسر نہ ہوگا اور آخرت کی عقوبتیں یہ ہیں کہ (۱) قیامت کی دہشت...... اس پر بری طرح چھا جائے گی (۲) اس سے حساب سختی سے لیا جائے گا اور تیسری عقوبت یہ

کہ طویل حسرتیں اس کا مقدر بن جائیں گی۔

قَالَ اَحْنَفُ بِنْ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعالٰى عَنْهُ لَاراحَةَ لِلحسود ولا مُروَّةَ لِلكَذُوبِ وَلا حِيْلة لِلبْخِيلِ وَلا وَفَاءَ لِلْمُلُوكِ وَلاَ سُوْدَدَ لِسَيِّءِ الْخُلُقِ ولا رَادَّ لِقَضَاءِ اللّٰهِ

سُئِلَ عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ هَلْ يَعْرِفُ العَبْدُ اِذَا تَابَ اَنَّ تَوبَتَهٗ قُبِلَتْ اَمْ رُدَّتْ؟ قالَ لَا اَحْكُمُ فِي ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ لِذٰلِكَ علَامَاتٍ اِحْداهَا اَنْ يَّرٰى نَفْسَهٗ غَيْرَ مَعْصُومَةٍ مِنَ المَعْصِيَةِ وَيَرٰى فِي قَلْبِهٖ غَائِبًا وَالْحُزْنَ شَاهِدًا

(ترجمہ) : (۱۵۴) حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حسد و بغض کا مارا ہوا، دلی سکون اور قلبی راحت کبھی نہ پا سکے گا۔ دروغ گو کی آنکھ میں مروت اور لحاظ نام کی کوئی چیز نہیں مل سکے گی بخیل کی کوئی تدبیر اس کے حق میں کارگر نہ ہوگی (اور انجام کار عذاب آخرت میں گرفتار ہوگا) بادشاہوں اور دنیا پرور حاکموں کو اپنے وعدوں کا کبھی پاس لحاظ نہیں ہوتا (انہیں صرف اپنا وقار، اپنا اقتدار اور اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے) بداخلاق اور درشت خو انسان سروری وسرداری کا اہل نہیں ہوتا (لوگ دل سے اس کا احترام نہیں کرتے) اور تقدیر الٰہی اور قضا وقدر کے احکام کوئی بدل نہیں سکتا۔

(۱۵۵) کسی روشن ضمیر سے پوچھا گیا کہ بندہ اگر اپنے گناہوں پر نادم ہو کر سچی توبہ کرے تو کیا کسی طور پر اسے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوئی یا رد کر دی گئی؟

وَيَقْرُبُ اَهْلَ الْخَيْرِ وَيُبَاعِدَ اَهْلَ الشَّرِّ وَيَرَى الْقَلِيْلَ مِنَ الدُّنْيَا كَثِيْرًا وَيَرَى الكَثِيْرَ مِنْ عَمَلِ الاٰخِرَةِ قَلِيْلًا وَيَرٰى قَلْبَهٗ مُشْتَغِلًا بِمَا ضَمِنَ مِنَ اللّٰهِ تَعالٰى فَارِغًا عَمَّا ضَمِنَ اللّٰهُ

تَعَالٰی مِنْهُ ویکُونُ حَافِظَ اللِّسَانِ دَائِمَ الفِکْرَۃِ لاَزِمَ الْغَمِّ وَالنَّدَامَۃِ

(ترجمہ) : آپ نے جواب دیا کہ میں اس سلسلہ میں کوئی حتمی بات تو نہیں کہہ سکتا البتہ اس شخص میں پائی جانے والی چھ نشانیاں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ (۱) وہ شخص اپنی ذات کو گناہ ونافرمانی سے پاک دامن اور اپنے آپ کو پارسا تصور نہ کرے گا۔ اپنے قلب کی گہرائیوں میں خوشی ومسرت کو ناموجود اور حزن وملال کو موجود پائے گا۔ نیکوں کی صحبت وہم نشینی کا خواہشمند اور بروں کی مجلس سے متنفر رہے گا۔ دنیا کا مال ومتاع اس کے پاس خواہ کتنا ہی کم ہو اسے حساب وہی کے لیے بہت سمجھے گا (اور دنیا سے بقدر ضرورت فائدہ اٹھائے گا) اس کے برخلاف جو کچھ نیک عمل وہ صدق نیت سے آخرت کے لیے کرے گا اسے اپنے گمان میں نہایت قلیل وبے وقعت جانے گا۔ اگرچہ بذات خود وہ کثیر ہو وہ اپنے قلب کو زیادہ سے زیادہ ان امور میں مشغول رکھے گا جن کی اس پر ذمہ داری ہے اللہ کی طرف سے (یعنی ایمان پر استقامت اور بندگی رب العزت) اور ان چیزوں کی فکر واندیشہ سے قلب کو فارغ رکھے گا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے (یعنی دنیا میں رزق' آخرت میں نجات) ان امور کے علاوہ وہ اپنی زبان اپنے قابو میں رکھے گا۔ آخرت کے غم میں ڈوبا رہے گا غم زندگی پر صبر کرے گا اور نادم ومحجوب رہے گا۔

قَالَ یَحْیٰی بِنْ مَعَاذٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالٰی مِنْ اَعْظَمِ الْاِغْتِرارِ عِنْدِی التَّمَارِی فِی الذُّنُوبِ عَلٰی رَجَاءِ الْعَفْوِ مِنْ غَیْرِ نَدَامَۃٍ وَتَوَقُّعُ الْقُرْبِ مِنَ اللّٰهِ تعالٰی بِغَیْرِ طَاعَۃٍ وَانْتِظَارُ زَرْعِ الْجَنَّۃِ بِبَذْرِ النار وَطَلَبُ دَارِالْمُطِیْعِیْنَ بِالْمَعَاصِیْ وَانْتِظَارُ الْجَزَاءِ بِغَیْرِ عَمَلٍ وَالتَّمَنِی عَلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَعَ الْاِفْرَاطِ کَمَا قَالَ

يَرْجُوا النَّجَاةَ وَلَا يَسْلُكُ مَسْلَكَهَا
إِنَّ السَّفِينَةَ لَا تَجْرِىْ عَلَى الْيُبْسِ

(ترجمہ) : (۱۵۶) حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑی خود فریبی میرے نزدیک یہ ہے کہ آدمی گناہوں پر کسی پشیمانی کے بغیر دلیر ہو جائے اس توقع پر کہ بخشش ۱۳۷ ہو جائے گی۔ (۲) یا یہ گمان کرے کہ طاعت وبندگی میں انہماک کے بغیر اسے قرب خدا نصیب ہو جائے گا۔ (۳) یا اس خیال میں رہے کہ جہنم کا تخم بو کر' جنت کی کھیتی حاصل کر لے گا۔ (۴) یا فرمانبرداروں کا مقام مل جانے کی فکر میں ڈوبا رہے بدکرداریوں میں ملوث رہنے کے باوجود (۵) یا اعمال خیر کے بغیر بہتر اجر وثواب کا متمنی رہے۔ یا شب وروز گناہوں میں آلودگی کے باوجود اس بھروسہ پر جئے کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب مضمون ادا کیا ہے کہ نجات وبخشش کی راہوں پر چلے بغیر جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اپنی منزل مقصود پا لے گا وہ سخت نادان ہے کشتی خشکی پر کہیں نہیں چلتی۔

تشریح : ۱۳۷ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے نَبِّیْٔ عِبَادِیْ اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ "خبر دو (اے مصطفیٰ ﷺ) میرے بندوں کو بے شک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔ اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

آیہ کریمہ نے قلب سلیم کی کیسی سچی دل پذیر دل نشین تعبیر فرمائی ہے کہ خدائے بزرگ وبرتر کی ان صفات پر بھی یقین رکھتا ہے کہ وہ بخشنے والا ہے غریب نوازے۔ رحمٰن ورحیم اور بڑا مہربان ہے۔ اور یہ بھی وہ اعتماد رکھتا ہے کہ وہ منتقم وشدید العقاب بھی ہے۔ نافرمانوں کو سزا بھی دیتا ہے۔ سرکشوں کو دردناک عذاب میں بھی مبتلا کرتا ہے۔ یہی مضمون مختلف اسالیب واطوار سے قرآن کریم نے بار بار ارشاد فرمایا ہے اور احادیث کریمہ بھی واضح طور پر ارشاد فرماتی ہیں کہ مسلمان صاحب ایمان کی شان یہ ہے کہ اس کا قلب

ہمیشہ بیم ورجاء' خوف وامید' کے درمیان رہتا ہے۔ اس کی نظریں رب عزوجل کی بے نہایت مہربانیوں' اور بے پایاں کرم فرمائیوں بندہ نوازیوں پر بھی رہتی ہیں اور اس کی نگاہ رب کریم کی گرفت اور مواخذے پر بھی رہتی ہے۔ وہ جب اپنے گناہوں اور بد اعمالیوں کو دیکھتا ہے تو خوف الٰہی اور خشیت خداوندی سے تھر تھرا جاتا ہے۔ اور یہی اس کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔ اب جس کی نگاہیں اپنی کوتاہیوں' اپنی لغزشوں اور اپنی سیاہ کاریوں بداعمالیوں پر نہ ہوں تو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ گناہوں پر اور دلیر ہوگا اور نور ایمان سے دور جا پڑے گا۔ بندے کو نظر اپنی حالت زار پر بھی ڈالتے رہنا چاہئے تاکہ اس میں ندامت وتوبہ کا ولولہ پیدا ہو۔

قَالَ اَحْنَفُ بْنُ قَيْسٍ حِيْنَ سُئِلَ مَا خَيْرُ مَا يُعْطَى الْعَبْدُ قال عقل عزِيْزِيٌّ قِيْلَ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ قال ادبٌ صَالِحٌ قِيْلَ فَاِن لَّمْ يَكُنْ قال صاحِبٌ مُوافِقٌ قِيْلَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ قَالَ قَلْبٌ مُرابِطٌ قِيْلِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ قيل فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ قَالَ مَوْتٌ حَاضِرٌ

(ترجمہ) : (۱۵۷) حضرت احنف بن قیس رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ بندے کو جو نعمتیں بارگاہ الٰہی سے مرحمت ہوئی ہیں ان میں سب سے برتر وبالا کون سی نعمت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا اس کی فطری وطبعی عقل (جس کی بدولت آدمی میں دور اندیشی' کی خصلت پیدا ہوتی ہے) عرض کیا گیا اور اگر یہ میسر نہ آئے فرمایا ادب صالح (خوش اخلاقی وحسن سلوک) عرض کیا گیا اور اگر اس پر بھی اسے دسترس نہ ہو؟ فرمایا پھر ہم نوا وہم مذاق مصاحب وہم نشین۔ عرض کیا گیا اگر یہ بھی کسی کے حصے میں نہ آئے۔ فرمایا اس کے احوال کی نگہداشت کرنے والا دل (کہ یاد الٰہی میں اسے لگا رکھے) عرض کیا گیا کہ اگر کوئی (بدنصیب) اس سے بھی محروم ہو۔ فرمایا تو پھر مسلسل خاموشی اختیار کئے رہنا۔ عرض کی گئی کہ اگر کوئی شخص اس پر بھی قابو نہ رکھتا ہو۔ فرمایا پھر جلد از جلد

اس کا دنیا سے کوچ کر جانا ہی اس کے حق میں بہتر ہے کہ زندہ رہے گا تو اور ہزار فتنوں میں پڑے گا)۔



باب السباعی

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ سَبْعَۃٌ نَفَرٍ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اَوَّلُھُمْ اِمَامٌ عَادِلٌ وشابٌّ نَشَاءَ فِی عِبَادَۃِ اللّٰہِ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ وَمْعًا مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْہِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَلَمْ تَعْلَم شِمَالُہٗ بِمَا صَنَعَتْ یَمِیْنُہٗ

سات نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۱۵۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات افراد (ایسے خوش نصیب) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا اس روز جب کہ اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا (۱) امام عادل (فرماں روائے عدل گستر حاکم انصاف پسند) (۲) وہ نوجوان جس کی نشوونما اللہ عزوجل کی عبادت وبندگی میں ہوئی (اس نے اپنی جوانی کے ہیجان کو اپنے قابو میں رکھا اور اپنے عہد شباب کو دیوانگی کی رو میں نہ بہنے دیا) (۳) وہ عبادت گزار بندہ پروردگار جس نے تنہائی میں اللہ عزوجل کو یاد کیا اور اس کی اشک بار آنکھیں خوف الٰہی سے آنسو بہاتی رہیں (۴) وہ نمازی جس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے۔ جب تک مسجد میں نہ پہنچ جائے (یعنی دنیوی کاروبار میں مصروفیت کے باوجود' وہ اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں رہتا)۔

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ وَرَجُلٌ وَعَتْہُ اِمْرَاءَۃٌ ذَاتُ جَمَالٍ اِلٰی

نَفْسِهَا فَاَبٰی وَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ تعالٰی

(ترجمہ) : (۵) وہ (طالب رضائے مولیٰ اور صاحب جود وسخا) جس نے نیک نیتی سے (نمود ونمائش سے دامن بچا کر تھوڑا یا بہت حسب مقدرت جو کچھ راہ خدا میں صدقہ دیا تو (ایسی خاموشی سے دیا کہ) اس کے بائیں ہاتھ کو بھی اس چیز کی خبر نہ ہوئی ۱۳۸؎ جو اس کے دائیں ہاتھ نے دی۔ (یعنی اپنی داد ودہش کو کسی طور اپنے سے قریب تر پر بھی ظاہر نہیں کرتا۔ (۶) ۱۳۹؎ وہ دو شخص کہ باہم اللہ تعالیٰ کے لیے دوستی رکھتے ہیں (اسی پر جمع ہوئے۔ اسی پر متفرق ہوئے۔ ایک کا کوئی دنیوی مفاد' ذاتی غرض دوسرے سے وابستہ نہیں) (۷) وہ شخص جسے کسی عورت نے کہ منصب وجمال والی ہے اسے گناہ کی طرف بلایا (دعوت عیاشی دی) اور اس (مرد حق پرست خدا ترس) نے اس (عیش وعشرت کو قبول کرنے کی بجائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

تشریح : ۱۳۸؎ قرآن کریم فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ھِیَ وَاِنْ تُخْفُوْھَا وَتُؤْتُوْھَا الْفُقَرَاءَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ الآیہ اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو تو کیا ہی اچھی بات ہے۔ اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لیے سب سے بہتر ہے۔" آیہ کریمہ صاف اعلان فرما رہی ہے کہ صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل' جب اخلاص سے اللہ کے لیے دیا جائے اور ریاء ونمود سے پاک ہو تو خواہ ظاہر کر کے دیں یا چھپا کر دونوں بہتر ہیں۔ عمل خیر کے اعلان واخفاء (علانیہ وپوشیدہ) میں اختیار ہے لیکن ساتھ ہی افضلیت اخفاء کی ہے۔ البتہ صدقہ فرض کا ظاہر کر کے دینا افضل ہے (تاکہ وہ متہم نہ ہو اور کوئی اس پر فرض ادا نہ کرنے کی تہمت نہ لگائے) اور نفل کا چھپا کر اور اگر نفل صدقہ دینے والا دوسروں کو خیرات کی ترغیب دینے کی نیت سے ظاہر کر کے دے تو یہ اظہار بھی افضل ہے۔ غرض مدار کار آدمی کی اپنی نیت پر ہے۔ اور دنیا میں ایسے مرحلے بھی پیش آتے ہی رہتے ہیں جہاں نیکی کا اعلان واظہار ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص

بھوک پیاس سے نڈھال یا زخموں سے چور آپ کی نگاہوں کے روبرو موجود ہے۔ اس کی حالت آپ کو امداد واعانت کی طرف بلا رہی ہے۔ اب اگر آپ اس کشش وپنچ میں پڑ جائیں کہ اس کی اعانت کہیں نمود ونمائش میں نہ شمار ہو تو آپ گویا اس پر ایک ظلم توڑ رہے ہیں۔ بسم اللہ آگے بڑھئے اور نیک نیتی کے ساتھ اس کی مدد کیجئے کہ یہ انسانیت بھی ہے اور تقاضائے ایمان بھی۔

۱۳۹۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ وہ نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء۔ اور خدا کے نزدیک ان کا ایسا مرتبہ ہو گا کہ قیامت کے دن انبیاء اور شہداء ان پر غبط (رشک) کریں گے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ارشاد فرمایئے یہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو محض رحمت الٰہی کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ ان کے آپس میں رشتہ ہے نہ مال کا لینا دینا ہے۔ خدا کی قسم ان کے چہرے نور ہیں اور وہ خود نور پر ہیں ان کو خوف نہیں جب کہ لوگ خوف میں ہوں گے۔ اور وہ غمگین نہ ہوں گے جب دوسرے غم میں ہوں گے۔ اور حضور نے یہ آیت پڑھی اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اللہ کے اولیاء پر نہ خوف ہے نہ وہ غم کریں گے نیز ارشاد فرمایا کہ ایمان کی چیزوں میں سب میں مضبوط اللہ کے بارے میں موالات ہے اور اللہ کے لیے محبت کرنا اور بغض رکھنا ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے لیے محبت رکھنے والے عرش کے گرد یاقوت کی کرسی پر ہوں گے۔

قَالَ ابوبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهُ اَلْبَخِيْلُ لَا يَخْلُوْ مِنْ اِحْدَى السَّبْعِ اِمَّا اَنْ يَمُوْتَ فَيَرِثُهٗ مَنْ يَبْذُلُ مَالَهٗ وَيُنْفِقُهٗ لِغَيْرِ مَا اَمَرَ اللّٰهُ تعالٰى اَوْيُسَلِّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سُلْطَانًا جَائِرًا فَيَاْخُذُهٗ مِنْهُ بَعْدَ تَذْلِيْلِ نَفْسِهٖ اَوْيَهِيْجُ لَهٗ شَهْوَةٌ يُفْسِدُ عَلَيْهِ مَالَهٗ اَوْيَبْدُوْلَهٗ رَاْئٌ فِيْ بِنَاءٍ اَوْعِمَارَةٍ فِيْ اَرْضٍ خَرَابٍ فَيَذْهَبُ فِيْهِ مَالُهٗ اَوْيُصِيْبُ لَهٗ نَكْبَةٌ مِنْ نَكَبَاتِ الدُّنْيَا مِنْ غَرَقٍ اَوْحَرَقٍ اَوْسَرَقَةٍ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ

(ترجمہ) : (۱۵۹) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بخیل کو سات آفتوں میں سے کسی ایک آفت سے ضرور سابقہ پڑتا ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کے وارث اس کا مال بے جا طریقوں اور خدا کی نافرمانیوں میں اڑا دیں گے۔ یا اللہ تعالیٰ کسی ظالم حاکم کو اس پر مسلط کر دے گا۔ جو اسے ذلیل وخوار بھی کرے گا اور اس کا مال بھی ضبط کر لے گا۔ یا اس پر شیطانی خواہشوں کی ایسی یلغار ہوگی کہ وہ اپنی دولت اپنے ہاتھوں خود ہی برباد کر دے گا۔ یا اس کے دل میں یہ خواہش جنم لے گی کہ فلاں ویران علاقے یا بے آب وگیاہ قطعہ زمین میں مکان بنائے یا آبادی بسائے۔ اور اس خواہش کی تکمیل میں وہ اپنا تمام سرمایہ خاک میں ملا دے گا۔ یا کسی ناگہانی مصیبت میں اپنی دولت گنوا دے گا۔ مثلاً مال ڈوب جائے یا جل جائے' یا چوروں کے ہاتھ لگ جائے یا ایسی ہی کوئی اور مصیبت آجائے۔

اَوْيُصِيْبُهٗ عِلَّةٌ دَائِمَةٌ فَيُنْفِقُ مَالَهٗ فِي مُدَاوَاتِهَا اَوْيَدْفِنَهٗ فِي مَوْضِعٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ فَيَنْسَاهُ فَلَا يَجِدُهٗ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عنه مَنْ كَثُرَ ضَحِكُهٗ قَلَّتْ هَيْبَتُهٗ وَمَنِ اسْتَخَفَّ بِالنَّاسِ اسْتُخِفَّ بِهٖ وَمَنْ اَكْثَرَ فِي شَيْءٍ عُرِفَ بِهٖ وَمَنْ كَثُرَ كَلَامُهٗ كَثُرَ سَقْطُهٗ وَمَنْ كَثُرَ سَقْطُهٗ قَلَّ حَيَاءُهٗ وَمَنْ قَلَّ حَيَاءُهٗ قَلَّ وَرَعُهٗ وَمَنْ قَلَّ وَرَعُهٗ مَاتَ قَلْبُهٗ

(ترجمہ) : یا اسے ایسی بیماری لاحق ہو جائے جو لا علاج ہے اور علاج معالجہ میں اپنا اثاثہ صرف کر دے۔ یا وہ اپنی دولت کو حفاظت کے لیے جانی پہچانی جگہوں میں سے کسی جگہ زمین میں دفن کر دے اور پھر وہ جگہ بھول جائے اور یوں مال ہاتھ سے نکل جائے۔

(۱۶۰) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو زیادہ ہنسے گا (اور بے ہودہ ہنسی مذاق میں اپنا وقت گزارے گا) اس کی ہیبت جاتی رہے گی (اور لوگوں میں اس کا وقار قائم

نہ رہے گا) جو دوسروں کی ناحق تذلیل وتوہین کرے گا (انہیں خوار وحقیر جانے گا) وہ خود بھی ذلت ورسوائی میں گرفتار ہو گا جو شخص جس کام میں زیادہ مشغول رہے گا اسی کے ساتھ وہ جانا پہچانا جائے گا۔ جو زیادہ باتیں بنائے گا وہ ٹھوکریں بھی کھائے گا جس کی ناکردنی حرکات زیادہ ہوں گی اس سے شرم وحیا کا معمولی علاقہ ہو گا جو بے شرمی وبے حیائی کا خوگر ہو گا وہ اپنی ذمہ داریاں نہ نبھا سکے گا اور جسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ ہو گا اس کا دل مردہ ہو جائے گا۔

عَنْ عُثْمٰنَ رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عَنْہُ تعالٰی عَنْہُ اَنَّہ قَالَ فِی قولِہٖ تعالٰی وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّھُمَا وَکَانَ ابُوھُمَا صَالِحًا قَالَ الْکَنْزُ لَوْحٌ مِنْ ذَھَبٍ وَعَلَیْہِ سَبْعَۃُ اَسْطُرٍ مَکْتُوبٌ فِی اِحْدٰھا عَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ الْمَوتَ وَھُوَ یُضْحَکُ وَعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ الدُّنْیَا فَانِیَۃً وَھُوَ یَرْغَبُ فِیْھَا وَعجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ اَنَّ اَلْاُمُوْرَ بِاَقْدَارٍ وَھُوَ یَغْلَمُّ لِلْفُواتِ وَعَجِبُتُ لِمَنْ عَرَفَ الْحِسَابَ وَھُوَیَجْمَعُ مَالاً وعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ النَّارَ وَھُوَ یُذْنِبُ وَعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ اللّٰہ یَقِیْنًا وَھُوَ یَذْکُرُ غَیرَہٗ وَعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ الْجَنَّۃَ یَقِیْنًا وَھُوَ یَسْتَرِیْحُ بِالدُّنْیَا وَعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ الشَّیْطَانَ عَدُوًّا فَاَطَاعَہٗ

(ترجمہ) : (۱۶۱) اللہ عزوجل کے قول وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ الایہ (کہ اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا) کی تفسیر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وہ خزانہ ۱۴۰ سونے کی ایک تختی تھی اور اس پر سات سطریں تھیں۔ ایک سطر میں لکھا تھا کہ اس کا حال عجیب ہے جسے موت کا یقین ہو اس کو ہنسی کس طرح آجاتی ہے (دوسری سطر میں تھا) اس کا حال عجیب ہے جس کو دنیا کے زائل وفنا ہو جانے کا یقین ہے وہ کیسے مطمئن اور اس میں منہمک رہتا ہے۔ (تیسری سطر میں تھا) اس کا حال عجیب ہے جو قضا وقدر کا یقین

رکھتا ہے تو دنیا نہ ملنے پر اندوہ وغم میں کیوں پڑا رہتا ہے (چوتھی سطر میں لکھا تھا) اس کا حال عجیب ہے جسے حساب کتاب کا یقین ہے وہ دولت کیوں جمع کرتا ہے (پانچویں سطر میں مکتوب تھا) اس کا حال عجیب ہے جو دوزخ کو جانتا پہچانتا ہے تو گناہوں کا ارتکاب کیسے کرتا ہے۔ (چھٹی سطریوں تھی) اس کا حال عجیب ہے جو ذات الٰہی کا عرفان رکھتا ہے وہ غیروں کا ذکر کیسے کرتا ہے (اور ساتویں سطر میں یہ عبارت مرقوم تھی اس کا عجیب حال ہے جو جنت کا علم رکھنے کے باوجود دنیائے ناپائیدار کی راحتوں پر کیوں جان دیتا ہے۔ یونہی اس کا حال عجیب ہے جو شیطان کو اپنا دشمن جان وایمان جانتے ہوئے اس کی پیروی کیوں کرتا ہے۔

تشریح: ۱۴۰؎ خضر علیہ السلام نے جو ایک دیوار گرتے دیکھی اور ہاتھ لگا کر اسے قائم کر دیا۔ اور وہاں والوں نے ان کو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مہمانی دینے سے انکار کر دیا تھا اور ان کو کھانے کی حاجت تھی اس پر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ چاہتے تو اس پر اجرت لیتے۔ خضر علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ دیوار دو یتیموں کی ہے جو ایک مرد صالح کی اولاد ہیں اور اس کے نیچے ان کا خزانہ ہے دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا اور لوگ لے جاتے۔ لہٰذا آپ کے رب عزوجل نے چاہا کہ دیوار قائم اور خزانہ محفوظ رہے کہ وہ جوان ہو کر نکالیں۔ ان کے صالح باپ کے صدقہ میں ان پر یہ رحمت ہوئی۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ وہ ان بچوں کا آٹھواں یا دسواں باپ تھا اور یہ اس کی آٹھویں یا دسویں نسل در نسل میں تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں ان کے باپ کی صلاح ونیکوکاری کا لحاظ فرمایا تھا۔ خود ان کے صالح ونیکوکار ہونے کا ذکر نہ فرمایا۔ "یعنی وہ اگرچہ صالح بھی ہوں اور کیوں نہ ہوں گے کہ ان کے لئے یہ خزانہ لاجواب محفوظ رکھا گیا۔ مگر یہ ان کی صلاح ونیکوکاری کا سبب تھا نہ کہ نتیجہ۔ نتیجہ تو ان کے باپ کی نیکوکاری کا تھا اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کی صلاح ونیک چلنی سے اس کی اولاد اور

اولاد کی اصلاح فرما دیتا ہے۔ اور اسکی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی وامان میں رہتے ہیں۔

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ عنہم کی صلاح عظیم کا کیا کہنا۔ جن کی اولاد میں شیخ صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسب سے دین ودنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات علیہ سادات کرام، اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ خود حضور پرنور سید الصالحین سید العالمین سید المرسلین ﷺ کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع واعلیٰ وبلند وبالا ہے۔ ہاں نسب پر فخر جائز نہیں۔ نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا تکبر کرنا جائز نہیں۔ دوسروں کے نسب پر طعن جائز نہیں۔ انہیں کم نسبی کے سبب حقیر جاننا جائز نہیں۔ نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں۔ البتہ جوان میں کا نہ ہو اور اپنے آپ کو صدیقی فاروقی عثمانی وغیرہ بتائے وہ اس وعید شدید میں داخل ہے کہ جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو دانستہ اپنا باپ بتائے اس پر جنت حرام ہے اور وہ خود ملعون (بخاری ومسلم وغیرہما)۔

سُئِلَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهُ مَا اَثْقَلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا اَوْسَعُ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا اَغْنٰى مِنَ الْبَحْرِ وَمَا اَشَدُّ مِنَ الْحَجَرِ وَمَا اَحَرُّ مِنَ النَّارِ وَمَا اَبْرَدُ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ مَا اَمَرُّ مِنَ السَّمِّ فَقَالَ عَلِي رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهُ اَلْبُهْتَانُ عَلَى الْبَرَا يا اَثْقَلُ مِنَ السَّمَاءِ وَالْحَقُّ اَوْسَعُ مِنَ الْاَرْضِ وَقَلْبُ الْقَانِعِ اَغْنٰى مِنَ الْبَحْرِ وَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ اَشَدُّ مِنَ الْحَجَرِ

(ترجمہ) : (۱۶۲) حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ سے استفسار کیا گیا کہ آسمان سے بڑھ کر گرانبار وزن دار چیز کیا ہے؟ زمین سے وسیع تر کون سی چیز ہے سمندر سے زیادہ بے نیاز وتونگر کون ہے۔ پتھر سے زیادہ سخت چیز کون

سی ہے۔ آگ سے بڑھ کر تپش کس چیز میں ہے زمہریر سے سرد تر مقام کون سا ہے (زمہریر کرہ ہوا کے وسط میں ایک سرد طبقہ ہے جہاں بخارات پہنچ کر اولے اور برف بن جاتے ہیں) اور زہر سے بڑھ کر تلخ و مہلک کون سی شے ہے؟

مولٰی علی رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مخلوق خدا پر بہتان تراشی' آسمان سے زیادہ گراں بار ہے' حق وصداقت میں زمین سے زیادہ فراخیو وسعت ہے۔ بندہ قناعت پسند کا دل سمندر سے زیادہ تونگر وبے نیاز ہے۔ منافق کی سنگدلی پتھر سے زیادہ ہے (کہ اس کا دل حق وصداقت سے کبھی نہیں پسیجتا جب کہ پتھر رسی کی متواتر رگڑ سے متاثر ہو جاتا ہے) ظالم وجابر فرماں روا حاکم (کے ظلم وجبر) کی تپش' آگ سے بڑھ کر ہے (کہ فریاد کرنے والوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے)۔

وَالسُّلْطَانُ الْجَائِرِ احَرُّمِنَ النَّارِ وَالْحَاجَةُ اِلَی اللَّئِیمِ اَبْرَدُ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ وَالصَّبْرُ اَمَرُّمِنَ السَمِ وَقِیْلَ اَنَّمِیْمَةُ اَمَرُّمِنَ السَّمِّ

(ترجمہ) : اپنی حاجت روائی کے لیے کسی فرومایہ [۱۴۱] وکمینہ خصلت کا منہ دیکھنا زمہریر سے بڑھ کر سرد بے اثر ہے (کہ کسی حرمان نصیب کی آہ وزاری اور کسی بے بس کی بے کسی کا اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور ہمدردی کی حرارت وگرمی اس میں پیدا نہیں ہوتی۔) اور (ناخوشگوار حالات میں) صبر وتحمل سے کام لینا زہر قاتل سے زیادہ تلخ ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چغلی اور لگائی بجھائی کی عادت میں وہی تاثیر ہے جو زہر ہلاہل میں ہے (کہ اس کے باعث بدگمانیاں پھیلتی اور عزت وآبرو کا خاتمہ کر دیتی ہیں)۔

تشریح : [۱۴۱] اسی لیے حدیث شریف میں حکم ہے کہ اپنی حاجتیں میرے رحم دل امتیوں سے مانگو۔ ان سے فضل طلب کرو ان سے بھلائی چاہو رزق پاؤ گے۔ مرادوں کو پہنچو گے۔ ان کے دامن میں آرام سے رہو گے ان کی پناہ میں چین کرو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔ نیز فرماتے ہیں ﷺ "بھلائی اور اپنی حاجتیں خوش رویوں سے مانگو"۔

کہ معنی بود صورت خوب را

اور یہ خوش رو حضرات اولیائے کرام ہیں کہ حسن ازلی جن سے محبت فرماتا ہے اور جود کامل وسخائے شامل بھی انہیں کا حصہ کہ وقت عطا شگفتہ روی جس کا ادنیٰ ثمرہ۔ اور ان پیاروں کے متبعین ان کے پیارے مسلمان بھی ان شاء اللہ تعالیٰ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور حاجت روائی کرتے ہیں اور اس داد ودہش کا منشا صرف رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے نہ کہ کسی دنیوی غرض کا حصول

قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ الدُّنْیَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ وَلَهَا یَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ وَیَشْتَغِلُ بِشَهْوَتِهَا مَنْ لَّا فَهْمَ لَهٗ وَعَلَیْهَا یُعَاقِبُ مَنْ لَّا عِلْمَ لَهٗ وَلَهَا یَحْسُدُ مَنْ لَّا لُبَّ لَهٗ وَلَهَا یَسْعٰی مَنْ لَّا یَقِیْنَ لَهٗ

(ترجمہ) : (۱۶۳) نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیائے ناپائیداری کا گھر ہے جس کا کوئی گھر (اور ٹھکانہ نہ ہو) یہ دنیا اسی کی نگاہوں میں دولت ہے جس کے پاس کوئی اور دولت نہ ہو۔ دنیا (کی آسائشوں اور فتنہ سامانیوں کو) ذخیرہ کرنے کی فکر اسی کو ہوگی جس کے پاس عقل ودانش نہ ہو۔ دنیا کی (شادمانیوں اور خزاں رسیدہ بہاروں اور) شہوت رانیوں میں وہی مصروف رہے گا جو فہم وفراست (اور دور اندیشی وعاقبت بینی) سے بے بہرہ ہو دنیا کے لیے جا وبے جا تگ ودو میں وہی شخص مشغول رہے گا جو جہالت ونادانی کا مجسمہ ہو۔ دنیا کی طلب وفراوانی کی خاطر، حسد میں وہی گرفتار ہوگا جو عقل ودانائی سے تہی دست وبے بہرہ ہو اور دنیا طلبی کی سعی وکوشش میں وہی پیش پیش رہے گا جس کا دل اخروی نعمتوں پر مطمئن نہ ہو۔ ۱۴۲

تشریح : ۱۴۲ مقصود کلام یہ ہے کہ دنیوی زندگانی امیدوں کا سبز باغ ہے۔ اس میں عمر کھو کر جب آدمی اس حالت کو پہنچتا ہے کہ اسے حصول مراد کا یقین ہوتا ہے اور وہ کامیابی کے نشہ میں مست پھرتا ہے تو اچانک اس کو موت آجاتی ہے

اور وہ تمام لذتوں اور نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ تو عقلمند وہ ہے جو دار آخرت کی فکر کرے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ مَازَالَ يُوْصِيْنِي جِبْرِيْلُ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يَجْعَلُهٗ وَارِثًا وَمَا زَالَ يُوْصِيْنِيْ بِالنِّسَاءِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُحَرِّمُ طَلَاقَهُنَّ وَمَازَالَ يُوْصِيْنِي بِالْمَمْلُوْكِيْنَ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يَجْعَلُ لَهُمْ وَقْتًا يُعْتَقُوْنَ فِيْهِ وَمَا زَالَ يُوْصِيْنِيْ بِالسِّوَاكِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ فَرِيْضَةٌ

(ترجمہ) : (۱۶۴) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری (صحابی) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے اور عورتوں سے متعلق (حسن سلوک اور ادائیگی حقوق کی) پیہم وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ انہیں طلاق دینا حرام قرار پائے گا۔ اور غلاموں سے متعلق مسلسل وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیں گے کہ اس وقت کی آمد پر وہ خود بہ خود آزاد ہو جائیں گے اور مسواک سے متعلق برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ مسواک کرنا بھی ایک فریضہ ہے۔

(مسواک کی پسندیدگی کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حضور ﷺ جب کاشانہ اقدس میں تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا۔ اور کسی نماز کے لیے تشریف نہ لے جاتے تاوقتیکہ مسواک نہ فرما لیتے)۔

وَمَا زَالَ يُوْصِيْنِي بِالصَّلٰوةِ فِي الْجَمَاعَةِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى صَلٰوةً اِلَّا فِي الْجَمَاعَةِ وَمَا زَالَ يُوْصِيْنِي بِقِيَامِ اللَّيْلِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ لَا نَوْمَ بِاللَّيْلِ وَمَا زَالَ يُوْصِيْنِيْ

بِذِكْرِ اللّٰهِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ لَا يَنْفَعُ قَوْلٌ اِلَّا بِهٖ

(ترجمہ) : اور نماز باجماعت ۱۴۳؎ کی اس تسلسل سے نصیحت کرتے رہے کہ مجھے یقین سا آنے لگا کہ اللہ عزوجل کوئی فرض نماز جماعت کے بغیر قبول ہی نہیں فرماتا۔ اور شب بیداری ۱۴۴؎ پر یوں توجہ دلاتے رہے کہ میرا یہ خیال پختہ ہو گیا کہ رات میں سونے کی بالکل اجازت نہیں۔ اور ذکر الٰہی کی تاکید اس شدت سے فرماتے رہے کہ مجھے یہ اندیشہ ہونے لگا کہ منہ سے نکلی ہوئی کوئی بات اس وقت تک نفع بخش نہیں جب تک اس کے ساتھ ذکر خدا شامل نہ ہو۔

تشریح : ۱۴۳؎ رسول اکرم ﷺ نے نماز باجماعت کے متعلق سخت تاکید فرمائی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ کل خدا سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو پانچوں ہی نمازوں کی محافظت کرے جب ان کی اذان کہی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے سنن الہدیٰ مشروع فرمائی۔ اور یہ سنن الہدیٰ سے ہے۔ اور اگر تم نے اپنے گھروں میں (بلا عذر شرعی) نماز پڑھ لی' جیسے یہ پیچھے رہ جانے والا اپنے گھر میں پڑھ لیا کرتا ہے تو تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑی۔ اور اپنے نبی کی سنت کو چھوڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کافر ہو جاؤ گے (یعنی ناشکرے اور احسان فراموش بندوں میں لکھے جاؤ گے۹ اور جو شخص اچھی طرح طہارت کرے پھر مسجد کو جائے تو جو قدم چلتا ہے' ہر قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ نیکی لکھتا ہے اور درجہ بلند کرتا ہے اور گناہ مٹا دیتا ہے۔ (مسلم شریف وغیرہ)۔

بخاری و مسلم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی فرماتے ہیں ﷺ منافقین پر سب سے زیادہ گراں نماز عشاو فجر ہے اور جانتے کہ اس میں کیا ہے تو گھسٹتے ہوئے آتے۔ اور بے شک میں نے قصد کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو امر فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے از میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں ان کے پاس لے کر جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر ان پر آگ سے جلا دوں۔ احمد

(ابوداؤد وغیرہما راوی کہ فرماتے ہیں ﷺ کسی گاؤں یا بادیہ میں تین شخص ہوں اور نماز قائم نہ کی گئی (یعنی باجماعت نہ پڑھی گئی) مگران پر شیطان مسلط ہو گیا تو جماعت کو لازم جانو کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو۔

تنبیہہ: برادران اسلام! ان چند احادیث پر پھر توجہ دیں اور غور کریں کہ آج ہمارے معاشرہ میں افلاس و تنگدستی' بے برکتی و بے روزگاری' بیماری پریشان حالی' رسوائی و خواری' اولاد کی سرکشی و نالائقی آئے دن گھروں میں ناچاقی کی جس آگ نے تباہی مچائی ہے اس کا اصل سبب یہی ہماری نمازوں اور مسجدوں میں حاضری سے غفلت ولاپرواہی تو نہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ نماز باجماعت کی پابندی اور نماز کے لیے مسجد کی حاضری' تمدن اور ترقی کی جان ہے۔ اتحاد و یگانگی اور تبادلہ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے۔ ایک ناواقف بہت سی باتیں قابل اعتماد دینداروں کو دیکھ کر حاصل کر لیتا ہے اور ایک واقف کار علم دین کا عالم' باسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک امیر کسی غریب کے دوش' شانہ بشانہ کھڑا ہو کر مساوات کا سبق لیتا ہے تو دوسری جانب ایک غریب آدمی' کسی دولتمند و متمول مسلمان کے پاس بیٹھ کر سچے دین کے انصاف سے اپنی روح کو خرسند کر سکتا ہے۔

۱۴۴ قیام اللیل سے مراد تہجد ہے جو ابتدائے اسلام میں واجب اور بقولے فرض تھا۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب شب کو قیام فرماتے اور اس اندیشہ سے کہ قیام قدر واجب سے کم نہ رہ جائے۔ تمام شب قیام میں رہتے اور صبح تک نمازیں پڑھتے۔ یہاں تک کہ ان حضرات کے پاؤں سوج جاتے تھے پھر یہ حکم یعنی اس کا وجوب ایک سال کے بعد منسوخ ہو گیا اور امت کے حق میں اس کا سنت ہونا باقی رہا۔ اور قرآن کریم سے ثابت کہ رات کے نوافل و عبادت دن کے نوافل سے افضل ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ رات کا عمل پوشیدہ ہوتا ہے اس لیے وہ ریاء سے بہت دور ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کے کاروبار عموماً بند ہوتے ہیں اس لیے قلب بہ نسبت دن کے بہت فارغ ہوتا ہے اور توجہ الی اللہ اور خشوع دن سے رات میں میسر آتا ہے۔ رات کا وقت سکون

داطمینان کا ہے۔ شر وشغب سے امن ہوتی ہے اخلاص تام وکامل ہوتا ہے تیسرے یہ کہ رات چونکہ راحت وخواب کا وقت ہوتا ہے اس لیے اس میں بیدار رہنا نفس کو بہت مشقت وتعب میں ڈالتا ہے تو ثواب بھی س کا زیادہ ہوگا۔

قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ سَبْعَۃٌ لَا یَنْظُرَ اِلَیْہِمُ الْخَالِقُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْہِمْ وَیُدْخِلُھُمُ النَّارَ اَلْفَاعِلُ وَالْمَفْعُوْلُ بِہٖ وَالنَّاکِحُ بِیَدِہٖ وناکِحُ الْبَھِیْمَۃِ وَنَاکِحُ الْمَرْاءِ ۃِ مِنْ دُبُرِھَا وَالْجَامِعُ بَیْنَ الْمَرء ۃ وَاِبْنَتِھَا وَالزَّانِیْ بِحَلِیْلَۃِ جَارِہٖ وَالْمَوذی جَارَہٗ حتّٰی یَلْعَنَہٗ

(ترجمہ) : ۱۶۵۔ نبی کریم علیہ افضل الصلوہ التسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سات اشخاص ایسے ہیں جن کی طرف ان کا پروردگار بروز قیامت نہ نظر رحمت فرمائے گا نہ انہیں (گناہوں کی آلودگی سے) پاک صاف فرمائے گا (بلکہ) انہیں جہنم میں داخل کردے گا۔ اغلام یعنی ۱۴۵۔ پیچھے کے مقام میں وطی کرنے والا اور جس کے ساتھ وطی کی جائے (اور اس کی رضا اس فعل بد میں شامل ہو) اپنے ہاتھ سے اپنی شہوت کو پورا کرنے والا (حدیث شریف میں اسے ملعون فرمایا گیا ہے) چوپائے سے وطی کرنے والا۔ اپنی عورت کے پیچھے کے مقام میں جماع کرنے والا، عورت اور اس کی بیٹی دونوں سے جماع کرنے والا ۱۴۶۔ اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرنے والا۔ اپنے ہمسایہ کو ناحق ایذا دینے والا یہاں تک کہ وہ بحالت مجبوری اس پر لعنت کرنے لگے۔

تشریح : ۱۴۵۔ متعدد احادیث میں وارد کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو قوم لوط کا عمل (اغلام) کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر ڈالو۔ نیز فرمایا ملعون ہے وہ جو قوم لوط کا عمل کرے (ترمذی) اسی لیے روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں کو جلا دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر دیوار ڈھا دی۔ قرآن کریم اس باب میں ارشاد فرماتا ہے اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ مَا سَبَقَکُمْ بِھَا

مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ اَئِنَّکُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی۔ تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے (اور ان کے ساتھ بد فعلی کرتے ہو) عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے (کہ حلال کو چھوڑ کر حرام میں مبتلا ہوئے اور ایسے فعل خبیث کا ارتکاب کیا)۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ انسان کو شہوت بقائے نسل اور دنیا کی آبادی کے لیے دی گئی ہے اور عورتیں محل شہوت اور موضع نسل بنائی گئی ہیں کہ ان سے بطریق معروف' حسب اجازت شرع اولاد حاصل کی جائے۔ جب آدمیوں نے عورتوں کو چھوڑ کر ان کا کام مردوں سے لینا چاہا تو وہ حد سے گزر گئے اور انہوں نے اس قوت کے مقصد صحیح کو فوت کر دیا کیونکہ کہ مرد کو حمل رہتا ہے نہ وہ بچہ جنتا ہے تو اس کے ساتھ مشغول ہونا سوائے شیطنت کے اور کیا ہے۔

علمائے سیر واخبار کا بیان ہے کہ قوم لوط کی بستیاں نہایت سرسبز وشاداب تھیں اور وہاں غلے اور پھل بہ کثرت پیدا ہوتے تھے زمین کا دوسرے خطہ اس کا مثل نہ تھا۔ اس لیے جا بجا سے لوگ یہاں آتے تھے اور انہیں پریشان کرتے تھے۔ ایسے وقت میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا اور ان سے کہنے لگا کہ اگر تم مہمانوں کی اس کثرت سے نجات چاہتے ہو تو جب وہ لوگ آئیں تو ان کے ساتھ بد فعلی کرو۔ اس طرح یہ فعل بد انہوں نے شیطان سے سیکھا اور ان میں رائج ہوا۔

اور قرآن شریف میں قوم کی تباہی وبربادی کو یوں بیان فرماتا ہے وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ اور ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا تو دیکھو کیسا انجام ہوا مجرموں کا علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ بارش آگ اور پتھروں کی تھی جیسے کسی آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے کے وقت ہوتی ہے۔ یا یوں کہیے کہ ان پر ایسے پتھر برسے کہ گندھک اور آگ سے مرکب تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ بستی میں رہنے والے جو وہاں مقیم تھے وہ تو زمین میں دھنسا دیے گئے اور جو سفر میں تھے وہ اس بارش

سے ہلاک کر دیئے گئے۔ مجاہد کا قول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے اپنا بازو قوم لوط کی بستیوں کے نیچے ڈال کر اس خطہ کو اکھاڑ لیا اور آسمان کے قریب پہنچ کر اوندھا کر کے گرا دیا۔ اس کے بعد پتھروں کی بارش کی گئی۔

الغرض یہ فعل نہایت خبیث ہے بلکہ زنا سے بھی بدتر ہے اسی وجہ سے اس میں حد نہیں بلکہ اس کی جو سزا علما نے مقرر فرمائی وہ یہ ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرا دیں۔ یا اونچی جگہ سے اسے اوندھا کر کے گرائیں اور اس پر پتھر برسائیں۔ یا اسے قید میں رکھیں یہاں تک کہ مرجائے یا توبہ کرے۔ اور مرد نے چوپایہ سے وطی کی تو اس جانور کو ذبح کر کے جلا دیں۔ اس سے نفع نہ اٹھائیں کہ مکروہ ہے اور اگر اس چوپایہ کا مالک کوئی اور ہو تو مالک سے کہا جائے کہ اس کی قیمت چاہو تو واطی سے وصول کرو اور جانور اسے دے دو اور پھر اسے ذبح کر دیا جائے (درمختار ردالمحتار)۔

۱۴۶۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعض احادیث ذکر فرمائی ہیں جن سے اس حدیث پاک کی تائید ہوتی ہے ازاں جملہ یہ کہ "ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا کیا اس کی بیٹی سے نکاح کر لوں؟ فرمایا میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے۔ کہ تو بیٹی کی اس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اس کی ماں کی، مطلع تھا۔ نیز اس کی مؤید ہے وہ حدیث کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا جو کسی عورت کی شرم گاہ کو شہوت سے دیکھے اس پر اس کی ماں اور بیٹی حرام ہو جائیں گی۔ دوسری حدیث میں ہے "ملعون ہے جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج (شرم گاہ۔ محل وطی) کو دیکھے" اور عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کی "جو کسی عورت اور اس کی دختر دونوں کی فرج دیکھے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر نظر رحمت نہ فرمائے" ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حرمت کے لیے نہ نکاح شرط ہے نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم وضروری ہے۔ بلکہ حرمت کا دارومدار مطلقاً وطی ہے۔ خواہ وطی بروجہ حلال یعنی بعد نکاح ہو یا بصورت حرام یعنی زنا ہو یہی مذہب ہے ہمارے ائمہ کرام کا اور یہی مذہب ہے اکابر صحابہ کرام و جمہور آئمہ تابعین و اکابر مجتہدین کا رضوان

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (تفصیل کے لیے دیکھئے فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح)۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشُّهَدَاءُ سَبْعَةٌ سِوَى الْمَقْتُوْلِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ الْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ وَالْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْحَرِيْقُ شَهِيْدٌ وَالْمَيِّتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيْدٌ وَالْمَرْاَةُ الَّتِيْ مَاتَتْ عَنِ الْوِلَادَةِ شَهِيْدٌ

(ترجمہ) : (۱۶۶) نبی اکرم رحمت مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونے والے کے علاوہ سات شہید اور ہیں جو پیٹ کی بیماری ۱۴۷ میں مرا وہ شہید ہے' جو ڈوب کر مرا وہ شہید ہے جو ذات الجنب میں مرا وہ شہید ہے۔ جو طاعون سے مرا وہ شہید ہے جو جل کر مرا وہ شہید ہے جس کے اوپر دیوار وغیرہ گر پڑے اور مرجائے وہ شہید ہے اور جو عورت بچہ پیدا ہونے یا کنوارے پن میں مرجائے وہ شہید ہے (یعنی ان لوگوں کو شہادت کا ثواب ملے گا)۔

تشریح : ۱۴۷ پیٹ کی بیماری سے مراد مرض استسقاء ہے جس میں آدمی خواہ کتنا ہی پانی پئے اس کی پیاس نہیں بجھتی یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو جاتی ہے ۔ یا اس سے مراد دست آنا ہے یہ دونوں قول ہیں جو علماء سے منقول ہیں اور یہ لفظ ان دونوں کو شامل ہو سکتا ہے لہٰذا اس کے فضل سے امید ہے کہ دونوں کو شہادت کا اجر ملے گا۔ کہ اللہ کا فضل بہت بڑا ہے اور اس کی رحمت بہت وسیع۔

۱۴۸ مروی ہے کہ فرماتے ہیں ﷺ جو لوگ طاعون میں مرے ان کے بارے میں اللہ عزوجل کے دربار میں مقدمہ پیش ہوگا۔ شہداء کہیں گے یہ ہمارے بھائی ہیں یہ ویسے ہی قتل کیے گئے جیسے ہم (یعنی زخموں سے نڈھال ہو کر) اور بچھونوں پر وفات پانے والے کہیں گے یہ ہمارے بھائی ہیں یہ اپنے بچھونوں پر مرے جیسے ہم (تو انہیں شہادت کا اجر نہیں ملنا چاہیے) اللہ عزوجل فرمائے گا ان کے زخم دیکھو اگر ان کے زخم مقتولین کے

مشابہ ہوں تو یہ انہیں میں ہیں اور انہیں کے ساتھ ہی۔ دیکھیں گے تو ان کے زخم شہداء کے زخم سے مشابہ ہوں گے۔ لہٰذا وہ شہداء میں شامل کر دیے جائیں گے (احمد ونسائی) ایک حدیث میں ہے کہ طاعون سے بھاگنے والا اس کے مثل ہے جو جہاد سے بھاگا اور جو صبر کرے (اور اس میں مبتلا ہو کر اسی حالت میں وفات پا جائے تو) اس کے لیے شہید کا اجر ہے (امام احمد)

ایک اہم مسئلہ : طاعون جہاں ہو وہاں سے بھاگنا جائز نہیں اور دوسری جگہ سے وہاں جانا بھی نہ چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کمزور اعتقاد کے ہوں اور ایسی جگہ گئے اور مبتلا ہو گئے تو ان کے دل میں یہ بات آئی کہ یہاں آنے سے ایسا ہوا نہ آتے تو کاہے کو اس بلا میں پڑتے۔ اور بھاگنے میں بچ گیا تو یہ خیال کیا کہ وہاں ہوتا تو نہ بچتا بھاگنے کی وجہ سے بچا ایسی صورت میں بھاگنا اور جانا دونوں ممنوع ہیں۔ طاعون کے زمانے میں عوام سے اکثر ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں اور اگر اس کا عقیدہ پکا ہے جانتا ہے کہ جو کچھ مقدر میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے نہ وہاں جانے سے کچھ ہوتا ہے نہ بھاگنے میں فائدہ پہنچتا ہے تو ایسے کو وہاں جانا بھی جائز ہے اور نکلنے میں بھی حرج نہیں کہ اس کو بھاگنا نہیں کہا جائے گا اور حدیث میں مطلقاً نکلنے کی مخالفت نہیں بلکہ بھاگنے کی ممانعت ہے (بہار شریعت)۔

نفیس فائدہ : ابن ماجہ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ارشاد فرمایا مسافرت کی موت شہادت ہے ان کے سوا اور بہت صورتیں ہیں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی وغیرہ ائمہ نے ان کو ذکر کیا ہے ان میں بعض یہ ہیں۔

جو سل کی بیماری میں یا سواری سے گر کر یا مرگی سے یا بخار میں مرا مال یا جان یا اہل یا کسی اپنے (جائز) حق کے بچانے میں قتل کیا گیا۔ یا عشق میں مرا بشرطیکہ پاکدامن ہو اور چھپایا ہو (مگر عشق کے جھوٹے نام پر خودکشی اس میں داخل نہیں) یا کسی درندے نے پھاڑ کھایا۔ یا بادشاہ نے ظلماً قید کیا یا مارا اور مر گیا یا کسی موذی جانور کے کاٹنے سے مرا۔ علم

دین کی طلب میں مرا مؤذن کہ طلب ثواب کے لیے اذان کہتا ہو تاجر راست گو جسے سمندر میں متلی اور قے آئی اور مر گیا ہو اپنے بچوں کے لیے سعی کرے۔ ان میں امر الٰہی قائم کرے اور انہیں حلال مال کھلائے جو ہر روز پچیس بار یہ پڑھے **اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْ مَابَعْدَ الْمَوْتِ** جو مرض میں **لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ** چالیس بار کہے اور اسی مرض میں مر جائے اور اچھا ہو گیا تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ جو ہر رات میں سورہ یٰس شریف پڑھے جو باطہارت نبی ﷺ پر سو بار ہر شب میں درود شریف پڑھے جو صبح کو **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ** تین بار پڑھ کر سورہ حشر کی پچھلی تین آیتیں پڑھے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا کہ اس کے لیے استغفار کریں گے اس دن میں مرا تو شہید مرا۔ اور جو شام کو کہے صبح تک کے لیے یہی بات ہے جو چاشت کی نماز پڑھے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور وتر کو سفر و حضر میں کہیں ترک نہ کرے۔ فساد امت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا اس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے۔ جو باطہارت سویا اور مر گیا جو سچے دل سے یہ سوال کرے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں جو جمعہ کے دن مرے (بہار شریعت)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تعالٰی عَنْهُ حَقٌّ عَلَی الْعَاقِلِ اَنْ یَّخْتَارَ سَبْعًا عَلٰی سَبْعٍ اَلْفَقْرَ عَلَی الْغِنٰی والذّل علی لْعِزِّ وَالتَّواضعَ عَلَی الْكِبْرِ وَالْجُوْعَ عَلَی الشَّبْعِ وَالْغَمَّ عَلَی السُّرُوْرِ وَالدُّوْنَ عَلَی الْمُرْتَفِعِ وَالْمَوْتَ عَلَی الْحَیٰوةِ

(ترجمہ) : ۱۶۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہر صاحب عقل و صائب الرائے پر لازم ہے کہ وہ سات چیزوں کو (اپنے مد مقابل) سات چیزوں پر فوقیت و ترجیح دے فقیری و درویشی کو امیری و تونگری پر بے بسی و کم مائیگی کو دنیوی شہرت ۱۲۹۔ و ناموری پر۔ فروتنی و خاکساری کو برتری و خود پسندی پر گرسنگی (بھوکا رہنے) کو شکم سیری پر۔ دنیوی لعب و مشقت

کو نام نہاد شادمانی و مسرت پر خستہ حال (دولت دنیائے مستغنی و بے نیاز) دینداروں کو مرفہ الحال (دولت و ثروت کے نشہ میں مست) بلند و بالا مقام رکھنے والے دنیاداروں پر اور موت کو زندگی پر۔

تشریح: ۱۴۹۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آدمی کی برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ دین و دنیا میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے یعنی جس کی دینی یا دنیوی اعتبار سے لوگوں میں شہرت ہو اس کو ریاء و عجب اور خود پسندی و خود نمائی سے بچنا بہت مشکل ہے مگر جب فضل خدا شامل حال ہو۔



باب الثمانی

قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلامُ ثَمانِیَةُ اشْیآءَ لاَ تَشْبَعُ مِنْ ثَمانِیَةٍ الْعینُ مِنَ النَّظرِ وَالْاَرْضُ مِنَ الْمَطَرِ وَالْاُنْثٰی مِنَ الذَّکَرِ وَالْعَالِمُ مِنَ الْعِلْمِ وَالسَّائِلُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ وَالْحَرِیْصُ مِنَ الْجَمْعِ وَالْبَحْرُ مِنَ الْمَاءِ وَالنَّارُ مِنَ الْحَطَبِ

آٹھ نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۱۶۸) نبی کریم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ "آٹھ چیزیں ایسی ہیں کہ وہ دوسری آٹھ چیزوں سے کبھی شکم سیر (مستغنی وبے نیاز) نہیں ہو سکتیں (۱) آنکھ نظر بھر کر دیکھنے سے (۲) فرش زمین بارش رحمت سے (۳) عورت (کہ صنف نازک ہے اپنے ہم جنس یعنی) مرد سے (۴) عالم دین ۱۵۰؎ دولت علم سے (۵) گداگر (کہ حرص وآز کا شکار ہے) گداگری سے (۶) حریص (جس کی منزلت ودولت دنیا ہے) ذخیرہ کرنے سے (۷) سمندر پانی (کی فراوانی) سے (۸) اور بھڑکتی ہوئی آگ (کے شعلے) ایندھن سے۔

تشریح ۱۵۰؎ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو حریص آسودہ نہیں ہوتے۔ ایک صاحب علم، دوسرا صاحب دنیا، مگر یہ دونوں برابر نہیں۔ صاحب علم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی زیادہ حاصل کرتا رہتا ہے (یہاں تک کہ اس کا منتہی جنت ہوتا ہے) اور صاحب دنیا سرکشی میں بڑھتا رہتا ہے (یہاں تک کہ عذاب جہنم کا استحقاق کما لیتا ہے)۔

قَالَ اَبُوبَکْر ن الصِّدِّیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ثَمَانِیَۃُ اَشْیَاءُ ھُنَّ زِیْنَۃٌ لِثَمانیہ اَشْیَاءَ العَفَافُ زِیْنَۃُ الْفَقْرِ وَالشکْرُ زِیْنَۃُ النِّعْمَۃِ وَالصَّبْرُ زِیْنَۃٌ البَلاءِ وَالْحِلْمُ زِیْنَۃ الْعِلْمِ والتَّذُلُّل زِیْنَۃُ الْمُتَعَلِّمِ وَکَثْرَۃُ الْبُکَاءِ زِیْنَۃُ الْخَوْفِ وَتَرْکُ المِنَّۃِ زِیْنَۃُ الْاِحْسَانِ وَالْخُشُوعُ زِیْنَۃ الصَّلٰوۃِ

(ترجمہ) : (۱۶۹) خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق عتیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آٹھ چیزیں ایسی ہیں جو دوسری آٹھ چیزوں کی زینت ہیں (کہ جب تک ان کا تعلق ورابطہ ان سے نہ ہو ان میں حسن وجمال اور دلکش وپذیرائی نہیں آسکتی) چنانچہ (دنیوی آلائشوں سے پاک دامنی وپارسائی فقیری ودرویشی کی زینت ہے۔ شکر گزاری وسپاس آوری نعمت واحسان کی زینت ہے (بلاؤں پر) صبر کرنا (کسی واویلا اور شور وغوغا کے بغیر انہیں برداشت کرلینا) ابتلاء وآزمائش کی زینت ہے حلم وبردباری علم ودانش کی زینت ہے۔ خاکساری ومنکسر المزاجی تحصیل علم کی زینت ہے گریہ وزاری کی کثرت وزیادتی خوف وخشیت الٰہی کی زینت ہے (کسی کے ساتھ) حسن سلوک کے بعد احسان نہ جتانا حسن سلوک واحسان کی زینت ہے اور خشوع وخضوع (سکون واطمینان حضور قلب ودل جمعی نماز کی زینت ہے۔

قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ مَنْ تَرَکَ فَضُولَ الْکَلَامِ مُنِحَ خُشُوْعُ الْقَلْبِ وَمَنْ تَرَکَ فُضُولَ الطَّعَامِ مُنِحَ لَذَّۃُ الْعِبَادَۃِ وَمَنْ تَرَکَ فَضُوْلَ الضَّحْکِ مُنِحَ الْھَیْبَۃَ وَمَنْ تَرَکَ الْمَزَاحَ مُنِحَ البَھَاءَ وَمَنْ تَرَکَ حُبَّ الدُّنْیَا مُنِحَ حُبَّ الْاٰخِرَۃِ وَمَنْ تَرَکَ الْاِشْتِعَالَ بِعُیُوْبِ غَیْرِہٖ مُنِحَ الاِصْلَاحَ بِعُیُوبِ نَفْسِہٖ وَمَنْ تَرَکَ التَّجَسُّسَ فِی کَیْفِیَّۃِ اللّٰہِ تعالٰی مُنِحَ الْبَرَاءَۃَ مِنَ النِّفَاقِ

(ترجمہ) : (۱۷۰) فرمایا ۱۵۱ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہ جو شخص لایعنی گفتگو اور یا وہ گوئی ترک کر دیتا ہے اسے حکمت و دانائی بخش دی جاتی ہے جو شخص بد نظری و آوارہ نگاہی سے باز رہتا ہے اسے سکون قلبی مرحمت فرمایا جاتا ہے جو شخص وقت بے وقت قدر ضرورت سے زائد خورد و نوش سے پرہیز کرتا ہے اسے ذائقہ عبادت دیا جاتا ہے جو شخص زیادہ ہنسنے سے اجتناب برتتا ہے اسے رعب و جلال سے نوازا جاتا ہے جو شخص موقع بے موقع مذاق و دل لگی سے دامن بچاتا ہے اسے نورانیت عطا کر دی جاتی ہے۔ جو شخص دنیا کی محبت سے لاتعلق رہتا ہے اسے آخرت کی محبت عنایت فرما دی جاتی ہے۔ جو شخص دوسروں کی عیب جوئی سے دور رہتا ہے اسے خود اپنے ذاتی عیبوں کی اصلاح کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جو شخص ذات خداوندی کے سراغ کی جرات نہیں کرتا اسے نفاق سے براءت کا تحفہ دیا جاتا ہے۔

تشریح : ۱۵۱ کہا جا سکتا ہے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد مبارک میں بری خصلتوں بدعادتوں، اور نیک عادتوں بد خصلتوں کی ایک فہرست امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہے کہ اخلاق ذمیمہ سے بچیں اور اخلاق حمیدہ کو اختیار کریں چنانچہ بری خصلتوں بدعادتوں میں سرفہرست یہ امور ہیں۔

۱۔ فضول گوئی اور لایعنی گفتگو جس کا ضیاع وقت اور بے ہودگی کے علاوہ کوئی حاصل نہیں۔

۲۔ بد نظری و آوارہ نگاہی کہ اس کے نتیجہ میں خواہشات میں ہیجان برپا ہوتا ہے۔ اور انسان اپنے ہاتھوں اپنی صحت و تندرستی کو تباہی و بربادی کی نذر کر دیتا ہے۔

۳۔ شکم سیری کی ہزار بیماریاں پیدا کرتی ہے۔

۴۔ بے محل ہنسی کہ مردہ دل بناتی ہے۔

۵۔ بے موقع و بے وقت مذاق و دل لگی کہ آدمی کی وقعت گراتی ہے۔

۶۔ دنیا کی محبت میں آخرت سے غافل ہو جانا کہ فی نفسہ بد بختی ہے۔

۷۔ تجسس اور دوسروں کی عیب جوئی

۸۔ ذات باری عزوجل کی کنہ و حقیقت میں غور و خوض اس کا نتیجہ گمراہی وضلال ہے۔

اور خصائل محمودہ واخلاق حمیدہ میں یہ امور جان اخلاق وروح ایمان ہیں۔

۱۔ حکمت ودانائی سے سرفراز کیا جانا۔

۲۔ دل میں خوف وخشیت کا پایا جانا۔

۳۔ عبادت وبندگی کے ذائقہ سے بہرہ ور ہونا۔

۴۔ ہیبت وجلال سے متمتع ہونا۔

۵۔ ایمان کی تابش ونورانیت سے مالا مال ہونا۔

۶۔ آخرت کی محبت وچاہ کا دل میں گھر کرلینا۔

۷۔ اپنے عیوب پر اطلاع پاکر اصلاح احوال کی توفیق پانا۔

۸۔ نفاق سے براءت کا پروانہ مل جانا اور اس مرض قلبی سے نجات پا جانا و محفوظ رہنا۔

عَنْ عُثْمٰنَ رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ عَلَامَاتُ لْعَارِفِیْنَ ثَمَانِیَۃُ اَشْیَاءَ قَلْبُہٗ مَعَ الخوفِ والرَّجَاءِ وَلِسَانُہٗ مَعَ الحَمْدِ وَالثَّنَاءِ وَعَیْنَاہُ مَعَ الْحَیَاءِ والْبُکَاءِ وَاِرَادَتُہٗ مَعَ التَّرْکِ وَالرِّضَاءِ یَعنی تَرَکَ الدُّنْیَا وَطَلَبَ رِضَا مَوْلَاہٗ

(ترجمہ) : (۱۷) حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو معرفت ۱۵۲؎ وعرفان کی دولتوں سے سرفراز فرمایا جاتا ہے آٹھ علامتوں سے ان کی نشان دہی ہو سکتی ہے (یعنی ان کے ذریعہ اللہ والوں کی شناخت ہو جاتی ہے اور مقربان حق کو پہچانا جا سکتا ہے)۱ ان کے دل میں خوف خدا بھی ہوتا ہے اور رجاء ۱۵۳؎ امید بھی۔ ان کی زبان پر حمد الٰہی بھی رہتی ہے اور ثنائے حق بھی۔ اور ان کی آنکھوں میں شرم وحیا بھی ہوتی

ہے اور آہ وبکا کے آنسو بھی۔ ان کے ارادوں میں ترک بھی نمایاں ہوتا ہے
اور تلاش و جستجو بھی۔ یعنی دنیا سے لاتعلقی اور رضائے مولیٰ کی خواہش وطلبی۔

تشریح : ۱۵۳؎ اور یہی وہ عارفان حق آگاہ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کا رب عزوجل فرماتا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔ یہی وہ محبوبان حق ہیں جو اپنا نام لینے والوں کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں یہی وہ مقربان بارگاہ الٰہی ہیں جن کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھ جانا ان سے متصل ہو جانا فی نفسہ بڑی سعادت، اور دنیا وآخرت میں بکار آمد ہے۔ یہی وہ سالکان راہ ہیں جن کے اتباع میں قرب خداوندی کی دولتیں مضمر ونہاں ہیں۔ یہی وہ خاصان خدا ہیں جن کی بدولت صلاح وفلاح اور دنیا وآخرت کی ہر نعمت نصیب ہوتی ہے۔ ان کے قلب وقالب، رذائل اور خصائل مذمومہ سے متخلی (خالی) اور فضائل سے متجلی (آراستہ وپیراستہ) ہوتے ہیں اور ان کی کرم پرور نگاہیں خاک کو کیمیا بنا دیتی ہیں۔

۱۵۴؎ قرآن کریم نے مسلمان کی شان یہ بیان فرمائی ہے کہ یَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے رہتا ہے۔" اس سے ثابت ہوا کہ مومن کے لیے دو باتیں ضروری ہیں (۱) یہ کہ اپنے عمل کی تقصیر وکوتاہی پر نظر رکھے اور عذاب آخرت وپرستش اعمال سے ڈرتا رہے (۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے۔ دنیا میں اعمال کی باز پرس سے بالکل بے خوف ہو جانا آدمی کو گناہ ونافرمانی پر آمادہ کرتا ہے اور اسے جری ودلیر بنا دیتا ہے اور یہ تباہی وبربادی کا پیش خیمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جانا محرومی وبدبختی کا وسیلہ ہے۔
اور قرآن کریم نے یہ دونوں حالتیں کفار کی خصلتیں بتائی ہیں۔
قال اللہ تعالیٰ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ وقال تعالیٰ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (ترجمہ) تو اللہ کی خفی تدبیروں سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے اور فرمایا اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں

ہوتے مگر کافر لوگ۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْه لاَ خَيْرَ فِي صَلٰوةٍ لاَ خُشُوْعَ فِيْهَا وَلاَ خَيْرَ فِي صَوْمٍ لا اِمْتِنَاعَ فِيْهِ عَنِ اللَّغْوِ وَلاَ خَيْرَ فِيْ قِرَاءَةٍ لاَ تَدَبُّرَ فِيْهَا وَلاَ خَيْرَ فِي عِلْمٍ لاَ وَرَعَ فِيْهِ وَلاَ خَيْرَ فِي مَالٍ لاَ سَخَاوَةَ فِيْهِ وَلاَ خَيرَ فِيْ اُخُوَّةٍ لا حِفْظَ فِيْهَا وَلاَ خَيْرَ فِي نِعْمَةٍ لاَ بَقَاءَ لَهَا وَلاَ خَيْرَ فِي دُعَاءٍ لا اِخلاصَ فِيْهَا

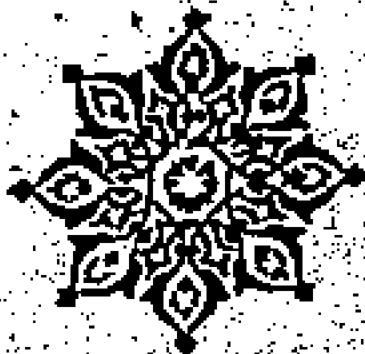
(ترجمہ) : (۱۷۲) امیرالمومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اس نماز میں کوئی بھلائی نہیں ۱۵۴؎ جس میں خشوع و خضوع (فروتنی و حضوری قلب) نہ ہو۔ اس روزے میں کوئی خوبی نہیں جس میں لغو اور بے ہودہ کاموں سے پرہیز نہ پایا جائے۔ قرآن کریم کی ایسی تلاوت میں کوئی دلکشی نہیں جس میں غور و فکر کا وجود نہ ہو۔ اس علم و دانش میں کوئی کشش نہیں جس میں خدا ترسی و پرہیزگاری شامل نہ ہو۔ اس مال و دولت کا کچھ حاصل نہیں جس میں سخاوت کا دخل نہ ہو۔ اس اخوت اور بھائی چارے کا کوئی مال نہیں جس میں حفظ مراتب اور لحاظ و مروت کا فقدان ہو (ہر ایک اپنا مفاد چاہے دوسرا خواہ کچھ پائے یا گنوائے) اس آسائش و آسودگی کا کوئی فائدہ نہیں جس کے لیے بقا و دوام نہ ہو (تو نعمتیں آخرت کی نعمتیں ہیں جو دائمی ہیں اور باقی) اور اس دعا کا کوئی نتیجہ نہیں جس میں خلوص و نیک نیتی کا شمول نہ ہو۔

تشریح : ۱۵۴؎ خشوع کے معنی ہیں دل میں سوز و گداز اور وجد و کیف کا عالم طاری ہو جانا دل کا حتی الامکان غیر کے خیالات سے پاک ہونا پرسکون رہنا، قلب کا بھی کہ دل و زبان کو موافق اور ظاہر و باطن کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے۔ اور اعضائے بدن کا بھی کہ عبث حرکات نہ کرے۔ ساری توجہ نماز پر مرکوز رکھے۔ زبان سے جو کچھ پڑھتا ہے اس کے معانی میں غور و تدبر کرے کہ لفظ بے معنی قالب بے جان ہے۔ جملہ آداب نماز کو ملحوظ رکھے۔ اپنے ہر فعل و عمل اور ہر حرکت و سکون و نشست

وبرخاست وقیام وقعود اور رکوع وسجود میں اپنی فروتنی عاجزی مسکینی اور بیچارگی وافتادگی ظاہر کرے غرض دل وزبان اعضاء ودماغ کو عظمت الٰہی وجلال کبریائی کے حضور باادب باوقار' طور پر حاضر رکھے اور یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ غافل دل کی عرض ومناجات پر توجہ نہیں فرماتا۔ اے عزیز! حیف ہے کہ زبان سے اس کی قدرت وکرم کا اقرار کیجئے اور دل میں اوروں کی عظمت وکبریائی کو بسایئے۔

اے عزیز! جب تک تو دل سے اپنی اور تمام مخلوق خدا کی ہستی خدا کی ہستی میں گم نہ کرے رحمت خاصہ کہ ازل سے مخلصوں کے لیے مخصوص ہے تیری طرف کب متوجہ ہو۔ جو شخص جبار بادشاہ کے حضور اپنی بڑائی اور عظمت پر نظر رکھے یا بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو اور وہ کسی چوبدار یا اہلکار پر نگاہیں ڈالے وہ سزاوار زجر ہے نہ کہ مستحق انعام اے عزیز! وہاں دل پر نظر ہے نہ کہ زبان پر۔

ما زباں را ننگریم و قال را
ما رواں را بنگریم و حال را



باب التساعی

قَالَ النَبِیُّ ﷺ اَوْحَی اللّٰہُ تعالٰی اِلٰی مُوسٰی بِنْ عِمْرانَ فِی التَورَاۃِ اَنَّ اُمَّھَاتَ الْخَطَایَا ثَلٰثَۃٌ اَلْکِبْرُ وَالْحَسَدُ وَالْحِرْصُ فَنَشَاءَ مِنْھَا سِتَّۃٌ فَصِرْنَ تِسعَۃٌ اَلْاُوْلٰی مِنَ الْسِتَّۃِ اَلشَّبْعُ وَالنومُ وَالراحَۃُ وَحُبُّ الْاَمْوَالِ وَحُبُّ الثناءِ وَالْمَحْمِدَۃِ وَحُبُّ الرِّیاسَۃِ

نو نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۱۷۳) حبیب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی کہ تمام نافرمانیوں اور کوتاہیوں کی اساس وبنیاد تین چیزیں ہیں نخوت وغرور، سوزش وحسد اور حرص وطمع، ان تین بد خصلتوں کے شکم سے چھ اور برائیاں جنم لیتی ہیں اور ان کا مجموعہ ۹ تک پہنچتا ہے۔ ان چھ میں سے پہلی برائی شکم سیر ہو کر (پیٹ بھر) کھانا ہے۔ دوسری برائی غفلت کی نیند سو جانا ہے۔ تیسری برائی تن آسانی وآرام طلبی ہے۔ چوتھی برائی دنیوی مال ومتاع کی محبت میں کھوئے رہنا ہے۔ پانچویں برائی خوشامدیوں کی تعریف وتوصیف کی خواہش وچاہت ہے۔ اور چھٹی برائی یہ ہے کہ آدمی کو جاہ ومنزلت اور ثروت وریاست کی چاٹ ہے (کہ جائز وناجائز ہر طریقہ پر اسے منصب اعلیٰ وسرداری مل جائے)۔

قَالَ اَبُوبَکرِ نِ الصِّدِّیْقُ رضی اللہ عنہ اَلْعُبادُ ثَلٰثَۃُ اَصْنَافٍ لِکُلِّ صِنْفٍ ثَلٰثُ عَلامَاتٍ یُعْرَفُوْنَ بِھَا صِنْفٌ یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ تَعالٰی عَلٰی

سَبِيْلِ الْخَوْفِ وَصِنْفٌ يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ عَلٰى سَبِيْلِ الرَّجَاءِ وَصِنْفٌ يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ عَلٰى سَبِيْلِ الْحُبِّ فَلِلْاَوَّلِ ثَلٰثُ عَلَامَاتٍ يَسْتَحْقِرُ نَفْسَهٗ وَيَسْتَقِلُّ حَسَنَاتِهٖ وَيَسْتَكْثِرُ سَيِّاٰتِهٖ

(ترجمہ) : (۱۷۴) خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ عبادت گزار بندے تین قسم کے ہیں۔ اور ہر قسم کی جداگانہ علامتیں ہیں جن سے ان کی شناخت ہو جاتی ہے۔ ان میں پہلی قسم ان عبادت گزاروں کی ہے جو عذاب جہنم سے خوف کھا کر بندگی و پرستش میں مصروف رہتے ہیں دوسری قسم ان عبادت گزار بندوں کی ہے جو رحمت الٰہی کے طلب گار بن کر حق بندگی ادا کرتے ہیں۔ اور تیسری قسم ان عبادت گزاروں کی ہے جو محض رضائے الٰہی کے حصول کے لیے عبادتوں میں شب و روز مشغول رہتے ہیں۔ ان میں پہلے گروہ کی تین علامات ہیں (۱) وہ اپنی ذات کو ہمیشہ اپنی نگاہوں میں ذلیل و خوار سمجھتے ہیں (۲) اپنی نیکیوں کو اپنے گمان میں بہت کم گردانتے ہیں اور (۳) یہ کہ اپنی کوتاہیوں کو زیادہ گمان کرتے ہیں۔

وَلِلثَّانِيْ ثَلٰثُ عَلَامَاتٍ يَكُوْنُ قُدْوَةَ النَّاسِ فِيْ جَمِيْعِ الْحَالَاتِ وَيَكُوْنُ اَسْخَى النَّاسِ كُلِّهِمْ بِالْمَالِ فِي الدُّنْيَا وَيَكُوْنُ اَحْسَنَ الظَّنِّ بِاللّٰهِ فِي الْخَلْقِ كُلِّهِمْ وَلِلثَّالِثِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ

(ترجمہ) : دوسرے گروہ کی تین علامتیں ہیں (۱) وہ عامۃ الناس کی نگاہوں میں اہل اسلام کے دینی مقتدا مانے جاتے ہیں۔ زمانہ کے حالات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں (۲) جود و سخاوت میں وہ پیش پیش رہتے ہیں (۳) تمام خلق خدا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اور نیک گمان ان میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے اور تیسرے گروہ کی بھی تین نشانیاں ہیں۔

افادہ نفسیہ

عابدوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں

اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں ان کے ہر حکم وفرمان میں کثیر حکمتیں پنہاں خواہ ہم کو معلوم ہوں یا نہ معلوم ہوں اور ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایک وہ عالی ہمت' بلند حوصلہ' کہ اللہ ورسول کو اللہ ورسول کے لیے یاد کریں۔ اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دنیوی' اخروی بھی مقصود نہ رکھیں ان کی منزل مراد صرف رضائے حق کا حصول ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی وطاعت میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں۔ ان کے لیے وصل ذات سے انہیں کے حق میں انہیں کے لیے قرآن عظیم میں فرمایا گیا۔ وَالَّذِیْنَ جاھَدُو افِیْنَا لَنَھْدِ یَنَّھُمْ سُبُلَنَا "جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی۔ ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے"

دوسرے وہ بندگان حق ہیں جن کو کسی طمع کی چاشنی بندگی حق پر ابھارے مگر نفع فانی کے وہ گرویدہ نہیں فانی وناپائیدار پر وہ فریفتہ نہیں۔ دائمی نعمتوں اور لازوال آسائشوں کے خواہاں ہیں۔ قرآن وحدیث میں جنت کی راحتوں' آسائشوں اور وہم وگمان کی رسائی سے بیروں' نعمتوں کا جو ذکر ہے وہ انہیں کے لیے ہے انہیں کے حق میں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ (بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔)

تیسرے وہ بندے ہیں جن کو نفع عاجل یعنی دنیوی منفعتوں کی امید دلانا زیادہ موید اور انہیں بندگی وطاعت پر زیادہ آمادہ کرنے والا ہے۔ ایسوں کے لیے فرمایا اِسْتَغْفِرُوْارَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا"

اور چوتھے وہ پست فطرت دوں ہمت ہیں کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک

تازیانے کا ڈر نہ دلائیں قرآن وحدیث میں عذاب نار کا بیان ان ہی جیسوں کے لیے وارد ہے۔

مگر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ وعیدوں عذاب آخرت کے تازیانوں یا جسمانی دنیوی بلکہ اخروی منفعتوں، ثوابوں کے وعدوں سے بھی یہ مراد خدا ورسول نہیں کہ ان سے بچنا یا ان منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض ونیت سے ذکر خدا ورسول کیا جائے کہ یہ تو قلب موضوع وعکس مقصود اور خلاف مطلوب شریعت ہے جو عبادت مثلاً جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اس کا مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں عابد جنت ہے تورات مقدس سے منقول ہے "اس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے۔ کیا اگر میں جنت ودوزخ نہ بناتا تو مستحق عبادت نہ ہوتا۔" تو مقصود اس سے ترہیب وترغیب اور عبادت معبود برحق پر ابھارنا ہے کہ اس خوف وطمع کے لحاظ سے عمل بوجہ اللہ کریں اور مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی، خواہ روحانی دنیوی خواہ اخروی کا ملنا بالغرض ہو۔ عبادت کا ثمرہ بندگی کا نتیجہ جیسے حج میں تجارت جہاد میں غنیمت روزے میں صحت اور نماز میں کثرت واللہ تعالیٰ اعظم (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ)

یُعْطِیْ مَا یُحِبُّهٗ وَلَا یُبَالِیْ بَعْدَ اَنْ یَّرْضٰی رَبَّهٗ وَیَعْمَلُ بِسَخَطِ نَفْسِهٖ بَعْدَ اَنْ یَّرْضٰی رَبَّهٗ وَیَکُوْنُ فِیْ جَمِیْعِ الْحَالَاتِ مع سَیِّدِهٖ فِیْ اَمْرِهٖ وَنَهْیِهٖ

(ترجمہ): (۱) اپنی محبوب ترین چیز کو راہ مولا میں بے دریغ لٹا دیتے ہیں اور ان کا مقصود اصلی رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے (کہ خواہ کچھ ہو جائے ان کا رب راضی رہے)۔ (۲) اپنی نفسانی خواہشات کو سختی سے پامال کر دیتے ہیں اور منشاء ولی ان کا یہی رہتا ہے کہ اللہ عزوجل ان سے راضی رہے (اگرچہ ہزار آزمائشوں سے گزرنا پڑے)۔ (۳) ہر معاملہ میں وہ اپنے مالک ومولیٰ کو اپنے حالات کا نگران سمجھتے ہیں۔ اور ہر امر ونہی میں اس کی اطاعت بجا لانا اپنا فرض مقدم تصور کرتے ہیں (اور کسی حالت میں اس کے کسی حکم سے سرتابی ان

سے سرزد نہیں ہوتی)۔

قال عمرؓ اِنَّ ذُرِّیَّةِ الشَّیْطٰنِ تِسْعَةٌ زَلِیْتُون وَوَثِیْن وَلَقُوْسٌ وَرَعْوان وَهَفافِ ومُرّة وَالْمُسَوِّطْ وداسِم ووَلْهَان فَاَمَّا زَلِیْتُون فَهُمَ صَاحِبُ الْاَسْوَاقِ فَیَنْصَبُ فِیْهَا رَایَةً وَاَمَّا وَثِیْن فَهُوَ صاحِبُ الْمُصِیْبَاتِ وَاَمَّا رَاعْوَان فَهُوَ صَاحِبُ السُّلْطَانِ وَاَمَّا هَفَّاف فَهُوَ صَاحِبُ الشَّرابِ وَاَمَّا مُرَّةُ فَهُوَ صَاحِبُ یَئُوسُ فِی الْوُضُوءِ وَالصلوٰةِ وَالْعِبَادَاتِ

(ترجمہ) : مرہ کا مشغلہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو عیش ونشاط کی محفلیں برپا کرنے اور سارنگی پر اکسائے مسوط کا کام یہ ہے کہ وہ عوام الناس میں افواہیں اور جھوٹی گڑھی ہوئی خبریں پھیلائے لوگ آپس میں ان کا چرچا کریں لیکن اصل حقیقت سے آگاہی نہ پائیں۔ داسم کا تقرر مکانوں اور رہائش گاہوں پر ہے۔ جب کوئی شخص گھر میں داخل ہو اور نہ گھر والوں کو سلام کرے نہ بسم اللہ پڑھ کر قدم رکھے تو وہ ان میں کوئی نہ کوئی جھگڑا کھڑا کر دیتا ہے۔ جس کا انجام عورت کی طلاق یا عورت کی جانب سے مطالبہ طلاق (خلع) یا پھر مار پیٹ پر ہوتا ہے۔ اور ولھان کی مصروفیات یہ ہیں کہ وضو نماز اور دیگر عبادات کے اوقات میں مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتا رہے۔ (کہ شاید یہ ہے شاید وہ ہے)۔

قَالَ عُثْمٰنُ ؓ مَنْ حَفِظَ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ لِوَقْتِهَا وَدَاوَمَ عَلَیْهَا اَکْرَمَ اللّٰهُ بِتِسْعِ کَرَامَاتٍ اَوَّلُهَا اَنْ یُّحِبَّهُ اللّٰهُ وَیَکُوْنُ بَدَنُهٗ صَحِیْحًا وَتَحْرِسُهُ الْمَلٰئِکَةُ وَتَنْزِلُ الْبَرَکَةُ فِی دَارِهٖ وَیَظْهَرُ عَلٰی وَجْهِهٖ سِیْمَاءُ الصَّالِحِیْنَ وَیُلَیِّنُ اللّٰهُ قَلْبَهٗ وَیَمُرُّ عَلَی الصِّرَاطِ کَالْبَرْقِ اللَّامِعِ وَیُنَجِّیْهِ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ وَیُنْزِلُهٗ

اللّٰهُ فِی جَوارِ الَّذِیْنَ لَاخوف عَلَیْهِمْ وَلَاھم یَحْزَنُوْنَ

(ترجمہ) : (۱۷۶) خلیفہ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص نماز پنجگانہ کو ان کے اوقات مقرر پر ہمیشہ پابندی سے (جیسی کہ شرعاً مطلوب ہے) پڑھتا ہے اسے اللہ تبارک وتعالیٰ نو قسم کی سعادتوں سے بہرہ ور فرماتا ہے۔

۱۔ اللہ اسے اپنے پیاروں میں شامل کر دیتا ہے۔

۲۔ اس کا جسم تندرست رہتا ہے (اور اس کی روح میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے)۔

۳۔ فرشتے اس کی پاسبانی کرتے اور سخت گزند وایذا سے بچاتے ہیں۔

۴۔ اس کے گھر میں برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

۵۔ اس کے چہرے پر نیکوکاروں کی علامتیں اور تابانیاں جھلکتی ہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں رقت اور سوز وگداز محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

۷۔ وہ پل صراط سے (پلک جھپکتے) ایسے گزر جائے گا جیسے بجلی کا کوندا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد کر دے گا۔

۹۔ یہ کہ رب کریم اپنے فضل وکرم سے اسے اپنے ان بندگان خاص کی ہمسائیگی عطا فرمائے گا جنہیں نہ کوئی غم ہے نہ حزن وملال

۱۵۵ ۔ نماز پنجگانہ اللہ عزوجل کی وہ نعمت عظمیٰ ودولت وبے بہا ہے کہ اس نے اپنے کرم خاص سے ہم غلامان محبوب خدا ووابستگان دامان مصطفیٰ ﷺ ہی کو عطا فرمائی۔ ہم سے پہلے یہ دولت کسی کو نہ ملی۔

اور نماز کی حفاظت ومحافظت کے تین درجے قرار دیے گئے ہیں۔ ادنیٰ یہ ہے کہ وقت نماز مقرر پر پڑھی جائے۔ فرائض وواجبات کی رعایت پورے طور پر ملحوظ رہے اور مفسدات ومکروہات نماز کا خیال کبھی سستی ولاپرواہی کی نذر نہ ہو دوسرا درجہ یہ ہے کہ جسم ولباس ومقام نماز ہر قسم کی آلائشوں گندگیوں اور قابل نفرت حرکتوں سے پاک وصاف اور مطابق احکام شریعت ظاہری طہارت سے آراستہ ہو۔ دل میں خشوع وخضوع ہو حسن

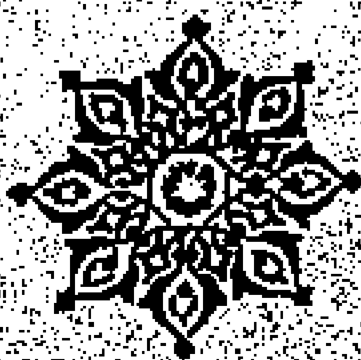
نیت وحضوری قلب ہر حرکت وسکون کے وقت قدم بہ قدم رہیں۔ سنن و مستحبات وآداب کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے کوئی سنت، کوئی مستحب اور کوئی ادب ترک نہ ہونے پائے۔ اور تیسرا اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ نماز اس طرح ادا کی جائے گویا رب تعالیٰ کے مواجہہ میں ادا ہو رہی ہے اور رب عزوجل ان کے قلب وقالب ظاہر وباطن کے ایک ایک عمل وفعل کو ملاحظہ فرما رہا ہے۔ یہ بندگان حق کا نصیبہ ہے رب عزوجل ہم کو بھی نصیب فرمائے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ نماز اسلام کا ستون اور اہم فریضہ ہے جو تادم مرگ فرض رہتا ہے۔ نماز کی فرضیت مسلمان سے کسی وقت ساقط نہیں ہوتی۔ آدمی تندرست ہو یا بیمار۔ توانا ہو یا کمزور، خوشی کے عالم میں ہو یا غم واندوہ کا مارا ہوا۔ وطن میں ہو یا سفر میں نماز معاف نہیں۔

عَنْ عَلِيٍ ﷺ اَلْبُكَاءُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَوْجَهٍ اَحَدُهَا مِنْ خَوفِ عَذَابِ اللّٰهِ تعالٰی وَالثَّانِي مِنْ رَهبة السَّخْطِ وَالثَّالِثُ مِنْ خَشْيَةِ الْقَطِيْعَةِ فَاَمَّا الْاَوَّلُ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لِلذُّنُوبِ وَاَمَّا الثَّاني فَهُوَ طَهَارَةٌ لِلْعُيُوبِ وَاَمَّا الثَّالِثُ فَهُوَ الْوِلَايَةُ مَعْ رَضَى الْمَحْبُوبِ فَثَمرةُ كَفَّارَةِ الذُّنُوْبِ اَلنّجَاةُ مِنَ الْعُقُوْبَاتِ وَثَمرةُ طَهَارَةِ الْعُيُوبِ اَلنَّعِيْمُ الْمُقِيْمُ وَالدَّرَجَاتُ الْعُلٰى وثَمرَةُ الْوِلَايَةِ مَع رِضَى الْمَحبُوبِ حُسْنُ الْبِشَارَةِ مِنَ اللّٰهِ تعالٰى بِالرِّضٰى بِالرُّوْيَةِ وَزِيَارَةُ الْمَلٰئِكَةِ وَزِيادةُ انفَضِيلَةِ

(ترجمہ) : (۱۷۷) خاتم الخلفاء حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا گریہ وزاری کی باعث تین چیزیں ہوتی ہیں پہلی یہ کہ آدمی کو خوف خدا سے رونا آئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسے حق تعالیٰ کی ناراضگی کا خطرہ رلائے۔ اور تیسری صورت یہ کہ وہ فراق دوست کے اندیشے سے آنسو بہائے۔ پہلی صورت میں گریہ وزاری سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت میں اشکباری سے آلودگیوں سے دامن پاک صاف ہو

جاتا ہے۔ اور تیسری صورت کی آہ وبکا سے مقام محبوبیت اور "راضی برضائے الٰہی" کا مرتبہ اسے مرحمت ہوتا ہے۔ پھر گناہوں کا کفارہ ہونے کا حاصل یہ ہے کہ آدمی سزائے آخرت سے نجات پا جاتا ہے اور آلودگیوں سے طہارت کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان کو بہشت بریں کی دائمی نعمتوں اور بلند وبالا مرتبوں تک رسائی آسانی سے میسر آتی ہے اور رضائے حق کے ساتھ مقام محبوبیت پانے کا ثمرہ یہ ہے کہ یہ بندہ خاص حق بارگاہ الٰہی سے شرفِ باریابی عزت دیدار الٰہی فرشتوں کے زیارت واستقبال اور فزوں ۱۵۶ در فزوں دل نواز بشارتوں سے سرفراز فرمایا جاتا ہے۔

تشریح: ۱۵۶ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ بھلائی والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد" ظاہر ہے کہ بھلائی والوں سے مراد اللہ تعالیٰ کے نیکو کار، فرمانبردار، اطاعت گزار، عبادت شعار بندے ہیں جنہوں نے نیک کام کیے نیک کرداری کرتے رہے۔ اور سب سے بڑی خوبی ونیکی ایمان لانا اور اس پر قائم رہنا ہے۔ اور اَلْحُسْنٰى سے مراد اجر عمل، نیک کرداری کا صلہ یا خود بہشت بریں ہے۔ اور زِيَادَةٌ سے مراد ہے دیدار الٰہی رویت وجہ کریم اور یہ وہ نعمت ہے جو ہر ممکن نعمت کے علاوہ اور مافوق ہے جسے کسی پیمانہ سے پیمائش نہیں کیا جا سکتا ہر نعمت سے افضل تر ہر لذت سے بالاتر اس کی لذت کا اندازہ تھوڑا بہت وہی لگا سکتے ہیں جنہیں خواب میں اس لذت ونعمت سے سرفراز فرمایا گیا۔



باب العشاریٰ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَیْکُمْ بِالسِّوَاكِ فَاِنَّ فِیْهِ عَشَرَ خِصَالٍ یُطْهِرُ الْغَمَّ وَیَرْضَی الرَّبُّ وَیَسْخَبُطُ الشَّیْطٰنُ وَیُحِبُّهُ الرحْمٰنُ وَالْحَفَظَةُ وَیَشُدُّ اللِّثَّةَ وَیَقْطَعُ الْبَلْغَمَ وَیُطْفِیءُ الْمِرَّةَ وَیُجَلِی الْبَصَرَ وَیُذْهِبُ الْبَخْرَةَ وَهُوَ مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلصَّلٰوةُ بِالسِّوَاكِ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِیْنَ صَلٰوة بِغَیْرِ سِوَاكِ

دس نکتوں کا بیان

(ترجمہ) :۔ (۱۷۸) نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسواک کرنا اپنے اوپر لازم کر لو (اس سے غفلت نہ برتو) کہ اس میں دس کار آمد باتیں پوشیدہ ہیں (۱) مسواک منہ میں خوشبو لاتی ہے (۲) جو اس کا عادی ہو اسے رضائے رب نصیب ہوتی ہے۔ (۳) شیطان رجیم کو اس سے دلی صدمہ پہنچتا ہے (۴) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں (۵) مسوڑھے اس سے مضبوط ہوتے ہیں (۶) بلغم اس کے باعث دور ہو جاتا ہے (۷) اس سے صفراوی مادہ ناپید ہو جاتا ہے (۸) آنکھوں میں اس سے روشنی میں اضافہ ہوتا ہے (۹) گندہ ذہنی کا اس سے خاتمہ ہو جاتا ہے۔ (۱۰) پھر یہ کہ یہ تمہارے نبی کریم کی سنت کریمہ ہے۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا "جو نماز مسواک سے پڑھی جائے وہ نماز بلا مسواک ستر نمازوں سے افضل ہے۔

مسواک سے متعلق چند مسائل

۱۔ مسواک پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو۔ میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو۔ چھوٹی انگلی کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی۔ جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔

۲۔ مسواک داہنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لے کہ چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر، اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو۔ مٹھی نہ باندھے۔

۳۔ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہیں اور لیٹ کر مسواک نہ کرے۔

۴۔ پہلے داہنی جانب کے اوپر کے دانت مانجھے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانت پھر داہنی جانب کے نیچے کے پھر بائیں جانب کے نیچے کے۔

۵۔ کم از کم تین مرتبہ مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھوئے جب مسواک کرنا ہو تو اسے دھو لے یونہی فارغ ہونے کے بعد دھو ڈالے۔ اور زمین پر پڑی نہ چھوڑے بلکہ کھڑی رکھے۔ یوں کہ ریشہ کی جانب اوپر ہو۔

۶۔ اگر مسواک نہ ہو تو سخت کپڑے سے دانت مانجھ لے۔ یونہی اگر دانت نہ ہوں تو انگلی یا کپڑا مسوڑھوں پر پھیر لے۔

۷۔ مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کر دیں۔ یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو وہ آلہ سنت ہے اس کی تعظیم چاہیے دوسرے آب دہان مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہیے اسی لیے پاخانہ میں تھوکنے کو علماء نے نامناسب لکھا ہے۔ (عامہ کتب)۔

قَالَ اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رضی اللہ عنہ مَامِنْ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ تعالٰى عَشَرَ خِصَالٍ اِلَّا وَقَدْ نَجَامِنَ الْاٰفَاتِ وَالعاهات كُلِّهَا وَصَارَ فِي دَرَجَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَنَالَ وَرَجَةَ الْمتَّقِيْنَ اَوَّلُهَا صِدقٌ دائِمٌ مَعَهُ قَلْبٌ قانِعٌ وَالثَّانِيْ صَبْرٌ كامِلٌ مَعَهُ شُكْرٌ دائِمٌ وَالثَّالِثُ فَقْر دائِمٌ مَعَهُ زُهْدٌ حاظِرٌ وَالرَّابِعُ فِكْرٌ دَائِمٌ مَعَهُ بَطْنٌ جَائِعٌ وَالخامِسُ حُزْنٌ دَائِمٌ مَعَهُ خوف مُتَّصِلٌ وَالسَّادِسُ جُهْدٌ دَائِمٌ مَعَهُ بَدَنٌ مُتَوَاضِعٌ وَالسَّابِعُ رِفْقٌ دَائِمٌ مَعَهُ رَحِمٌت حَاضِرٌ وَالثامِنُ حُبٌّ دَائِمٌ مَع حَيَاءٍ وَالتاسِعُ عِلْمٌ نَافِعٌ مَعَهُ حِلْمٌ دَائِمٌ وَالْعَاشِرُ اِيْمَانٌ دَائِمٌ مَعَهُ عَقْلٌ ثابِتٌ

(ترجمہ) : (۱۷۹) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس بندہ خدا کو اس کا معبود برحق دس خصلتوں سے سرفراز فرماتا ہے اسے غم روزگار اور حوادث لیل ونہار سے نجات مل جاتی ہے۔ مقربان بارگاہ ایزدی میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ خدا ترس' تقوی شعار بندگان حق کے مرتبوں پر اسے سرفراز فرمایا جاتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ راست گوئی راست بازی' اور راست روی پر قائم رہے اور اس کے ساتھ اس کا دل قناعت پسند ہو دوسری بات یہ ہے کہ وہ آفات ومصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ شکر گزاری کی عادت ڈالے تیسری بات یہ ہے کہ وہ مسکینی ودرویشی کو دولت گرانمایہ سمجھ کر قبول کرے اور خلوت نشینی وترک دنیا کو نعمت غیر مترقبہ جانے چوتھی بات یہ ہے کہ آیات الہیہ میں غور وتدبر کو اپنا دائمی مشغلہ اور گرسنگی (بھوکا رہنے) کو اپنی عادت بنائے پانچویں بات یہ ہے کہ اپنی تقصیروں اپنی کوتاہیوں پر نادم وشرمسار اور غم واندوہ میں گرفتار رہے اور ساتھ ہی خوف خدا اور خشیت الٰہی سے اپنا دل آباد (معمور رکھے۔ چھٹی بات یہ ہے کہ جہد مسلسل اور سعی پیہم کو اپنا نصب العین بنائے۔ اور اپنا سراپا منکسر المزاج

اور عاجزی پسند رکھے (عبادت و ریاضت خواہ کتنی ہی فزوں کیوں نہ ہو انہیں شمار میں نہ لائے۔ کبر و نخوت کو نہ اپنائے) ساتویں بات یہ ہے کہ نمری و شگفتہ روی کو اپنا معمول بنائے رکھے اور ساتھ ہی رحمدلی و شفقت کا جذبہ ہر کام میں پیش نظر رکھے آٹھویں بات یہ ہے کہ خلق خدا سے لطف و محبت سے پیش آئے اور شرم ولحاظ کو اپنا ہمدم بنائے۔ نویں بات یہ ہے کہ مفید و کار آمد علم کی طلب میں رہے اور حلم و بردباری کا ساتھ نہ چھوڑے۔ اور دسویں بات یہ ہے کہ اپنے عقیدہ وایمان کی حفاظت سے غافل نہ ہو اور عقل سلیم سے ہمیشہ کام لیتا رہے۔

تشریح و مطالب: ۱۵۷۔ ایمان نام ہے حضور اقدس ﷺ کی حقانیت کو دل سے تسلیم و تصدیق کر لینے کا۔ جس کا صاف صریح مطلب یہ ہے کہ ایمانیات کے دائرہ میں جتنی چیزیں آتی ہیں ضروریات دین جتنی چیزیں کہلاتی ہیں سب کو تصریحات نبوی کے مطابق مانا جائے سب کو فرمودات رسالت پناہی کے تحت تسلیم کیا جائے اور ایمان کے دوام ایمان پر ثبات وقیام کے لیے یہ امر لازمی ہے کہ ہر کام میں ہر روش میں ہر گام ہر دوش میں حضور اقدس ﷺ کے طریق روش کو اختیار کیا جائے جس کام کا وہ حکم دیں بسرو چشم بجا لایا جائے۔ جس بات سے منع فرما دیں اس سے باز رہا جائے۔ کہ نبی کا حکم بعینہٖ اطاعت خدا ہے۔ اور ایمان پر ثبات قدمی کے جو طریقے بارگاہ نبوی سے تعلیم فرمائے گئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ بد مذہبوں' بد دینوں' گمراہوں اور کجروؤں سے حتی الامکان دور و نفور رہا جائے ان کی باتیں نہ سنی ان کی محفلوں میں نہ جائیں۔ انہیں اپنی مجلسوں میں نہ بلائیں وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جائیں' ان سے رشتہ داری نہ بنائیں مصطفیٰ ﷺ مسلمانوں کی جان سے بڑھ کر مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ مسلمانوں کا مشقت میں پڑنا ان کے قلب اقدس پر گراں ہے۔ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ واللہ وہ مسلمانوں پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ان کی سنو ان کا دامن تھام لو۔

ان کے قدموں سے لپٹ جاؤ وہ فرماتے ہیں۔ اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّونَکُمْ وَلَا یَفْتِنُونَکُمْ ان سے دور رہو ان کو اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (مسلم)۔

قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ عَشَرَةٌ لَا تَصْلُحُ بِغَیْرِ عَشَرَةٍ لَا یُصْلُحُ الْعَقْلُ بِغَیْرِ وَرَعٍ وَلَا الْفَضْلُ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَلَا الْفَوْزُ بِغَیْرِ خَشْیَةٍ وَلَا السُّلْطَانُ بِغَیْرِ عَدْلٍ وَلَا الْحَسَبُ بِغَیْرِ اَدَبٍ وَلَا السُّرُوْرُ بِغَیْرِ اَمْنٍ وَلَا الْغِنٰی بِغَیْرِ جُوْدٍ وَلَا الْفَقْرُ بِغَیْرِ قَنَاعَةٍ وَلَا الرِّفْعَةُ بِغَیْرِ تَوَاضُعٍ وَلَا الْفَقْرُ بِغَیْرِ قَنَاعَةٍ وَلَا الرِّفْعَةُ بِغَیْرِ تَوَاضُعٍ وَلَا الْجِهَادُ بِغَیْرِ تَوْفِیْقٍ

(ترجمہ) : (۱۸۰) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دس چیزیں دوسری دس چیزوں کے بغیر نہیں سنورتی ہیں۔ عقل و دانائی، تقویٰ و خدا ترسی کے بغیر، فضیلت و بزرگی ۱۸۸ ؎ علم دین کے بغیر، کامرانی و کامیابی (اور آخرت کی فوز و فلاح) خشیت الٰہی کے بغیر۔ فرماں روائی و سلطانی عدل و انصاف کے بغیر۔ ذاتی صلاحیت و استعداد ادب ۱۵۹ ؎ و خوش اخلاقی کے بغیر۔ مسرت و شادمانی، امن و امان (داخلی و خارجی) کے بغیر۔ تونگری و مالداری جود و سخاوت کے بغیر۔ فقیری و درویشی، قناعت پسندی و بے نیازی کے بغیر، سربلندی و اعلیٰ منصبی، انکسار و فروتنی کے بغیر، اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ آلات جہاد کی تیاری و فراہمی کے بغیر۔

تشریح و مطالب : ۱۵۸ ؎ اللہ عزوجل کی بندگی و عبادت سے بڑھ کر کون سی فضیلت و خوبی کون سا فضل و شرف ہو سکتا ہے لیکن علم دین کی روشنی نہ ہو تو آدمی عمر بھر عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ حاصل اسے کچھ نہ ہو۔ اے عزیز علم دین کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لحہ پر مرتے دم تک ہے۔ اور عبادت گزاروں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر پر خطر ہو اسی

قدر ہادی ورہنما کی زیادہ حاجت۔ ولہذا حدیث میں آیا حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا بغیر فقہ (علم دین) کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھا۔ "کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں" مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ دو شخصوں نے میری کمر توڑ دی یعنی وہ بلائے بے درماں اور لا علاج مرض ہیں۔ ایک عبادت گزار جاہل دوسرا بے باک عالم' کہ علانیہ بے باکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔

۱۵۹؎ ادب کا دوسرا نام شائستگی وخوش معاملگی ہے۔ یعنی ہر ایک کے ساتھ وہ طریق وروش اختیار کرنا جس کا وہ مستحق ہے یا بالفاظ دیگر اپنے معاملات کو اس خوبی وخوبصورتی سے نباہنا کہ اس سے دوسروں کو کوئی تکلیف کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اور کوئی قول وعمل دوسرے کی ناحق ناخوشگواری کا سبب نہ بنے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن مومن کی میزان میں سب سے بھاری جو چیز رکھی جائے گی وہ خلق حسن ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو دوست نہیں رکھتا جو فحش گو' بدزبان ہو (ترمذی)۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ مومن اپنے اخلاق حسنہ کی وجہ سے قائم اللیل (شب بیدار) اور صائم النہار (دائمی روزے دار) کا درجہ پا جاتا ہے (ابوداؤد) ۱۶۰؎ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سخی قریب ہے اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب ہے آدمیوں سے (کہ سب اسے عزت دیتے۔ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں) اور دور ہے جہنم سے اور بخیل دور ہے اللہ سے دور ہے جنت سے۔ دور ہے آدمیوں سے قریب ہے جہنم سے اور جاہل سخی' اللہ کے نزدیک زیادہ پیارا ہے بخیل عابد سے (ترمذی)۔

۱۶۱؎ جہاد کی تین قسمیں ہیں۔ جنانی لسانی اور سنانی۔ جہاد جنانی یہ ہے کہ مسلمان کفرو بدعت اور فسق وفجور کو دل سے برا جانے اور اسے حدیث شریف میں ایمان کا ادنیٰ درجہ قرار دیا گیا یہ مطلقاً ہر حال میں فرض ہے کہ اس کے لیے نہ آلات کی حاجت ہے اور نہ قوت وطاقت کو بروئے کار لانے کی۔

لسانی یہ ہے کہ کسی منکر شرعی کو مٹانے اور جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی طاقت وقوت نہ ہو تو زبان وقلم سے اس کی برائی کو بیان کیا جائے اور اس سے مسلمانوں کو دور رہنے' دور

بھاگنے کی تلقین کی جائے کہ کہیں وہ گمراہ نہ ہوں کہیں کسی فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔

اور جہاد سنانی یہ ہے کہ بدخواہان اسلام اور دشمنان قرآن کو تیر و تلوار، وغیرہا آلات کے ذریعے سرنگوں اور اطاعت گزار اسلام بنایا جائے۔ اس کے لیے اسباب جہاد کی فراہمی آلات جنگ پر رسائی اور مقابلہ کی قابلیت ضروری ہے ورنہ سلطان اسلام پر کافروں سے پہل حرام ہے یعنی جب کہ ان کے مقابلہ کے قابل نہ ہو۔ ہاں اگر وہ کافر ہجوم کر آئیں تو دفاع ہر مسلمان پر بقدر استطاعت فرض ہے۔

قَالَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ اَضْيَعُ الْاَشْيَاءِ عَشْرَةٌ عَالِمٌ لَّا يُسْئَلُ عَنْهُ وَعِلْمٌ لَا يُعْمَلُ بِهٖ وَرَاْيٌ صَوَابٌ لَا يُقْبَلُ وَسِلَاحٌ لَا يُسْتَعْمَلُ وَمَسْجِدٌ لَا يُصَلّٰى فِيْهِ وَ مُصْحَفٌ لَا يُقْرَاُ عَنْهُ وَمَالٌ لَا يُنْفَقُ مِنْهُ وَخَيْلٌ لَا يُرْكَبُ وَعِلْمُ الزُّهْدِ فِي بَطْنِ مَنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَعُمْرٌ طَوِيْلٌ لَا يَتَزَوَّدُ فِيْهِ لِسَفَرِهٖ

(ترجمہ) : (۱۸۱) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کائنات میں دس چیزیں ایسی ہیں جو (باوقعت وکار آمد ہونے کے باوجود) رائیگاں وضائع جاتی ہیں (۱) وہ عالم جس سے کوئی دینی مسئلہ دریافت نہ کیا جائے (اس کی بدخوئی اور خود پسندی کے باعث لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ نہ اس سے معلومات حاصل کریں) (۲) وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے (۳) وہ رائے صائب اور مشورہ صحیحہ جو قابل قبول نہ ہو۔ (۴) وہ ہتھیار جو کام میں نہ لائے جائیں۔ (۵) وہ مسجد جس میں ۱۶۲ نماز باجماعت ادا نہ کی جائے (۶) وہ صحیفہ قرآن جس کی تلاوت نہ کی جائے۔ (۷) وہ مال جس سے فی سبیل اللہ خرچ نہ کیا جائے۔ (۸) وہ گھوڑا (اور سواری) جو سواری کے قابل نہ ہو۔ (۹) زہد و ترک دنیا کی وہ معلومات جس کسی طالب دنیا کے پیٹ میں ہوں۔ (۱۰) اور وہ عمر دراز جس میں سفر آخرت کے لیے زاد راہ مہیا نہ کیا جائے۔

تشریح و مطالب: ۱۶۲؎ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ اور جب مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو مسلمانوں پر ان کا اکرام واحترام بھی لازم و فریضہ دائم ہے علمائے کرام نے بہرحال۔ آداب مسجد ملحوظ رکھنے کا مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔ اور ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ ایک دائمی قانون عطا فرمایا ہے۔ جس سے بہت سی باتوں کا حکم صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں ﷺ جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس سے کہے "اللہ تیری گمی ہوئی چیز تجھے نہ ملائے۔ مسجدیں اس لیے نہیں بنیں" اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے "جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں برکت نہ دے"

وجہ وہی کہ مسجدیں اس لیے نہیں بنیں اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے کھانے پینے کو نہ بنیں' تو معتکف کے علاوہ کسی اور کو ان افعال کی اجازت نہیں۔ اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور عوام الناس کے قلوب ادب وہیبت سے عاری' مسجدیں چوپال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی۔ اسی لیے علماء نے فرمایا کہ معتکف کے لیے مسجد میں کھانا لایا جائے تو لازم ہے کہ کوئی چیز' شوربا یا شیر وغیرہ کی کوئی چھینٹ مسجد میں نہ گرے۔ مسجد کا فرش آلودہ نہ ہو۔ ورنہ ایسا کھانا پینا جس سے مسجد میں آلودگی ہو مطلقاً ناجائز ہے۔ اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے۔ الغرض وجہ وہی کہ اِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا مسجدیں اس لیے نہیں بنیں ماہ رمضان المبارک میں مسجدوں میں افطار کرنے والے ذرا اس مسئلہ کو بھی دیکھ لیں۔

چند مسائل متعلق بہ احکام مساجد

ا۔ مسجد میں پہلے سیدھا قدم رکھو پھر الٹا اور یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ (اے اللہ تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے)۔

اور واپسی پر پہلے الٹا قدم نکالو پھر سیدھا اور دعا پڑھو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں)۔

۲۔ مسجد میں آتے وقت اعتکاف کی نیت کر لو بِسْمِ اللّٰهِ دَخَلْتُ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَنَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ یا اردو میں کہہ لو۔ اللہ کے نام سے میں مسجد میں داخل ہوا۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور سنت اعتکاف کی میں نے نیت کی۔ اس سے عبادت کا ثواب ملے گا اور اس کے سبب مسجد میں پانی پینا یا مثلاً پان کھانا بھی جائز ہو جائے گا اور اس اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں۔

۳۔ مسجد میں دوڑنا۔ یا زور سے قدم رکھنا یا فرش مسجد پر کوئی شے مثلاً لکڑی چھتری پنکھا وغیرہ دور سے پھینکنا اس کی سخت ممانعت ہے۔

۴۔ مباح باتیں بھی مسجد میں کرنے کی اجازت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے مسجد میں کلام کرنا نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو۔

۵۔ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا تو ہر جگہ ممنوع ہے۔ مسجد میں کسی طرف نہ پھیلائیے۔

۶۔ بدن یا کپڑے یا منہ میں کوئی بدبو ہو تو جب تک دور اور صاف نہ کر لیں مسجد میں جانا حرام اور نماز میں داخل ہونا منع ہے۔ تمباکو کھانے پینے والوں کو اس کا خیال اشد ضروری ہے۔

۷۔ جو ادب مسجد کا ہے وہی صحن مسجد اور چھت کا ہے۔ فصیل مسجد بھی بعض باتوں میں مسجد کے حکم میں ہے۔ مثلاً وہاں لغو و بے ہودہ باتیں بنانا' ہنسنا قہقہے لگانا نہیں چاہیے۔ (عامہ کتب)

قَالَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ اَلْعِلْمُ خَیْرُ مِیْرَاثٍ وَالْاَدَبُ خَیْرُ حِرْفَةٍ وَالتَّقْوٰی خَیْرُ الزَّادِ وَالْعِبَادَةُ خَیْرُ بِضَاعَةٍ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ خَیْرُ قَائِدٍ وَحُسْنُ الْخُلُقِ خَیْرُ قَرِیْنٍ وَالْحِلْمُ خَیْرُ وَزِیْرٍ وَالْقَنَاعَةُ خَیْرُ

غِنًی وَالتَّوْفِیْقُ خَیْرُ عَوْنٍ وَالْمَوْتُ خَیْرُ مُؤَدِّبٍ

(ترجمہ) : (۱۸۲) حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ (۱) علم دین بہترین میراث ہے۔ (۲) صحیح تربیت بہترین مشغلہ ہے۔ (۳) تقویٰ و پرہیزگار بہترین ۱۸۳؎ توشہ آخرت ہے۔ (۴) عبادت و بندگی میں مصروفیت بہترین سرمایہ (۵) نیک عمل (سلامتی ایمان کے ساتھ) بہترین رہنما ہے (۶) خوش خلقی و شگفتہ روی بہترین ہم نشین ہے (۷) حلم و بردباری بہترین وزیر باتدبیر ہے (۸) قناعت بہترین تونگری ہے (۹) کار خیر کے لیے توفیق الٰہی (اسباب کی فراہمی) بہترین یاور و مددگار ہے۔ (۱۰) موت بہترین معلم و سبق آموز ہے۔

تشریح و مطالب : ۱۸۳؎ ہر اچھا کام کرنے اور ہر برائی سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان کا ضمیر بیدار ہو۔ اس میں خیر و شر کی تمیز ہو۔ خیر پر عمل پیرا رہنے اور شر سے دور رہنے کا جذبہ اس میں موجود رہے۔ خوف خدا قدم قدم پر اس کا راہنما ہو۔ اور خشیت الٰہی کے نور سے اس کا سینہ منور۔ اسی کا نام تقویٰ ہے اسی کو قرآن کریم نے خیر الزاد فرمایا ہے۔ یہی تقویٰ تمام اعمال صالحہ کی غایت و مراد ہے۔ اسلام کی ہر تعلیم کا مقصد و منشاء اپنے ہر عمل کے قالب میں اسی تقویٰ کی روح کو پیدا کرنا ہے زندگی کے سفر میں تقویٰ و پرہیزگاری سے بڑھ کر کوئی توشہ کوئی سازو سامان اور کوئی زاد راہ نہیں۔ مسلمان کی زیب و زینت کا سامان ' ظاہری لباس سے بڑھ کر تقویٰ کا لباس ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ اور تقویٰ و پرہیزگاری کا لباس ایمان ہے۔ حیا ہے اور دوسری اچھی خصلتیں نیک عادتیں ہیں اور سب سے بڑھ کر خوف و خشیت الٰہی ہے جو انسان کو شیطان کے وسوسوں اور فریب کاریوں سے بچاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی راہوں پر چلتا ہے اور حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر شیطان ایسا ہے کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو تم ایسے سے مدد چاہو جو اس کو دیکھتا ہے اور وہ اسے نہ دیکھ سکے۔ یعنی اللہ کریم ستار' رحیم غفار سے مدد چاہو۔ اور یہ نصرت یاوری اس وقت میسر آتی ہے جب

دل میں خوف خدا ہو اور سینہ خشیت الٰہی سے لبریز اور ہر کام میں خدا کی مرضی وپسندیدگی کا حصول اس کا مقصود اصلی ہو۔ اور جو اس مقام ومرتبہ پر فائز المرام ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی نصرت ویاوری سے بھی سرفراز فرمائے جاتے ہیں۔ تو انہیں کون شکست دے سکتا ہے۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَشَرَةٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ هُمْ كُفَّارٌ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَيَظُنُّوْنَ اَنَّهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ الْقَاتِلُ بِغَيْرِ حَقٍّ وَالسَّاحِرُ وَالدَّيُّوْثُ الَّذِي لَا يُغَارُ عَلٰى اَهْلِهٖ وَمَانِعُ الزَّكٰوةِ وَشَارِبُ الْخَمْرِ وَمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَجُّ فَلَمْ يَحُجَّ وَالسَّاعِيْ فِي الْفِتَنِ وَبَائِعُ السِّلَاحِ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ وَنَاكِحُ الْمَرْاَةِ فِيْ دُبُرِهَا وَنَاكِحُ ذَاتِ رَحْمٍ مَحْرَمٍ اِنْ عَلِمَ هٰذِهِ الْاَفْعَالَ حَلَالًا فَقَدْ كَفَرَ

(ترجمہ) : (۱۸۳) نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ دس آدمی میری اس امت سے اللہ عزوجل کے منکروں اور سرکشوں کے طور طریق وروش پر ہیں۔ اگرچہ وہ یہ گمان کرتے ہوں کہ وہ اہل ایمان کے ساتھ ہیں اور مسلمانوں میں شامل (۱) ناحق ۱۶۳ قتل کرنے والا۔ (۲) جادوگر۔ (۳) دیوث کہ اپنے اہل وعیال (اور زیر کفالت واثر افراد خصوصاً عورتوں) کو آوارہ گردی، (بدچلنی اور غیر مردوں کے ساتھ اختلاط) میں آنکھوں دیکھے آلودہ پائے اور اسے (بے غیرتی وبے حمیتی کے باعث) ذرا غیرت وشرم نہ آئے (۴) جس پر زکوۃ فرض ہو اور ادا نہ کرے (۵) شرابی کہ بادہ نوشی میں مست رہتا ہے۔ (۶) جس پر حج فرض ہو اور حج کو نہ جائے۔ (۷) فتنہ وفساد کو ہوا دینے والا (تاکہ مسلمانوں میں باہم انتشار پھیلے۔ افتراق بڑھے) (۸) حالت جنگ میں حربی کافروں کو (کہ ہمہ وقت آمادہ جنگ رہتے ہیں) اسلحہ فروخت کرنے والا (۹) عورت سے پیچھے کے مقام پر جماع کرنے والا۔ (۱۰) اور ایسی قرابت دار عورتوں سے نکاح (وہم بستری) کرنے والا جو اس کے لیے محرم ہیں (اور جن سے نکاح کسی حال میں جائز نہیں) اور

اگر ان مذکورہ بالا افعال کو حلال وجائز جانتا ہے تو یقیناً (اسلام سے خارج اور) کافروں کے گروہ میں داخل ہے۔

تشریح ومطالب: ۱۶۳؎ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مرد مسلمان کا جو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے خون بہانا (اسے قتل کرنا) صرف تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہے۔ نفس بدلے میں نفس کے اور ثیب زانی۔ اور جو اپنے دین سے نکل کر جماعت اہل اسلام کو چھوڑ دے (مرتد ہو جائے یا باغی) ان احکام کا تعلق رعایا سے نہیں بلکہ اسلامی حکومت سے ہے ۱۶۴؎ محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہو سکے اس کی حرمت ابدیہ ہمیشہ کے لیے ہو۔ تو جو مردان میں سے کسی سے ہم بستری کرے' اگرچہ نام نکاح کے بعد ظاہر ہے کہ وہ اپنی عاقبت اپنے ہاتھوں خراب کر رہا ہے۔ کہ ان کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور اگر معاذ اللہ انہیں حلال جان کر ان سے نکاح کیا تو نص قرآنی سے انکار ہوا اور نص قرآنی کا انکار کفر ہے تو آپ ہی جہنم میں گیا۔ ہاں جتنی عورتیں اپنی بیوی کی محارم ہیں جیسے اس کی خالہ پھوپھی' بھانجی' بھتیجی وغیرہن وہ مرد کے محارم نہیں۔ ان سے نکاح صرف اس حالت تک حرام جب تک اس پھوپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت اس کے نکاح میں ہو۔ موت وطلاق کے بعد جدائی ہو جائے اور عدت گزر جائے تو ان سے نکاح درست ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ فِی السَّمَاءِ وَلَا فِی الْاَرْضِ مُؤْمِنًا حَتّٰی یَکُوْنَ وَصُوْلًا وَلَا یَکُوْنُ وَصُوْلًا حَتّٰی یَکُوْنَ مُسْلِمًا وَلَا یَکُوْنُ مُسْلِمًا حَتّٰی یَسْلَمَ النَّاسُ مِنْ یَدِهٖ وَلِسَانِهٖ وَلَا یَکُوْنُ مُسْلِمًا حَتّٰی یَکُوْنَ عَالِمًا وَلَا یَکُوْنُ عَالِمًا حَتّٰی یَکُوْنَ بِالْعِلْمِ عَامِلًا وَلَا یَکُوْنُ بِالْعِلْمِ عَامِلًا حَتّٰی یَکُوْنَ زَاهِدًا وَلَا یَکُوْنُ زَاهِدًا حَتّٰی یَکُوْنَ وَرِعًا وَلَا یَکُوْنُ وَرِعًا حَتّٰی یَکُوْنَ مُتَوَاضِعًا وَلَا یَکُوْنُ مُتَوَاضِعًا حَتّٰی یَکُوْنَ عَارِفًا

بِنَفْسِهٖ وَلَا یَکُوْنُ عَارِفًا بِنَفْسِهٖ حَتّٰی یَکُوْنَ عَاقِلًا فِی الْکَلَامِ

(ترجمہ) : (۱۶۴) حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی بندہ آسمان والوں اور زمین والوں کے نزدیک اس وقت تک کامل الایمان نہیں ہو سکتا جب تک واصل باللہ اور حق کا مقرب نہ ہو۔ (۲) اور واصل باللہ و مقرب حق بن نہیں سکتا جب تک وہ سلامت پسند، سلامت رو نہ ہو (۳) اور سلامت روی اسے میسر آ نہیں سکتی جب تک لوگ اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ نہ رہیں۔ (۴) اور لوگ اس سے مامون رہ نہیں سکتے جب تک وہ (لوگوں کے حقوق و مراتب سے آگاہ) عالم دین (وواقف کار نہ ہو۔ (۵) اور عالم کہلایا نہیں جا سکتا جب تک علم کے مطابق عمل نہ کرے۔ (۶) اور علم کے مطابق وہ عمل پیدا ہو نہیں سکتا جب تک دنیا داری سے بیزار و بے نیاز نہ ہو (۷) اور دنیاداری سے وہ بیزار ہو نہیں سکتا جب تک تقویٰ و پرہیزگاری سے آراستہ نہ ہو۔ (۸) اور تقویٰ شعار و پرہیزگار ہو نہیں سکتا جب تک فروتنی وخاکساری کو اپنی روش نہ بنائے۔ (۹) اور منکسر المزاج اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک خود اپنے آپ کو نہ پہچانے اور (۱۰) اپنے آپ کو پہچان نہیں سکتا جب تک بات سوچ سمجھ کر قرین عقل نہ کرے۔

تشریح و مطالب : ۱۶۵؁ حدیث مبارک کو ایک بار پھر پڑھ جائیے اور اندازہ لگائیے کہ اپنی ذات کی معرفت سے لے کر عرفان الٰہی و وصول الی اللہ تک تمام ذریعوں اور واسطوں کا زبان سے کتنا عظیم تعلق ہے کتنا چاہیے کہ مسلمان کے ہر قول و فعل اور کردار و عمل کی صحت و عدم صحت قبولیت و عدم قبولیت کا مدار اس کی زبان پر ہے۔ دینداری کے مقامات و مراتب میں زبان کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث شریف سے ہوتا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ابن آدم جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزانہ یہ کہتے ہیں کہ تو خدا سے ڈر کہ ہم سب تیرے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم

سب ٹیڑھے ہو جائیں گے (ترمذی) اس لیے ہر شخص پر لازم ہے کہ جو بات کہے سوچ سمجھ کر کہے تاکہ بعد میں شرمندگی نہ ہو' مشہور ہے کہ "پہلے تول پیچھے بول"

قِيْلَ رَاى يَحْيٰى بْنُ مُعَاذِنِ الرَّازِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَقِيْهًا رَاغِبًا فِي الدُّنْيَا فَقَالَ يَا صَاحِبَ الْعِلْمِ وَالسُّنَّةِ قُصُوْرُكُمْ قَيْصَرِيَّةٌ وَبُيُوتُكُمْ كِسْرَوِيَّةٌ وَمَسَاكِنُكُمْ قَارُوْنِيَّةٌ وَاَبْوَابُكُمْ طَالُوْتِيَّةٌ وَثِيَابُكُمْ جَالُوْتِيَّةٌ وَمَذَاهِبُكُمْ شَيْطَانِيَّةٌ وَوِلَايَتُكُمْ فِرْعَوْنِيَّةٌ وَقُضَاتُكُمْ عَاجِلِيَّةٌ اَصْحَابُ رِشْوَةٍ غَشَاشِيَّةٌ وَمَمَاتُكُمْ جَاهِلِيَّةٌ فَاَيْنَ الْمُحَمَّدِيَّةُ

الفاظ و معانی : قَیْصَر شاہان روم کا لقب ہے اور قیصریہ اس کی طرف منسوب ہے۔ کِسْریٰ شاہان ایران کا لقب ہے کسرویہ انہیں کی طرف منسوب قَارُون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ پاک کا ایک مشہور دولت مند جس کے چالیس خزانے تھے۔ زکوٰۃ نہ دینے کے باعث' قہر الٰہی سے اپنے خزانوں سمیت ہلاک ہو گیا۔ طالوتؑ بنی اسرائیل کے ایک سردار کا نام ہے۔ جس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ ہوئے۔ جالوت ایک کافر کا نام۔ جو بنی اسرائیل کا حریف تھا اور طالوت کے زمانہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا۔ فرعون قدیم زمانہ میں بادشاہان مصر کا لقب تھا۔ مگر عام محاورے میں اس سے مراد وہ بادشاہ مصر ہوتا ہے جس نے بنی اسرائیل پر ظلم توڑے۔ خدائی کا دعویٰ کیا اور پھر قہر الٰہی نے اسے مع لشکر کے دریائے نیل میں ڈبو دیا۔ غَشَاش بڑا فریب کار مکروں کا بنا ہوا۔ عَجِیْلِیَّةٌ جلد باز' ہوس مال میں جس کی عقل ماری جائے اور جسے صرف مال و دولت کی خواہش ہو۔

(ترجمہ) : (۱۸۵) کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک عالم دین کو دیکھا جسے دنیا کی رعنائیوں نے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا (اور وہ خالص دنیا دار نظر آتا تھا) آپ نے اس کی حالت کا جائزہ لیا پھر فرمایا اے کتاب و سنت اور علم شریعت کے پاسبانو! حاکمو! (تمہارے یہ حالات نہایت درجہ حیرت

انگیز و قابل افسوس ہیں تم خود اپنے معاملات پر نگاہ عبرت ڈالو تاکہ حق عیاں و آشکار ہو۔ اور تم اپنے احوال کی اصلاح کر سکو۔ ذرا دیکھو تو سہی کہ) تمہارے ایوان و محل شاہان روم کے ایوان و قصور کے مانند عالیشان و سیع و عریض ہیں۔ تمہارے مکانات سے شاہان ایران کی شان و شوکت ہویدا ہے۔ تمہاری اقامت گاہیں، قارون کی اقامت گاہوں سے ملتی جلتی ہیں۔ تمہارے دروازے تمہاری ڈیوڑھیاں یوں لگتا ہے کہ شاہ جالوت کے دروازے ہیں۔ تمہاری پوشاکیں، طمطراق میں جالوت کی پوشاکوں کے مشابہ ہیں۔ تمہارے طور طریق تمہاری روشیں، شیطانی روشوں سے جدا نہیں اسی کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔ تمہاری جائیدادیں تمہاری جاگیریں، تمہارا سامان تعیش اور ان میں تمہارا انہماک، تمہاری دلچسپیاں، تمہاری سرکشی و تمرد کا پتہ دیتی ہیں۔ تمہاری بود و باش اور طمطراق میں فرعونیت کی آمیزش ہے۔ تمہارے مقرر کردہ معاملات کا باہمی تصفیہ کرنے والے قاضی عدل و انصاف کے داعی دنیائے دوں کے مفادات کے حصول کے پیچھے پڑے ہیں۔ ان کے مصارف کا تمام تر دارومدار کھوٹے سکوں، رشتوں ۱۶۶؎ اور حرام کمائیوں کی ڈالیوں، تحفوں پر ہے اور پھر تمہاری موت بھی رسم جاہلیت کی پابند ہے (تمہارے بعد وہی گریہ وزاری وہی اظہار بے تابی و بے قراری وہی بے صبری و سینہ کوبی۔ وہی ماتم و دنیا سازی) توائے بندگان خدا (دنیا کی چند روزہ رعنائیوں پر پھول کر نام حق اور یوم آخرت کو بھول جانے والے ناخداؤ) بتاؤ تو سہی کہ تم میں محمدیت (محمد رسول اللہ ﷺ کے چاہنے والوں کی سی شان و شوکت) اور اس نام اقدس سے نسبت اُمِیَّتْ باقی ہے کہ نہیں؟

تشریح و مطالب: ۱۶۶؎ قرآن کریم نے حرام کمائیوں اور ناجائز آمدنیوں کو صرف دو جملوں میں سمیٹ دیا ہے لَا تَاکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ "آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور اس سے متصل ہی

فرمایا وَتُدْلُوا بِهَا اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ "اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھا لو" آیت کریمہ میں باطل طور پر کسی کا مال کھانا اڑانا حرام فرمایا گیا۔ خواہ لوٹ کر' یا چوری سے' یا جوئے سے ہو یا حرام تماشوں' حرام کاموں' حرام ذریعوں سے' یا رشوت یا جھوٹی گواہی' یا چغل خوری سے یونہی اپنے ناجائز فائدے کے لیے کسی پر مقدمہ بنانا اور اسے حکام تک پہنچانا حرام ہے اسی طرح اپنے فائدے کی غرض سے دوسرے کو ضرر پہنچانے کے لیے حکام پر اثر ڈالنا' رشوتیں دینا حرام ہے اور وہ مال بھی باطل ہی کے حکم میں آجاتا ہے جسے اس مال کے مالک سے حاصل کیا جائے' اس کی خواہش دلی کے بغیر یا مالک گو اسے خوش دلی سے دے رہا ہے لیکن شریعت نے خود اس مد کو ناجائز قرار دیا ہے۔

اَیُّهَا الْمُنَاجِیْ رَبَّهٗ بِاَنْوَاعِ الْکَلَامِ ۔ وَالطَّالِبُ مَسْکَنَهٗ فِیْ دَارِ السَّلَامِ

وَالْمُتَرِّفُ لِلتَّوْبَةِ عَامًا بَعْدَ عَامًا ۔ وَمَا اَرَاكَ مُنْصِفًا لِنَفْسِكَ بین الْاَنَامِ

اِنَّكَ لَوْ رَافَقْتَ یَوْمَكَ یَا غَافِلُ بِالصِّیَامِ ۔ وَاَحْیَیْتَ طُوْلَ لَیْلِكَ بِالْقِیَامِ

وَاقْتَصَرْتَ بِالْقَلِیْلِ مِنَ الْمَاءِ وَالطَّعَامِ ۔ لَکُنْتَ اَحْرٰی اَنْ تَنَالَ شَرَفَ الْمَقَامِ

وَالْکَرَامَةَ الْعَظِیْمَةَ مِنْ رَّبِّ الْاَنَامِ

وَالرِّضْوَانَ الْاَکْبَرَ مِنْ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

ترجمہ: کسی عربی شاعر نے اپنے اشعار میں کیا خوب مضمون باندھا ہے کہ اپنے پروردگار سے مختلف انداز سے مناجات کرنے والے۔

بہشت بریں میں اپنے مسکن کے خواستگار' اور توبہ و استغفار کو ہر سال نئے سال پر ٹالنے والے (بندہ خدا) میں نہیں سمجھتا کہ تو خود اپنے ساتھ انصاف کر رہا ہے کاش روزہ سے غافل رہنے والے! تو اپنے دن کی خود نگرانی کرتا اور اپنی شب دراز' شب بیداری میں گزارتا اور بقدر کفایت کھانے پینے پر گزر اوقات کرتا تو تجھ سے بڑھ کر بلند درجات کا شرف اور کسے ملتا اور خالق کائنات' عزت و جلال کی بارگاہ سے عظیم کرامتیں اور رضائے الٰہی کی دولتیں اور کسے میسر آتیں۔

قَالَ بَعْضُ الحكَمَاءِ عَشْرُ خِصَالٍ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ سُبحَانَهُ وَتَعَالٰى مِنْ عَشَرَةِ اَنْفُسٍ اَلْبُخلُ مِنَ الاغْنِيَاءِ وَالكِبْرُ مِنَ الْفُقَرَاءِ وَالطَّمْعُ مِنَ الْعُلَمَا وَقِلَّةُ الْهَيَاءِ مِنَ النِسَاءِ وَحُبُّ الدُّنيَا مِنَ الشُّيُوخِ وَالكَسَلُ مِنَ الشبَابِ وَالجَورُ مِنَ السُّلْطَانِ وَالجبْنُ مِنَ الْغُزَاةِ وَالْعُجْبُ مِنَ الزُّهَادِ وَالرِّيَاءُ مِنَ الْعُبَّادِ

(ترجمہ) : (۱۸۶) کسی صاحب دل نے فرمایا ہے کہ دس خصلتیں ۱۹۶؎ ایسی ہیں جو دس آدمیوں میں پائی جائیں تو اللہ عزوجل کو سخت ناپسند ہیں تونگروں اور دولت مندوں میں بخل (۲) درویشوں میں کبرو غرور (۳) اہل علم میں حرص و آز۔ (۴) عورتوں میں بے حیائی (۵) بوڑھوں میں دنیا کی محبت۔ (۶) جواں مردوں میں پست ہمتی وسست روی۔ (۷) حاکم وقت میں جورو ظلم۔ (۸) مجاہدوں میں بزدلی وکم حوصلگی۔ (۹) زاہدوں میں خود پسندی۔ (۱۰) اور عبادت گزاروں میں نمود وریاء۔

تشریح ومطالب :

۱۹۶؎ مقصود کلام اقدس یہ ہے کہ بخل، کبرو، غرور، حرص وآز، بے حیائی، محبت دنیا، پست ہمتی، جورو ظلم، بزدلی، خودپسندی اور نمود ونمائش یہ عادتیں جس شخص میں بھی ہوں گی اسے عیب ناک بنا دیں گے۔ لیکن ان لوگوں میں پائی جائیں جو ان کے ہولناک انجام سے واقف ہیں تو کہنا چاہیے کہ یہ عیوب اور زیادہ قابل نفریں ولائق مذمت ہو جاتے ہیں اور ان کا وزن اور بڑھ جاتا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم اَلْعَافِيَةُ عَلٰى عَشَرَةِ اَوْجُهٍ خَمْسَةٌ فِى الدُّنْيَا وَخَمْسَةٌ فِى الْاٰخِرَةِ فَاَمَّا الَّتِى فِى الدُّنْيَا الْعِلْمُ وَالْعِبَادَةِ وَالرِّزْقُ مِنَ الْحَلَالِ وَالصَّبْرُ عَلٰى

الشِّدَّةِ وَالشُّكْرُ عَلَى النِّعْمَةِ وَاَمَّا الَّتِیْ فِی الْآخِرَةِ فَاِنَّهٗ یَاْتِیْهِ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالرَّحْمَةِ وَاللُّطْفِ وَلَا یَرُوْعُهٗ مُنْكَرٌ وَنَكِیْرٌ فِی الْقَبْرِ وَیَكُوْنُ آمِنًا فِی الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ وَتُمْحٰی سَیِّاٰتُهٗ وَتُقْبَلُ حَسَنَاتُهٗ وَیَمُرُّ عَلَی الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ اللَّامِعِ وَیَدْخُلُ الْجَنَّةَ فِی السَّلَامَةِ

(ترجمہ) : (۱۸۷) رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ عافیت وسلامتی کی دس صورتیں ہیں (اور ان سے ان شاء اللہ تعالیٰ مرد مومن فیض پاتا ہے اور پائے گا) ان میں سے پانچ کا تعلق اسی دنیا سے ہے (۱) علم دین (جب کہ کم از کم بقدر ضرورت ہو اور اس کا عمل اس کے مطابق) (۲) عبادت وبندگی (جب کہ میزان شرع پر پوری اترے اور ریا ونمود سے پاک صاف ہو) (۳) حلال ذریعہ سے کمائی ہوئی روزی (۴) بلاء وسختی کے وقت صبر وتحمل (۵) نعمتوں کے حصول پر شکر وسپاس۔

پانچ صورتیں آخرت سے متعلق ہیں (اور وہ یہ ہیں) (۱) فرشتہ اجل اس کے ساتھ شفقت ومہربانی سے پیش آئیں گے (۲) قبر میں نکیرین کے رعب وہیبت (اور ڈراؤنی وخوفناک شکل وصورت) میں ابتلا سے وہ محفوظ رہے گا (لہٰذا ان کے سوالات کے صحیح جوابات کی توفیق اسے ملے گی) (۳) قیامت کی ہولناک بڑی گھبراہٹ سے وہ مامون رکھا جائے گا (۴) اس کے گناہوں کو مٹا دیا جائے گا اور نیکیاں قبول کرلی جائے گی۔ (۵) وہ پل صراط سے ایسے گزر جائے گا جیسے بجلی کا کوندا۔ اور جنت میں کہ سلامتی کا گھر ہے داخل ہوگا۔

تشریح ومطالب : ۱۸۷ ؎ اور یہ سب صدقہ ہے نبی کریم ﷺ کا قیامت کے دن سب اولین وآخرین جمع ہوں گے۔ ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا بعض مسلمین بھی اپنے معاصی پر مبتلائے عذاب کیے جائیں گے لیکن کوئی مسلمان پوری سزا نہ پائے گا۔ سزا پوری ہونے سے پہلے ہی حضور اقدس ﷺ کی

شفاعت انہیں نجات دلا دے گی۔ سزا اگر پوری ہو لیتی تو نجات آپ ہی ہوتی۔ شفاعت کا کیا اثر ہوتا لیکن شفاعت انہیں بخشوا لے گی۔ تو ثابت ہوا کہ سزا پوری نہ ہونے پائے گی۔ حدیث میں آیا ایک بندہ حاضر ہو گا رب العزت کا حکم ہو گا اس کا نامہ اعمال اسے دیا جائے گا وہ حد نگاہ تک طویل اور سراپا گناہوں سے بھرا ہو گا اپنا نامہ اعمال خود پڑھے گا اس میں صغائر و کبائر سب لکھے ہوں گے۔ یہ چھوٹے چھوٹے گناہ ظاہر کرے گا اور کبائر کو چھوڑتا جائے گا۔ رب عزو جل فرمائے گا "پڑھ لیا" کہے گا "ہاں سب پڑھ لیا" اللہ عزو جل (کہ غفور و رحیم عفو و کریم ہے) فرمائے گا "اے میرے فرشتو! اس کے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی لکھو" اس وقت چلا اٹھے گا کہ الٰہی میرے بڑے گناہ تو رہ ہی گئے میں نے تو صرف صغائر پڑھے تھے" (پھر اسے مزید کرم سے سرفراز فرمایا جائے گا)۔ ایک اور حدیث میں یہ مضمون وارد ہوا کہ قیامت کے روز دو بندے دوزخ سے نکالے جائیں گے رب عزو جل فرمائے گا "جو کچھ تمہیں پہنچا تمہارے اعمال کا بدلہ تھا میں کسی پر ظلم نہیں کرتا تم پھر جہنم میں چلے جاؤ" ان میں سے ایک تو دوڑتا ہوا جہنم کی طرف جائے گا اور دوسرا آہستہ آہستہ۔ حکم ہو گا واپس لاؤ اس شتابی اور (تیز جانے) اور آہستگی کا سبب پوچھو (فرشتے ان سے اس کا سبب پوچھیں گے) جلدی کرنے والا عرض کرے گا "اے میرے رب' نافرمانی کے سبب یہ کچھ دیکھ چکا تھا اب بھی نافرمانی کرتا۔" دوسرا عرض کرے گا "الٰہی مجھے امید نہ تھی کہ جہنم سے نکال کر مجھے پھر اس میں بھیجا جائے گا" حکم ہو گا دونوں کو جنت میں لے جاؤ" یہ ہے شفاعت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک جلوہ اور یہ ہے کرم الٰہی کی ایک تجلی۔ بندگی و عبادت ہونی چاہیے اور محض لوجہ اللہ تعالیٰ آدمی کبھی اپنے اعمال پر نازاں نہ ہو۔ کہ کسی کے عمر بھر کے اعمال حسنہ اس کی کسی ایک نعمت کا جو اس نے اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہیں بدلہ نہیں ہو سکتے۔ مرتے وقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھ کر جان نکل جائے۔ پھر تو سب آسان ہے یہی ایک پہلی منزل ہے جو تمام منزلوں سے سخت تر ہے۔ اللہ آسان فرمائے حَسْبُنَا اللہ ونعم الوکیل

قَالَ اَبُوْ الفَضْلِ رَحِمَهُ اللّٰهُ سَمَّى اللّٰهُ تعالٰى كِتَابَهُ بِعَشرةِ اَسْماء قُرآنًا وَّفُرْقَانًا وَّكِتَابًا وَّتَنْزِيْلًا وَّهُدىً وَّنُورًا وَّرَحْمةً وَّشِفَائًا وَّرُوحًا وَّذِكْرًا وَاَمَّا الْقُرْآنُ وَالفُرقَانُ وَالكِتَابُ وَالتَّنْزِيْلُ فَمَشْهُورٌ وَاَمَّا الْهُدىٰ وَالنُّوْرُ وَالرَّحْمَةُ وَالشِفَاءُ قَالَ اللّٰهُ تعالٰى يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْجَائَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ

(ترجمہ) : (۱۸۸) ابو الفضل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب اقدس کو دس ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ وہ قرآن ہے (کائنات میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی چیز چنانچہ قیامت تک مسجدوں میں' محرابوں میں' مدرسوں میں' گھروں میں' تنہائیوں میں' انجمنوں میں پڑھا جائے گا اور جتنا پڑھا جائے گا اتنا ہی ذوق وشوق اور بڑھے گا) وہ فرقان ہے (حق وباطل' اسلام وکفر' نور وظلمت' وحلال وحرام طیب وخبیث کے درمیان فاروق وقول فیصل) وہ کتاب ہے (باضابطہ ومستند نوشتہ ایک صحیفہ مکتوب۔ قرآن کریم نے اپنا پہلا تعارف اسی حیثیت سے کرایا کہ وہ ضبط تحریر میں آیا ہوا ایک کتابی شکل میں منظم ومرتب آسمانی صحیفہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کتاب تو صرف یہی ایک کتاب کامل ہے آج اس کے مقابل جتنی کتابیں بھی لائی جائیں گی' ناقص وتحریف شدہ ہی رہیں گی۔ اگرچہ یہ کتاب دور آخر کی کتاب ہے) وہ تنزیل ہے (کہ تیئس برس میں حسب حاجت' متفرق آیتیں ہو کر اترا۔ اور اللہ عزوجل کے مظہر اول واتم واکمل حضرت سید المرسلین ﷺ کے فرمان سے اسی ترتیب جمیل پر کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق حسب تبلیغ جبرئیل تمام آیات قرآنیہ اپنی اپنی سورتوں میں جمع ہو لیں) وہ ھدیٰ ہے (جس کی بنیادی حیثیت صرف یہ ہے کہ وہ ہدایت نامہ ہے دستور حیات ہے۔ مکمل ومفصل نقشہ زندگی ہے آفتاب کی طرح عالم تاب) وہ نور ہے (جس

کی ہر بات روز روشن کی طرح عیاں اور جس کے اندر بڑے اور چھوٹے انفرادی و اجتماعی سارے مسائل کا حل جگ مگ جگ مگ کر رہا ہے) وہ رحمتہ ہے (دردمندوں کی ہمدرد' بے یاروں کی یار...... بے مددگاروں کی مددگار) وہ شفاء ہے (جسمانی و روحانی' ظاہری اور باطنی امراض کا شافی علاج) وہ روح ہے (ایک جانفزا روح افزا کتاب' جو مردہ دلوں کو زندگی بخشتی ہے اور جسم بے جان میں جان ڈالتی ہے) وہ ذکر ہے (ایک مکمل نصیحت نامہ' پندو موعظت سے لبریز حیات موت کا پیمانہ)۔

ان دس ناموں میں قرآن' فرقان' کتاب اور تنزیل بہت مشہور نام ہیں۔ (اور قرآن کریم میں جا بجا مذکور و موجود) اور ھدی' نور' رحمت اور شفاء ان کا ذکر اس آیہ کریمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ الآیہ (یعنی اے لوگو تمہارے پاس تمہارے ۱۶۸ ؎ رب کی طرف سے نصیحت آئی۔

لِمَا فِی الصُّدُوْرِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَقَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ وَاَمَّا الرُّوْحُ فَقَالَ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا وَاَمَّا الذِّکْرُ فَقَالَ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ

اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے) نیز ارشاد ربانی ہے قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ (بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آئی اور قرآن کی روح اس آیت میں فرمایا وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (اور یونہی ہم نے تمہیں بھیجی ایک جاں فزا چیز اپنے حکم سے) اور ذکر اس آیت میں فرمایا کہ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ (اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں ۱۶۹ ؎ سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا)۔

تشریح و مطالب: ۱۶۸ — اس آیہ کریمہ میں قرآن کریم کے آنے اور اس کے موعظت و شفا اور ہدایت و رحمت ہونے کا بیان ہے کہ یہ کتاب ان فوائد عظیمہ کی جامع ہے اور یہ سب تنوین کے ساتھ صیغہ نکرہ میں ہیں۔ اور یہ تنکیر ان کی عظمت کے اظہار کے لیے ہے۔ علمائے محققین فرماتے ہیں کہ نفس انسانی کے لیے حصول کمال میں چار مرتبے یا منزلیں ہیں۔ اور ان میں سے ہر لفظ ایک ایک مرتبہ یا منزل کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ پہلا مرتبہ تہذیب ظاہری کا ہے۔ یعنی معاصی اور اعمال بد سے بچنے کا موعظة اسی مقصد کے لیے ہوتا ہے۔ موعظت کے معنی ہیں وہ چیز جو انسان کو مرغوب کی طرف بلائے اور خطرے سے بچائے اور جس سے دل میں نیکی کا جذبہ پیدا ہو۔ غور فرمائیے کہ قرآن کریم تقریباً پندرہ سو سال سے کس کس طرح' خواب غفلت میں مدہوش' انسانیت کو بیدار اور انہیں اپنی آغوش رحمت کی طرف بلا رہا ہے۔ شفاء سے مراد ہے کہ قلب انسانی' قلبی امراض' اخلاق ذمیمہ عقائد فاسدہ اور جہالت مہلکہ سے پاک ہو جائے یہ دوسرا مرتبہ گویا تہذیب باطن کا ہے تیسرا مرتبہ عقائد حقہ و اخلاق حسنہ سے آراستہ و پیراستہ ہونے کا ہے۔ اسے ھدی سے تعبیر فرمایا گیا اس لیے کہ قرآن گمراہی سے بچاتا اور راہ حق دکھاتا ہے۔

حق کا جویا حق کا متلاشی ان راہوں پر گامزن رہے تو گمراہی کا شکار نہیں ہو پاتا چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ آدمی کا سینہ انوار الٰہی کا مرکز بن جائے اور اس کا باطن جگمگا اٹھے اور یہ حاصل ہے مقام رحمتہ کا۔ اور اسی لئے قرآن کو ایمان والوں کے لیے رحمت فرمایا کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۱۶۹ — الفاظ قرآن کریم پر غور کریں۔ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ (تاکہ تم لوگوں سے بیان کر دو۔ جو ان کی طرف اترا) یعنی تاکہ آپ قرآن کریم کے مضامین عالیہ کو اپنی توضیح و تشریح اور شرح و تفصیل کے ساتھ مخلوق خدا سے روشناس کرا دیں۔ یہ آیت قرآنی اس باب میں نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت محض حامل وحی یا "خط رساں" کی نہیں بلکہ شارح اور بیان کرنے والے کی بھی ہے۔ لہٰذا

نبی آدم کو نبی اکرم ﷺ کی سنت کریمہ کے اتباع کے بغیر احکام قرآنی کی تعمیل میسر آنہیں سکتی اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی اندھی اوندھی عقل پر بھروسہ کر کے کسی آیہ کریمہ کی ایسی تاویل ایسی توجیہ کرے جو ارشادات رسول برحق کے خلاف ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری صرف اتنی نہیں کہ وہ خدا کا پیغام بندوں تک پہنچا کر' اس کی تفصیل و تشریح کا کام امت کو سونپ کر بری الذمہ ہو جائیں خود قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے کہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ علی الْمُؤمِنِینَ اِذْبَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلاً مِنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ (بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و سنت سکھاتا ہے) ذرا غور کرنے سے نظر آجائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے جملہ فرائض' کمال ایجاز و اختصار کے ساتھ ان چند فقروں میں سمو دیئے گئے ہیں رسول کریم ﷺ کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ اپنی امت کو قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر سنائیں۔ یعنی اللہ کا پیغام پہنچانا گویا رسول کی پہلی حیثیت مبلغ اعظم کی ہوتی ہے۔ رسول کا دوسرا کام کتاب الٰہی کی تبلیغ کے بعد اس کی تعلیم کا ہے۔ اس تعلیم کے اندر کتاب کی شرح' ترجمانی' تعمیم میں تخصیص' تخصیص میں تعمیم' سب کچھ آگئی اور یہیں سے ان کج فہموں کی بھی تردید ہو گئی جو رسول کا منصب (معاذ اللہ) صرف ڈاکیہ یا قاصد کا سمجھے ہوئے ہیں۔ گویا رسول کی دوسری حیثیت معلم اعظم کی ہوئی۔ رسول کا تیسرا کام حکمت و دانائی کی تعلیم ہے۔ یعنی امت کے خواص کو اسرار و رموز دین سے آگاہ کرنا یہ تیسری حیثیت مرشد اعظم کی ہوئی۔ اور رسول کا چوتھا کام یہ ہے کہ وہ اخلاق کی پاکیزگی کے فرائض بھی انجام دیں گے۔ اور یہ حیثیت مصلح اعظم کی ہوئی خلاصہ کلام یہ کہ اللہ کا رسول مبلغ اعظم بھی ہے اور معلم اعظم بھی۔ مرشد اعظم بھی ہے اور مصلح اعظم بھی ﷺ

گمراہوں کی ایک سہل پہچان

مسلمانو! اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا تِبیَانًا لِکُلِّ شَیۡءٍ جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے تو کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ مگر ساتھ ہی وَمَا یَعۡقِلُهَآ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو" اسی لیے عوام الناس کو حکم دیا فَاسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَۙ علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔" اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں۔ نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرما دیا وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لئے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرمادے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔

اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطاف ونکات ونکتہ سنجی وباریک بینی، منتہی نہ ہوں گے ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العلمین نے ترتیب وار سلسلہ کلام الٰہی کے فہم کا منتظم فرما دیا کہ اے جاہلو! تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو اور اے عالمو! تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے غرض ہم پر آئمہ کی تقلید واجب فرمائی۔ اور ائمہ پر تقلید رسول اللہ ﷺ لازم کی۔ اور رسول پر تقلید قرآن امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں اس معنی کو جابجا بہ تفصیل بیان فرمایا۔

ازاں جملہ فرماتے ہیں "اگر رسول اللہ ﷺ اپنی شریعت سے قرآن عظیم کے مجملات (اجمالی احکام) کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یونہی مجمل رہتا (کسی کو صحیح عمل کی توفیق نہ ملتی)۔

اور اگر آئمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یونہی مجمل رہتی۔ اور اسی طرح ہمارے اس زمانے تک" کہ اگر کلام ائمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو

ہم اس کے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔

تو یہ سلسلہ ہدایت رب العزت کا قائم فرمایا ہوا ہے۔ جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت وگمراہی کی راہ چل رہا ہے۔ اسی لیے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد فرمایا یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے۔ جو سلسلے سے چلتے ہیں .بفضلہ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کر دکھائی۔ تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر خود قرآن وحدیث سے اخذ کرنا چاہے بہکے گا گرے گا اور جو حدیث چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا۔

تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن وحدیث چاہیے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے' سمجھ لو کہ یہ بددین' دین خدا کا بدخواہ ہے یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھو کہ ہر جگہ کام آئے گا۔ اور باذنہ تعالیٰ ہزاروں گمراہوں سے بچائے گا۔ (الصارم الربانی ملخصا)

قرآن عظیم ایک برہان واضح

حکمت الٰہیہ یہ ہے کہ انبیاء کو ایسے معجزات دیے جاتے ہیں جن سے ہر شخص ان کے صدق ونبوت کا یقین کر سکے۔ اور بیشتر وہ اس قبیل سے ہوتے ہیں۔ جس میں ان کی امت اور ان کے عہد کے لوگ' زیادہ مشق ومہارت رکھتے ہوں جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم سحر اپنے کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس زمانے کے لوگ سحر

کے بڑے ماہر کامل تھے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزہ عطا ہوا جس نے سحر کو باطل کر دیا اور ساحروں کو یقین دلا دیا کہ جو کمال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دکھایا وہ ربانی نشان ہے سحر سے اس کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب انتہائے عروج پر تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شفائے امراض واحیائے اموات کا وہ معجزہ عطا فرمایا جس سے طب کے ماہر عاجز آگئے اور وہ اس یقین پر مجبور تھے کہ یہ کام طب سے ناممکن ہے ضرور یہ قدرت الٰہی کا زبردست نشان ہے۔ اسی طرح سید عالم ﷺ کے زمانہ مبارک میں عرب کی فصاحت وبلاغت اوج کمال پر پہنچی ہوئی تھی اور وہ لوگ خوش بیانی میں عالم پر فائق تھے۔ سید عالم ﷺ کو وہ معجزہ عطا فرمایا گیا جس نے انہیں عاجز وحیران کر دیا۔ اور ان کے بڑے سے بڑے لوگ اور ان کے اہل کمال کی جماعتیں قرآن کریم کے مقابل ایک چھوٹی سی عبارت پیش کرنے سے بھی عاجز وقاصر رہے۔ اور قرآن کے اس کمال نے یہ ثابت کر دیا کہ بے شک یہ عظیم ربانی نشان ہے اور اس کا مثل بنا لانا بشری قوت کے امکان میں نہیں (خزائن العرفان)۔

"خالد بن عقبہ قرآن مبین سن پاتا ہے تو ششدر رہ جاتا ہے اور جب اس حالت سے سنبھالا لیتا ہے تو پکار اٹھتا ہے بخدا اس میں عجیب شیرینی ہے اس میں عجیب ترو تازگی ہے۔ اس کی جڑیں سیراب ہیں اور اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں۔ بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔

قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ یَا بُنَیَّ اِنَّ الْحِکْمَۃَ اَنْ تَعْمَلَ عَشَرَۃَ اَشْیَاءَ اَحَدُھَا تُحْیِی الْقَلْبَ الْمَیِّتَ وَتَجْلِسَ الْمَسَاکِیْنَ وَتَتَّقِیْ مَجَالِسَ الْمُلُوْکِ وَتُشَرِّفُ الْوَضِیْعَ وَتُحَرِّرُ الْعَبِیْدَ وَتُؤْوِی الْغَرِیْبَ وَتُغْنِی الْفَقِیْرَ وَتَزِیْدُ لِاَھْلِ الشَّرَفِ شَرَفًا وَلِلسَّیِّدِ سُؤْدَدًا وَھِیَ اَفْضَلُ مِنَ الْمَالِ وَحِرْزٌ مِّنَ الْخَوْفِ وَعُدَّۃٌ فِی الْحَرْبِ وَبِضَاعَۃٌ حِیْنَ یَرْبَحُ وَھِیَ شَفِیْعَۃٌ حِیْنَ یَعْتَرِیْہِ الْھَوْلُ وَھِیَ دَلِیْلَۃٌ حِیْنَ یَنْتَھِیْ بِہِ الْیَقِیْنُ اِلَی النَّفْسِ وَھِیَ سُتْرَۃٌ

حِيْنَ لَا يَسْتُرُهُ الثَّوْبُ

(ترجمہ) : (۱۸۹) حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے بیٹے! حکمت ودانائی کی روش یہ ہے کہ تم حسب ذیل دس چیزوں کو اپنے لئے دستور العمل بنالو (۱) اپنے دل (۱۷۰ ؎ دل مردہ میں جان ڈالو (اور ذکر خدا سے اسے زندگی وتابندگی دو) (۲) مسکین طبیعت (نیک چلن۔ نیک سیرت) کی ہم نشینی اختیار کرو۔ (۳) حتی الامکان' شاہان وقت وامراء زمانہ کی صحبت سے اجتناب برتو (ان سے دور' دور رہو) (۳) بے بس اور پستی میں گرا دیئے جانے والوں کی حرمت کا لحاظ رکھو (ان کے کام آسکو تو آؤ) (۴) غلاموں کو آزادی دو۔ (۵) غریبوں' بے وطنوں کی پناہ گاہ بنو۔ (۶) حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کرو۔ (۷) اہل حاجت کو (دے سکو تو) اتنا دو کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہو جائیں (۸) اہل عزت کی عزت بڑھاؤ (۹) جنہیں اللہ تعالٰی نے دینی ودنیوی' سربلندی بخشی ہے ان کے حوصلے بڑھاؤ (۱۰) اس دستور العمل کو مال ومتاع سے زیادہ وقعت ومنزلت دو۔ (اور یاد رکھو کہ ان کی تعمیل) وہ گرانمایہ سرمایہ ہے جس کی بدولت دنیوی خطرات سے نجات ملتی ہے۔ یہ حالت جنگ میں دشمنوں سے مقابلہ کے لیے سامان جنگ ہے نفع اندوزی کے لیے دولت بیش بہا ہے۔ آفات وبلیات سے نجات دلانے والا بہترین ذریعہ شفاعت ہے۔ نفس انسانی کو بالیقین پیش آنے والی موت کی راہوں میں یقینی رہنما ہے۔ اور جب کسی چیز سے ستر پوشی ممکن نہ ہو (اور عیوب کے فاش ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو) تو وہ پردہ پوش ہے۔

تشریح ومطالب : ۱۷۰ ؎ حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جب اس گناہ سے باز آجاتا ہے اور توبہ واستغفار کرتا ہے تو دل صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ تمام قلب سیاہ ہو

جاتا ہے اور یہی وہ رین یعنی زنگ ہے جس کا آیہ کریمہ کَلَّا بَلْ رَّانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ میں ذکر ہوا (ترمذی) یہی دل کی موت ہے کہ اعمال بد کی شامت سے دل زنگ خوردہ اور سیاہ ہو جائے اور طاعت وعبادت سے گھبرائے۔

قَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ يَنْبَغِيْ لِلْعَاقِلِ اِذَا تَابَ اَنْ يَّفْعَلَ عَشْرَ خِصَالٍ اِحْدَاهَا اِسْتِغْفَارٌ بِاللِّسَانِ وَنَدَمٌ بِالْقَلْبِ وَاِقْلَاعٌ بِالْبَدَنِ وَالْعَزْمُ عَلٰی اَنْ لَا يَعُوْدَ اَبَدًا وَحُبُّ الْاٰخِرَةِ وَبُغْضُ الدُّنْيَا وَقِلَّةُ الْكَلَامِ وَقِلَّةُ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ حَتّٰى يَتَفَرَّغَ لِلْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ وَقِلَّةُ النَّوْمِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

(ترجمہ) : (۱۹۰) کسی صاحب بصیرت کا قول ہے کہ قرین قیاس اور واجب التعمیل ہے یہ امر کہ جب آدمی (کسی گناہ کی ارتکاب کے بعد) توبہ پر آمادہ ہو تو دس باتوں کو اپنا لائحہ عمل بنائے (۱) زبان پر کلمات استغفار لائے (۲) جو کچھ کر چکا ہے دل سے اس پر نادم وپشیمان ہو (۳) اپنے اجزاء بدن وجوارح کو برائی سے بالجبر روک دے۔ (۴) یہ عزم بالجزم کرلے کہ آئندہ کبھی گناہ ونافرمانی کے پاس نہ پھٹکوں گا (۵) دل میں محبت آخرت کی تخم ریزی کرے (۶) دنیا کو ناپسندیدہ جان کر پامال کردے (۷) بلا ضرورت ہر قسم کی گفتگو سے باز رہے (۸-۹) خورد ونوش میں قدر ضرورت کو اختیار کرے تاکہ علم دین کی تحصیل اور بندگی رب جلیل کے لیے قلب فارغ رہے نیند میں کم از کم مصروف رہے۔ اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توصیف میں فرماتا ہے کہ "شب میں بستر پر ان کے پہلو بہت کم لگتے تھے۔ اور وقت سحر وہ مصروف استغفار رہتے تھے۔

قَالَ اَنَسٌ رضی اللہ عنہ اِنَّ الْاَرْضَ تُنَادِيْ كُلَّ يَوْمٍ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ وَتَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ تَسْعٰی عَلٰی ظَهْرِيْ وَمَصِيْرُكَ فِيْ بَطْنِيْ وَتَعْصِيْ عَلٰی ظَهْرِيْ وَتُعَذَّبُ فِيْ بَطْنِيْ وَتَضْحَكُ عَلٰی

ظَهْرِیْ وَتَبْکِیْ فِیْ بَطْنِیْ وَتَفْرَحُ عَلٰی ظَهْرِیْ وَتَحْزَنُ فِیْ بَطْنِیْ وَتَجْمَعُ الْمَالَ عَلٰی ظَهْرِیْ وَتَنْدَمُ فِیْ بَطْنِیْ وَتَاکُلُ الْحَامَ عَلٰی ظَهْرِیْ وَتَاکُلُكَ الدِّیْدَانُ فِیْ بَطْنِیْ وَتَخْتَالُ عَلٰی ظَهْرِیْ وَتَذِلُّ فِیْ بَطْنِیْ وَتَمْشِیْ مَسْرُوْرًا عَلٰی ظَهْرِیْ وَتَقَعُ حَزِیْنًا فِیْ بَطْنِیْ وَتَمْشِیْ فِیْ نُوْرٍ عَلٰی ظَهْرِیْ وَتَقَعُ فِی الظُّلُمَاتِ فِیْ بَطْنِیْ وَتَمْشِیْ عَلَی الْمَجَامِعِ عَلٰی ظَهْرِیْ وَتَقَعُ وَحِیْدًا فِیْ بَطْنِیْ

(ترجمہ) : (۱۹۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین روزانہ دس باتوں کا اعلان کرتی اور (بزبان حال) کہتی ہے کہ اے فرزند آدم تو میری پشت پر' شب وروز' تگ ودو میں مصروف رہتا (اور دنیا کی خاطر دوڑ دھوپ کرتا پھرتا) ہے اور (یہ نہیں سوچتا کہ) آخر تیرا ٹھکانہ میرا شکم ہے تو میری پشت پر مسلسل نافرمانیاں کرتا ہے اور تجھے یہ خیال نہیں آتا کہ کل میرے پیٹ میں مبتلائے عذاب ہوگا آج تو میری پشت پر قہقہوں میں اپنا وقت برباد کر رہا ہے حالانکہ کل تجھے (اپنی بد عملیوں کی پاداش میں) میرے شکم میں روتے رہنا ہے۔ تو آج میری پشت پر عیش وطرب میں گزار رہا ہے جب کہ کل تجھے حزن وملال سے میرے پیٹ میں سابقہ پڑنا ہے۔ آج تو ہر حیلے بہانے (حرام وحلال سے بے پرواہ) مال ودولت جمع کرنے کی فکر میں ڈوبا ہوا ہے اور یہ بھول رہا ہے کہ کل غم وحسرت سے تجھے واسطہ پڑے گا جب تو میرے پیٹ میں ہوگا۔ آج تو حرام غذاؤں ۱۷۱ سے پیٹ بھر رہا ہے اور میری پشت پر ہے کل جب تو میرے پیٹ میں ہوگا تو کیڑے مکوڑوں کی غذا بن جائے گا۔ آج تو میری پشت پر اپنی من مانی مرادوں میں ڈوبا اتراتا پھرتا ہے کل تیرا عالم کیا ہوگا جب میرے پیٹ میں رہ کر تو ذلیل ورسوا ہوگا۔ آج تجھے فرحت وسرور نصیب ہے تو میری پشت پر ناز وادا سے قدم آگے بڑھاتا ہے جب کہ کل تجھے میرے

شکم میں غم واندوزہ کے ساتھ گزارنا ہے۔ آج تو شب و روز میری پشت پر روشنیوں میں چلتا پھرتا ہے حالانکہ کل میرے پیٹ میں تجھے تاریکیوں میں رہنا ہے آج تو گھر سے نکلتا ہے تو میری پشت پر تیرے ساتھ ایک ہجوم و اژدحام ہوتا ہے اس وقت کو یاد کر جب تو میرے پیٹ میں تنہا و بے سہارا ہوگا۔

میری سنو جو گوش حقیقت نیوش ہو
دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

تشریح و مطالب: ۱۷۱۔ امام احمد، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ مال حرام حاصل کرتا ہے اگر اس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں۔ اور اپنے بعد چھوڑ مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے (یعنی مال کی تین حالتیں ہیں اور حرام مال کی تینوں حالتیں خراب اور انجام ان کا برا) اللہ تعالیٰ برائی کو نہیں مٹاتا۔ ہاں نیکی سے برائی کو محو کرتا ہے بے شک خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔ یہی امام احمد جابر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو گوشت حرام سے اگا ہے جنت میں داخل نہ ہوگا (یعنی ابتداء کچھ نہ کچھ سزا پائے بغیر) اور جو گوشت حرام سے اگا ہے اس کے لیے آگ زیادہ بہتر ہے مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں بنی اسرائیل ایام قحط میں مینہ کی دعا کے لیے نکلے۔ پیغمبر وقت علیہ السلام پر وحی ہوئی ان سے کہہ دے کہ تم میری طرف نکلتے ہو ناپاک بدنوں کے ساتھ اور وہ ہتھیلیاں میری طرف اٹھاتے ہو جن سے تم نے خون ناحق کیے اور تم نے اپنے پیٹ حرام مال سے بھرے ہیں۔ اب تم پر میرا غضب سخت ہو گیا اور تم کو سوا مجھ سے زیادہ دور ہونے کی دعا سے کچھ فائدہ نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ حرام خوری دنیا و آخرت میں حرام خور کے لیے تو وبال جان ہے ہی اس کی لپیٹ میں دوسرے بھی آجاتے ہیں کہ یہ ان سے خلط ملط رہتے اور ان کی حرام کمائیوں سے اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَثُرَ ضَحِكُهٗ

عُوْقِبَ بِعَشَرِ عُقُوْبَاتٍ اَوَّلُهَا يَمُوْتُ قَلْبُهٗ وَيَذْهَبُ الْمَاءُ عَلٰی وَجْهِهٖ وَيَشْمَتُ بِهِ الشَّيْطٰنُ وَيَغْضِبُ عَلَيْهِ الرَّحْمٰنُ وَيُنَاقَشُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيُعْرِضُ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَتَلْعَنُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَيَبْغَضُهٗ اَهْلُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِيْنَ وَيَنْسٰی كُلَّ شَيْءٍ وَيَفْتَضِحُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(ترجمہ) : (۱۹۲) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو زیادہ ہنستا (اور قہقہے لگاتا) ہے وہ دس سزاؤں کا مستحق قرار پاتا ہے (۱) اس کا دل مردہ و بے نور ہو جاتا ہے۔ (۲) اس کے چہرے کی آب و تاب جاتی رہتی ہے (۳) شیطان اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ (۴) اللہ عزوجل اسے سخت ناپسند فرماتا ہے (۵) کل بروز حشر اس کا حساب سختی سے لیا جائے گا۔ (۶) نبی رحمت ﷺ قیامت میں اس سے چہرہ انور پھیرلیں گے۔ (پھر کہیں اس کا ٹھکانہ نہ رہے گا) (۷) (فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (۸) (ساتوں آسمان وزمین کے رہنے والے اس سے نفرت وبیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ (۹) اس کے حافظہ میں ساری چیزیں محفوظ نہیں رہتیں اور (۱۰) قیامت کے روز (تمام اولین وآخرین کے مجمع میں) اسے رسوا وشرمندہ ہونا پڑے گا۔

قَالَ حَسَنُ نِ الْبَصْرِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَوْمًا بَيْنَمَا اَنَا اَطُوْفُ فِيْ اَزِقَّةِ الْبَصْرَةِ وَفِيْ اَسْوَاقِهَا مَعْ شَابٍ عَابِدٍ فَاِذَا اَنَا بَلَغْنَا بِطَبِيْبٍ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَی الْكُرْسِيِّ بَيْنَ يَدَيْهِ رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ بِاَيْدِيْهِمْ قَوَارٍ يُرْفِيْهَا مَاءٌ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يَسْتَوْصِفُ دَوَاءً لِدَائِهٖ فَقَالَ فَتَقَدَّمَ الشَّابُّ اِلَی الطَّبِيْبِ فَقَالَ اَيُّهَا الطَّبِيْبُ هَلْ عِنْدَكَ دَوَاءٌ يَغْسِلُ الذُّنُوْبَ وَيَشْفِيْ مَرَضَ الْقُلُوْبِ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ هَاتِ فَقَالَ خُذْمِنِّيْ عَشَرَةً

اَشْیَاءَ قَالَ خُذْ عُرُوقَ شَجَرَۃِ الْفَقْرِ مَعَ عُرُوْقِ شَجَرَۃِ التَّوَاضُعِ وَاجْعَلْ فِیْھَا ھَلِیْلَجَ التَّوْبَۃِ وَاطْرَحْہُ فِیْ ھَاوُنِ الرِّضَاءِ وَاسْحَقْہُ بِمِنْجَارِ الْقَنَاعَۃِ وَاجْعَلْہُ فِیْ قِدْرِ التُّقٰی وَصُبَّ عَلَیْہِ مَاءَ الْحَیَاءِ وَاَغْلِہٖ بِنَارِ الْمَحَبَّۃِ وَاجْعَلْہُ فِیْ قَدَحِ الشُّکْرِ وَرَوِّحْہُ بِمِرْوَحَۃِ الرَّجَاءِ وَاشْرِبْہُ بِمِلْعَقَۃِ الْحَمْدِ فَاِنَّکَ اِنْ فَعَلْتَ ذٰلِکَ فَاِنَّہٗ یَنْفَعُکَ مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَبَلَاءٍ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

الفاظ ومعانی : اَزِقَّۃٌ جمع ہے زُقَاقٌ کی۔ بہ معنی گلی کوچہ۔ اَسْوَاق جمع ہے سوق کی۔ بازار شباب جوان۔ قَوَارِیْرُ قَارُوْرَۃ کی جمع ہے شیشی۔ داءٌ بیماری۔ عُرُوق جمع ہے عرق کی بہ معنی۔ رگ وریشہ۔ بیخ واصل۔ جڑ ھَلِیلَجَ ہڑ۔ ہلیلہ۔ ھَاوَن کھرل' اوکھلی اِلْمِنْجَارُ کھرل کا دستہ۔ اَلْقِدر ہانڈی' دیگچی۔ التُّقٰی پرہیزگاری تقویٰ۔ قَدَحٌ پیالہ۔ مِرْوَحَۃٌ پنکھا۔ بادکش۔ المِلعَقَہ چمچہ۔ قاشق

(ترجمہ) : (۱۹۳) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں بصرہ کے گلی کوچوں' تنگ گزرگاہوں اور بازاروں کا چکر کاٹ رہا تھا میرے ساتھ ایک عبادت گزار' نوجوان بھی تھا کہ ناگاہ ہم ایک تجربہ کار زمانہ شناس طبیب معالج کے پاس جا نکلے۔ طبیب صاحب ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔ اور ان کے سامنے مردوں' عورتوں اور بچوں کا ایک جم غفیر' مجمع کثیر لگا ہوا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک شیشی دبی ہوئی تھی اور ہر شیشی میں پانی بھرا تھا۔ ہر شخص اپنی باری پر آگے بڑھتا اپنا حال احوال کہتا اور طبیب صاحب سے اپنی بیماری کی تشخیص اور اس کے ازالہ کے لیے دوا تجویز کرنے کی درخواست کرتا۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ (کچھ دیر تو وہ نوجوان یہ تماشا دیکھتا رہا پھر) اچانک اس نے قدم آگے بڑھایا اور حکیم صاحب کے روبرو پہنچ کر کہنے لگا کہ حکیم صاحب! کیا

آپ کے پاس کوئی ایسا نسخہ ایسی دوا بھی ہے جس سے نافرمانیوں (کے گناہوں) کا ازالہ ہو جائے اور دل کی بیماریوں سے شفایابی ہو؟

حکیم صاحب نے فرمایا "بے شک ہے" نوجوان بولا تو پھر عنایت فرمائیے۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ یہ نسخہ دس زود اثر دواؤں پر مشتمل ہے (ہدایات کے مطابق عمل میں لاؤ گے تو سب دلدر دور ہو جائیں گے)۔ تم ایسا کرو کہ فقر و افلاس اور تواضع و انکسار کی جڑوں کو باہم آمیز کر لو (کہ دونوں یک جان یک قالب ہو جائیں) اب اس آمیزے میں ہلیلہ توبہ (ہڑ) ملا لو۔ یہ سب باہم مل جائیں تو اب انہیں رضائے دوست کی کھرل میں ڈالو اور پھر قناعت و سیر چشمی کے دستے سے اچھی طرح پیس لو (جب ریزہ ریزہ باہم مل جائے تو اسے تقویٰ و خدا ترسی کی دیگ میں ڈال دو۔ پھر اوپر سے شرم و حیا کا پانی اس میں ڈال دو اور آتش عشق کے ذریعے اسے خوب جوش دو۔ جب یہ جوشاندہ تیار ہو جائے تو اسے شکر ایزدی و سپاس باری تعالیٰ کے پیالے میں انڈیل دو پھر امید و رجاء کے بادکش سے اسے ہوا پہنچاؤ۔ پھر (جب ٹھنڈا ہو جائے تو) اسے حمد و ثناء الٰہی کے چمچے سے پی جاؤ۔ اگر ان ہدایات پر کاربند رہو گے تو یہ نسخہ تمہاری بیان کردہ بیماریوں کے لیے تیر بہدف علاج ثابت ہو گا۔ اور ہر بلاء و مصیبت سے دنیا و آخرت میں نجات پاؤ گے۔

(سبحان اللہ! اس نوجوان کا ذوق اطاعت و حسن طلب بھی دیکھیے۔ اور اس جہاندیدہ نباض کی فہم و فراست اور تشخیص و تجویز پر بھی نظر دوڑایئے پھر یہ نسخہ فیض، فیض عام ہے

جو بڑھ کے اٹھا لے گا پیمانہ اسی کا ہے

قِيْلَ جَمَعَ بَعْضُ الْمُلُوكِ خَمْسَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْحُكَمَاءِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَتَكَلَّمَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِحِكْمَةٍ فَتَكَلَّمَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِحِكْمَتَيْنِ فَصَارَتْ عَشَرَةٌ فَقَالَ الْاَوَّلُ خَوْفُ الْخَالِقِ اَمْنٌ كَاَمْنِهٖ كُفْرٌ وَاَمْنُ الْمَخْلُوقِ عِتْقٌ وَخَوْفُهٗ رِقٌ وَقَالَ الثَّانِي الرَّجَاءُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى غِنًى لَا يَضُرُّهٗ فَقْرٌ وَالْيَاسُ عَنْهُ فَقْرٌ لَا يَنْفَعُ مَعَهٗ غِنًى وَقَالَ الثَّالِثُ لَا يَضُرُّ مَعَ غِنًى

الْقَلْبِ فَقْرُ الْكِيْسِ وَلَا يَنْفَعُ مَعَ فَقْرِ الْقَلْبِ غِنَى الْكِيْسِ وَقَالَ الرَّابِعُ لَا يَزْدَادُ غِنَى الْقَلْبِ مَعَ الْجُودِ اِلَّا غِنًى وَلَا يَزْدَادُ فَقْرُ الْقَلْبِ مَعَ غِنَى الْكِيْسِ اِلَّا فَقْرًا وَقَالَ الْخَامِسُ اَخْذُ الْقَلِيْلِ مِ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِنْ تَرْكِ الْكَثِيْرِ مِنَ الشَّرِّ وَتَرْكُ الْجَمِيْعِ مِنَ الشَّرِّ خَيْرٌ مِنْ اَخْذِ الْقَلِيْلِ مِنَ الْخَيْرِ

(ترجمہ) : (۱۹۴) کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ وقت نے پانچ علماء محققین کو اپنے دربار میں جمع کیا اور ان میں سے ہر ایک سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کم از کم ایک بات حکمت ودانائی سے لبریز بیان فرمائے۔ اور ان اہل علم وبصیرت میں سے ہر ایک نے دو دو لطیف وحکمت آمیز باتیں بیان فرمائیں۔ اور یوں وہ دس باتیں ہو گئیں۔ چنانچہ پہلے عالم نے ارشاد فرمایا کہ خوف الٰہی دل میں ہو تو آدمی (ہزار فتنوں سے) محفوظ ومامون رہتا ہے (اور خوف خدا سے مامون رہنا آدمی کو گمراہیوں میں ڈال دیتا ہے۔ یونہی مخلوق سے بے نیاز و مستغنی رہنا بہت سی بندشوں سے آزاد کر دیتا ہے اور خلق خدا سے خوفزدہ رہنا غلامی ومحکومی میں ڈال دیتا ہے۔ دوسرے صاحب علم وتحقیق نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے کرم سے اپنی امیدوں کو وابستہ رکھنا' ایسی تونگری ہے جسے افلاس وناداری کا کوئی اندیشہ نہیں۔ جب کہ رحمت الٰہی سے مایوس ہو جانا ایسی محتاجی وناداری ہے جسے کوئی تونگری فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ تیسرے فاضل جلیل نے بیان فرمایا کہ دل اگر استغنا وبے نیازی کی دولت سے مالا مال ہو تو کیسہ زر یعنی تھیلیوں کا خالی ہونا کچھ نقصان نہیں دیتا۔ اور اگر قلب ہی فقیر حرص وآز میں گرفتار ہو تو تھیلیوں کا بھرا ہونا بھی نفع بخش نہیں ہوتا۔ چوتھے عالم نبیل نے یوں گوہر افشانی فرمائی کہ دل اگر مستغنی وبے نیاز ہو تو جود وسخا سے شان استغنا میں اور اضافہ ہوتا ہے اور انسان کا دل ہی اگر تنگی وکم حوصلگی کا مارا ہوا ہو تو خواہ دولت کی کتنی ہی فراوانی کیوں نہ ہو اس کی بے مائگی اور بڑھتی ہے۔ اور

پانچویں بلند اقبال صاحب عرفان نے یہ کلمات ارشاد فرمائے کہ تھوڑی سی نیکی سمیٹ لینا بہت سی برائیوں کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔ اور ہر فتنہ و شر سے دور دور رہنا تھوڑی نیکی کما لینے سے بہتر ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ نیکی پھر نیکی ہے اور کار آمد اگرچہ قلیل ہو۔ اور برائی پھر برائی اور ضرر رساں ہے' اگرچہ برائے نام ہو)۔

قَالَ ابْنُ عِبَّاسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النبِی ﷺ عَشَرة اَصْنَافٍ مِنْ اُمَّتِي لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَن تَابَ اَوَّلُهُمُ الْقَلَّاعُ وَالْجَيُوفُ وَالْقَتَّاتُ وَالدَّبُوبُ وَالدَّيُّوثُ وصاحِبُ الْعَرْطَبَةِ وَصَاحِبُ الْكُوْبَةِ وَالْعُتُلُّ وَالزَّنِيْمُ وَالْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ قِيْلَ يارسول اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْقَلَّاعُ قَالَ اَلَّذِیْ يَمْشِي بَيْنَ يَدَيِ الْاُمَرَاءِ وَقِيْلَ مَا الْجُيُوْفُ قَالَ اَلنَّبَّاشُ وَقِيْلَ مَا الْقَتَاتُ قَالَ اَلنَّمَّامُ وَقِيْلُ ما الدَّبُوْبُ قَالَ الَّذِیْ يَجْمَعُ فِي بَيْتِه الْفَتَيَاتُ لِلْفُجُوْرِ وَقِيْلَ مَا الدَّيُّوثُ قَالَ الَّذِي لا يُغَارُ عَلٰى اَهْلِهٖ وَقِيْلَ مَا صَاحِبُ الْعَرْطَبَةِ قَالَ اَلَّذِیْ يَضْرِبُ بِالطَّبْلِ وَقِيْلَ ماصَاحِبُ الْكُوْبَةِ قَالَ اَلَّذِیْ يَضْرِبُ الطَّنْبُرَ وَقِيْلَ مَا الْعُتُلُّ قَالَ الَّذِ لايَعْفُوْعَنِ الذَّنْبِ وَلَا يَقْبَلُ الْعُذْرَ وَقِيْلَ ما الزَّنِيْمُ قَالَ اَلَّذِی وَلِدَ مِنَ الزِّنَاءِ وَيَعُدُّ عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ فَيَغْتَابُ النَّاسَ وَالْعَاقُّ مَشْهُوْرٌ

(ترجمہ) : (۱۹۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں دس قسم کے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں بہشت بریں میں داخلہ نصیب نہ ہوگا جب تک وہ اپنے کرتوتوں سے سچی توبہ نہ کریں۔ (اور ان سے باز نہ آجائیں) ان میں پہلا قلاع

ہے دوسرا جیوف' تیسرا قتات چوتھا دیوب۔ پانچواں دیوث چھٹا صاحب عرطبہ ساتواں صاحب کوبہ آٹھواں عُتل نواں زنیم اور دسواں عاق۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ قلاع سے کون شخص مراد ہے؟ فرمایا وہ شخص جو امراء وحکام کے پیش پیش رہتا ہے (جس نے ان کی چاپلوسی کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیا ہے) عرض کی گئی جیوف کون ہوتا ہے؟ فرمایا کفن چور (کہ قبریں کھود کر مردوں کے کفن کھسوٹ لیتا ہے) عرض کی گئی۔ قتات کسے کہتے ہیں؟ فرمایا چغل خور (کہ ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر لگاتا اور اپنا جہنم بھرتا ہے) عرض کی گئی دیوب کسے کہا جاتا ہے؟ فرمایا وہ جو نوجوان لڑکیوں اور باندیوں کو اپنے گھر میں اکٹھا کرتا اور ان سے کسب کراتا اور مزے اڑاتا ہے۔ عرض کی گئی دیوث کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا وہ بے حمیت جسے اپنی گھر والی عورتوں کی بدچلنی اور آوارہ گردی پر غیرت نہ آئے۔ عرض کی گئی کہ صاحب العرطبہ سے کون مراد ہے؟ فرمایا وہ جو ڈھول نقارے پیٹے (اور رقص وسرور کی محفلوں کی رونق بڑھائے) عرض کی گئی صاحب الکوبہ سے مقصود کیا ہے؟ فرمایا طبلہ وسارنگی بجانے کا پیشہ اختیار کرنے والا۔ عرض کی گئی عُتل کسے کہا جاتا ہے؟ فرمایا وہ شخص جو دوسروں کی کوتاہیوں کو نظرانداز نہیں کرتا اور نہ ان کا عذر واقعی قبول کرتا ہے (اور یہ خود اپنی جگہ سرکشی وخودپسندی کی دلیل ہے اور اس کی بدبختی کے لیے کافی ہے) عرض کی گئی اور زنیم کیسے شخص کو کہتے ہیں؟ فرمایا زنا کی پیداوار ناجائز اولاد (اس کی فطرت وسرشت یہ ہوتی ہے کہ وہ) عام گزرگاہوں پر اپنی نشست جماتا' اور آنے جانے والوں کی عیب جوئی اور غیبت میں معروف رہتا ہے۔ اور عاق کے معنی تو مشہور ہیں۔ (یعنی وہ بدنصیب جو اپنے والدین ۱۷۲ کے حقوق ونافرمانی اور ایذا رسانی میں معروف اور ان کے حقوق سے غافل رہے۔

(یعنی وہ بدنصیب جو اپنے والدین ۱۷۲ کے حقوق ونافرمانی اور ایذا رسانی میں معروف اور ان کے حقوق سے غافل رہے۔

تشریح و مطالب : ۱۷۲۔ والدین کے حقوق وہ نہیں کہ انسان' ان سے عمر بھر خدمت گزاری و فرمانبرداری کے باوجود بری الذمہ اور سبکدوش ہو سکے۔ ہر قلب سلیم اور صحیح الفطرت انسان اتنا تو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ماں باپ ہی اس کی حیات ووجود کے سبب ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں' تمام آسائشیں' تمام مسرتیں' ساری خوشیاں' موقوف ہیں وجود و حیات و زندگی پر اور وجود و حیات کے سبب ہیں' اس کے والدین نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ انسان جو کچھ نعمتیں' دینی یا دنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں سب کے سبب ظاہری وہ ہوئے۔ تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے آدمی (بشرطیکہ اس میں آدمیت ہو اور انسانیت کی قدر و قیمت جانتا پہچانتا ہو) کبھی بری الذمہ نہیں ہو سکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش کیلئے اس کی تربیت کی خاطر' ان کی کوششیں' اس کے آرام کیلئے ان کی تکلیفیں' خصوصا پیٹ میں رکھنے' پیدا ہونے' دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں۔ ان کا شکر کوئی کہاں تک ادا کر سکتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت اقدس ہو کر عرض کی "یارسول اللہ! ایک راہ میں' ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت کا ٹکڑا ان پر ڈالا جاتا' کباب ہو جاتا' میں چھ میل تک اپنی ماں کو' اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں' کیا اب میں ان کے حقوق سے سبکدوش ہو گیا" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے' اس نے اٹھائے ہیں' شاید یہ سب کچھ ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے" (طبرانی)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی ﷺ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ فرمایا "تیری ماں" انہوں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا "تیری ماں" عرض کی' پھر کون؟ فرمایا "تیری ماں" تین دفعہ آپ نے یہی جواب دیا' چوتھی بار پوچھنے پر ارشاد فرمایا "تیرا باپ" پھر جو زیادہ قریب ہو۔ پھر اس کے بعد جو زیادہ قریب ہو" (ترمذی)

حدیث شریف صاف ارشاد فرما رہی ہے کہ اگرچہ اولاد پر' ماں باپ دونوں کی خدمت لازم اور دونوں کے حقوق کی نگہداشت' آدمی کے فرائض میں داخل و شامل ہے' مگر ماں کا حق' باپ پر فائق ہے اور شک نہیں کہ عورت کا صنف نازک میں ہونا' فطری طور پر اس کا کمزور وناتواں ہونا اور اس کے باوجود اس کا حمل' وضع حمل اور اولاد کی تربیت و نشوونما میں درپیش آنے والی تکلیفوں' صعوبتوں اور اذیتوں کو طیب خاطر' ہنسی خوشی برداشت کرنا عورت ہی کا حوصلہ ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ خود کسی جسمانی آزار و تکلیف میں مبتلا ہو بالخصوص جبکہ وہ بیوگی کی زندگی گزار رہی ہو۔ اس لئے اولاد پر لازم کیا گیا کہ ماں باپ دونوں ہی کی فرمانبرداری و خدمت گزاری کو' دونوں جہانوں میں اپنے لئے عزت و سعادت یقین کرے مگر ماں کی دلدہی' ماں کی خوشنودی' ماں کی رضامندی کو مقدم جانے۔ مقدم رکھے۔

ایک حدیث شریف میں آیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی "یارسول اللہ میں نے ایک بڑا گناہ کیا ہے۔ آیا میری توبہ قبول ہوگی؟ فرمایا تیری ماں زندہ ہے" عرض کی' نہیں" فرمایا "تیری کوئی خالہ ہے؟ عرض کی ہاں فرمایا "اسی کے ساتھ احسان کر" یہاں ماں تو ماں ہے گناہ کا کفارہ' خالہ کی خدمت گزاری کو قرار دیا۔ اسی سے ماں کے مقام کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ماں باپ اولاد کیلئے اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ کے فضل و کرم کے سائے' ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر اور ان کی عنایتوں نوازشوں' مرحمتوں کے عظیم و جلیل واسطے اور وسیلے ہیں ولہذا قرآن عظیم میں حق جل وعلا نے اپنے حق کے ساتھ ان کا حق ذکر فرمایا۔ ان اشکرلی ولوالدیک "حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا" قرآن کریم میں والدین کے حقوق کا ذکر جس اہتمام سے فرمایا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس کی ایک مثال ہے۔

والدین کی اطاعت گزاری' ان کی فرمانبرداری' ان کی اطاعت و خدمت' ان کی امداد' دلدہی' ان کی رضاجوئی و احسان مندی کا اندازہ اس حکم الٰہی سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ

قرآن کریم بتاکید حکم دیتا ہے کہ ان کے سامنے ادب سے جھکے رہو۔ ان کی کسی بات پر اف تک نہ کرو۔ ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں لو۔ ان کی خدمت کو اپنے حق میں جہاد سمجھو۔ ان کی خوشنودی میں خدا کی خوشی و رضا کو پنہاں جانو۔

ہم یہاں چند احادیث کا خلاصہ لکھتے ہیں قارئین اسے دیکھیں اور والدین کا حق پہچانیں۔

(۱) اس کی ناک خاک آلودہ ہو (یعنی وہ ذلیل و رسوا ہو) جس نے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھاپے کے وقت پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا (یعنی ان کی خدمت نہ کی کہ جنت میں جاتا)

(۲) پروردگار کی خوشنودی، باپ کی خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناراضی میں ہے۔

(۳) والد جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے اب تیری خوشی ہے کہ اس دروازے کی حفاظت کرے یا ضائع کرے۔

(۴) جب اولاد اپنے والدین کی طرف نظر رحمت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ہر نظر کے بدلے حج مبرور کا صواب ملتا ہے۔ اگرچہ دن میں سو مرتبہ نظر کرے۔

(۵) والدین کی نافرمانی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا (یعنی ابتداء سزا پائے بغیر)

قَالَ النَّبِیع صَلَی اللہ آ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشَرَۃٌ نَفَرٍ لَنْ یَقْبَلَ اللہ آ تعَالٰی صَلٰوتھُمْ رَجُلٌ صَلّٰی وَحِیْدًا بِغَیْرِ قِرَاءَ ۃٍ وَرَجُلٌ لَایُؤدِی الزَّکٰوۃَ وَرَجُلٌ یَّوِمُّ قَوْمًا وَھُمْ لَہٗ کَارِھُوْنَ وَرَجُلٌ مَمْلُوْکٌ اٰبِقٌ وَرَجُلٌ شَارِبُ الْخَمْرِ مُدْ مِنٌ وَامْرَاۃٌ بَاتَتْ وَزَوْجُھَا سَاخِطٌ عَلَیْھَا وَامْرَاۃٌ حُرَّۃٌ تُصَلِّی بِغَیْرِ خِمَارٍ وَاٰکِلُ الرِّبٰوا وَالْاِمَامُ الْجَائِرُ وَرَجُلٌ لَا تَنْھَاہُ صَلَاتُہٗ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ لَا یَزْدَادُ مِنَ اللہ ۃ تعالٰی اِلَّا بُعْدًا

ترجمہ: (۱۹۶) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دس قسم کے لوگ ایسے

ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہ فرمائے گا۔(نہ فرض نہ نفل) (۱) وہ شخص جو تنہا نماز پڑھے مگر قرآن ۱۷۳ اس میں صحت کے ساتھ نہ پڑھے۔ (۲) جو زکوٰۃ پوری ادا نہ کرے۔ (۳) وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اسے ناپسند ۱۷۴ کرتے ہوں۔ (۴) وہ غلام جو آقا کو چھوڑ کر فرار ہو جائے۔ (۵) شرابی شراب کا عادی ۱۷۵۔ (۶) وہ عورت جو سو جائے حالانکہ اس کا شوہر اس سے ناراض ۱۷۶ ہے۔ (۷) وہ عاقلہ بالغہ جو ۱۷۷ اوڑھنی سے سر کو ڈھانپے بغیر نماز پڑھے۔ (۸) سود خور ۱۷۸ جور و ستم ۹ سے حکمرانی کرنیوالا۔ اور (۱۰) وہ شخص جس کی نماز اسے بے حیائی اور برائی سے نہ روک سکے رحمت حق سے دور ہی ہوتا جائے۔

تشریح و مطالب: قرات اس کا نام ہے کہ تمام حروف' مخارج سے ادا کئے جائیں کہ ہر حرف دوسرے حرف سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے۔ اب اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھتا ہے مگر حروف صحیح ادا نہیں کرتا جس کی وجہ سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں تو اس نے اگرچہ نماز پڑھی مگر فرض ترک کیا۔ تو نماز کہاں ہوئی اسی لیے جس سے حروف صحیح ادا نہیں ہوتے اس پر لازم ہے کہ رات دن پوری کوشش قرآن صحیح پڑھنے کی کرے۔ زمانہ کوشش میں اس کی اپنی نماز ہو جائے گی اور اگر کوشش نہیں کرتا وہی حکم ہے جو مذکور ہوا کہ نماز نہ ہوگی۔ اسے چاہئے کہ صحیح خواں کی اقتداء کرے (در مختار وغیرہ)

۱۷۴ ایک حدیث شریف میں یہ فرمایا کہ تین شخص ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں۔ دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اس حالت میں کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہے۔ تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح سنے اور نماز کو حاضر نہ ہو (طبرانی) تو وہ امام جس سے اس کے کسی عیب اور قباحت شرعی کی وجہ سے لوگ ناراض ہوں۔ اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ ناراضگی کسی قباحت شرعی اور امام کی کسی ناز یباو

نالائق حرکت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا سبب محض دنیوی کدورت ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت ترک کرنا حرام اور خود اپنی جگہ گناہ ہے۔ بلکہ اگر اس دنیوی کدورت کے سبب امام سے سلام کلام ترک کر دیا تو تین دن سے زیادہ حرام۔ امام پر لازم نہیں بلکہ یہ خود قصور وار ہے۔ (فتاوی رضویہ)

۱۷۵ــ شراب نوشی ایک ایسی لعنت ہے جسے قرآن کریم نے رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فرمایا یعنی گندہ شیطانی کام۔ حدیث شریف میں اسے ام الخبائث (خباثتوں کو جنم دینے والی) اور برائی کی کنجی فرمایا یہاں تک کہ حدیث میں فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہے (طبرانی) حدیث شریف میں ان سزاؤں میں سے جن سے شرابی کو واسطہ پڑے گا یہ بھی سزا بیان فرمائی کہ اسے طینۃُ الخبال پلایا جائے گا۔ یعنی جہنمیوں کا پسینہ۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قسم ہے میری عزت کی میرا جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پیئے گا۔ میں اس کو اتنی ہی پیپ پلاؤں گا۔ اور جو بندہ میرے خوف سے اسے چھوڑ دے گا اس کو حوض قدس سے پلاؤں گا اور دوسری روایت میں ہے کہ شراب کی مداومت کرنے والا (عادی شراب) خدا سے ایسا ملے گا جیسا بت پرست والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ افسوس کہ نئی تہذیب نے مسلمان بیبیوں اور اسلام کی بیٹیوں میں بھی اس لعنت کو رواج دے دیا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

۱۷۶ــ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں شوہر نے عورت کو بلایا۔ اس نے انکار کر دیا اور غصہ میں اس نے رات گزاری تو صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جب تک شوہر اس سے راضی نہ ہو اللہ عزوجل اس عورت سے ناراض رہتا ہے طبرانی کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عورت ایمان کا مزہ نہ پائیگی جب تک حق شوہر ادا نہ کرے" اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جو عورت خدا کی اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیک کام کی یاد دلائے اور اپنی عصمت اور شوہر کے مال میں

خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہیدوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ پھر اس کا شوہر باایمان نیک خو ہے تو جنت میں وہ اس کی بی بی ہے ورنہ شہداء میں سے کوئی اس کا شوہر ہوگا"۔ عورت پر شوہر کے حقوق کیا ہیں اور عورت کو اپنی ازدواجی زندگی کس طرح بسر کرنی چاہئے اس کا صحیح اندازہ اس حدیث شریف سے ہوتا ہے کہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اگر آدمی کا آدمی کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے کہ شوہر کا اس کے ذمہ بہت بڑا حق ہے۔ قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر قدم سے سر تک شوہر کے تمام جسم میں زخم ہوں جن سے پیپ اور کچ لہو بہتا ہو پھر عورت اسے چاٹے تو شوہر کا حق ادا نہ کیا۔(امام احمد)

اور قرآن کریم نے ازدواجی تعلقات کی تمام تر تفصیلات کو صرف ایک فقرہ میں سمو دیا ہے کہ لتسکنو الیھا یعنی عورتوں کی پیدائش کا منشا ہی یہ ہے کہ وہ مردوں کیلئے حسب احکام شریعت رحمت قلبی و سکون دلی کا سرمایہ ہیں۔ مردوں کے غم کا مداوا ہیں۔ عورتوں کا خلوت خانہ' اپنے شوہروں کیلئے امن و سکون کا گہوارہ ہونا چاہئے۔ تاکہ کسب مال اور نفقہ اہل و عیال کیلئے دنیا کی کشاکشوں اور صعوبتوں میں مارا مارا پھرنے والا مرد جب گھر میں قدم رکھے اور عورت کی دل نواز مسکراہٹ اس کا شگفتہ چہرہ اور اس کا انداز دلربائی مرد کو ایک نئے خوشگوار عالم کا احساس دلائے اور جب جانبین میں ایسا اخلاص و پیار' مہرو مروت ایک دوسرے کیلئے محبت و وارفتگی ہوگی تو ظاہر ہے کہ خانگی زندگی میں کوئی تلاطم نہ آئے گا۔ کوئی بگاڑ نہ پیدا ہوگا۔ اور گھر کی فضا' معطر و منور رہے گی۔ میٹھی میٹھی بھینی بھینی خوشگوار ہواؤں کے نرم نرم جھونکے دونوں کو سکون و تسکین قلب کی دولت سے مالا مال کردیں گے اور گھر "جنت کا گھر" ہوگا۔

۲۷ ۔ عورت کے سر پر دوپٹہ چادر وغیرہ کوئی چیز نہ ہو تو یہ حرکت یوں بھی ممنوع ہے بلکہ غیر محرم مرد جیسے چچا خالہ ماموں کے بالغ لڑکے گھر میں آتے جاتے ہوں تو ان کے سامنے کھلا رکھنا اور بھی زیادہ قبیح بلکہ حرام ہے تو نماز ایسی حالت میں کب ہو سکے گی کہ ستر عورت نماز کے شرائط میں سے ایک شرط ہے اور ستر عورت میں عورت پر سر کا ڈھانپنا

کہ بالوں کی سے الٰہی بھی نہ چمکے' بھی داخل ہے۔ ولہٰذا اتنا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی تو نہ ہوگی کہ ستر عورت نہ پایا گیا۔ جب تک اس پر کوئی اور چیز ایسی نہ اوڑھے جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے اور بدن بھی نہ جھلکے (عالمگیری وغیرہ) یونہی کریب یا جالی یا گھاس ململ' یا نازک ململ' لون' وائل' یا ایسے ہی کسی اور باریک کپڑے کے کرتے فراک۔ جمپر' قمیص یا ساڑھی جن سے بدن کی رنگت چمکے' پہننے اوڑھنے' باندھنے سے نماز نہ ہوگی۔ ہاں ان کے نیچے اور کپڑا ہو جیسے پوری آستین کی شمیز یا ٹانگوں میں تنگ پاجامہ کہ بالوں کی سیاہی اور بدن کی رنگت چھپالے تو نماز ہو جائیگی کہ اب ستر عورت جو مقصود شرع تھا حاصل ہو گیا۔ عورتیں ان مسائل سے بڑی لاپرواہ اور غافل ہیں۔ انہیں بار بار سمجھایا جائے۔ بار بار سختی سے تنبیہہ کی جائے اور انہیں ان احکام کی تعمیل پر مجبور کیا جائے۔ اونچے گھرانوں کی شریف زادیوں میں آج کل باریک لون کے سوٹ پہننے کا رواج پڑ گیا ہے کبھی دھوپ میں جا کر یا پانی میں بھیگ کر وہ خود اپنی آنکھوں اپنی حالت اور بدن کی کیفیت کا جائزہ لیں تو خود شرم سے پانی پانی ہو جائیں۔ آنکھوں میں شرم و حیا کا کاجل ہونا شرط ہے۔

۱۷۸۔ سود خواروں کو دنیا و آخرت میں کیسی کیسی مشکلات و آفات سے واسطہ پڑتا ہے اس کا قرآن و حدیث میں جابجا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مسلمان بھائی مختصراً اتنا یاد رکھیں کہ رب عزوجل نے قرآن کریم میں فرمایا اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود) آیہ کریمہ نے صاف صاف سود کی حرمت کا حکم سنا دیا۔ جب کہ خرید و فروخت کو جائز و حلال بتایا۔ اور اس حکیم مطلق نے جب بیع کو جائز قرار دیا تو اس میں ہزار مصلحتیں ہیں اور بیشمار منفعتیں اور سود کو حرام ٹھہرا دیا تو ظاہر ہے کہ اس کے دامن میں بے شمار مفاسد ہیں اور لامحدود نقصانات خواہ ہماری عقل و فراست کی وہاں تک رسائی نہ ہو۔ کہ حکم حاکم کی تعمیل بہر نوع لازم ہے۔ غرض سود کو حرام فرمانے میں بہت سی قسمیں ہیں بعض ان میں یہ ہیں:

(۱) سود میں جو زیادتی لی جاتی ہے وہ معاوضہ مالیہ میں ایک مقدار مال کا بغیر بدل و عوض کے

لینا ہے اور یہ صریح نا انصافی و ظلم ہے۔

(۲) سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے کہ سود خور کو بے محنت مال کا حاصل ہونا تجارت کی مشقتوں اور خطروں سے کہیں زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے اور تجارتوں کی کمی انسانی معاشرہ کو ضرر پہنچاتی ہے۔

(۳) سود کے رواج سے باہمی مودت کے سلوک کو نقصان پہنچتا ہے کہ جب آدمی سود کا عادی ہوا تو وہ کسی کو قرض حسن سے امداد پہنچانا گوارا نہیں کرتا۔

(۴) سود سے انسان کی طبیعت میں درندوں سے زیادہ بے رحمی پیدا ہوتی ہے۔ اور سود خوار اپنے مدیون کی تباہی و بربادی کا خواہشمند رہتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی سود میں بڑے بڑے نقصانات ہیں اور شریعت کی ممانعت عین حکمت ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود خوار اس کے کارپرداز کارندے' سودی دستاویزات کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں (خزائن العرفان وغیرہ)

یاد رکھنا چاہیئے کہ:۔

اسلام کے جو احسانات ساری دنیا پر اور بہت روشن و نمایاں حیثیت سے ہیں ان میں سے ایک حرمت سود بھی ہے۔ اس کے مفاسد روشن سب پر ہو چکے تھے۔ اس سے سب ہی عاجز آچکے تھے لیکن قطعی اور کلی صورت میں حرام اسے دنیا کے ضابطوں اور شریعتوں میں صرف اسلام ہی نے قرار دیا۔ سودخوار کے دل میں شقاوت و سنگ دلی اور حرص اور بلامشقت مال ہاتھ آجانے سے نفس میں دناءت اور زرپرستی اور ساہوکاروں کا بخل اور باہمی حسد ورقابت اور قرضدار بیچارے کی بے حرمتی و تذلیل یہ واقعات و مشاہدات کہنا چاہیئے کہ پیش پا افتادہ۔ (یا مال اور قدم قدم پر حی کا جنجال) تھے لیکن اس کی قطعی بندش کا خیال کسی انسانی دماغ کو نہ آیا۔ اصلاح حال کی جو کوششیں زیادہ سے زیادہ ہوئیں وہ بس شرح سود کی تحدید (حد بندی) تک رہیں۔ یہ فخر قیامت تک کیلئے صرف نبی امی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو گیا کہ اس انسانیت کش رسم کی حرمت کی منادی ان کی زبان

مبارک سے کرائی گئی اور حرم الربوا کا زلزلہ فگن نعرہ ان کی زبان اقدس سے بلند کرایا گیا۔ حالیہ زمانہ نے قرضداروں کی سہولت کیلئے بینک قائم کئے ہیں لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل کر بینک کے پاس چلی گئی ہیں اور خاص خاص لوگوں کے سوا عوام میں افلاس و تنگ دستی کی ترقی ہو گئی ہے۔ قرض کا بلا سود ملنا محال ہو گیا ہے انہیں مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جواز سود کی صورتوں کے نکالنے میں موشگافیاں کی ہیں لیکن دیکھو اسلام کا احسان کہ اس نے قرض سے برباد ہونے والوں کے بچاؤ کا کیسا انتظام کیا ہے۔ بیشک یہ اسلام ہی کا حق ہے اور اسلام ہی حق ہے (ماخوذ)

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَنۡبَغِی لِلدَّاخِلِ فِی الْمَسْجِدِ عَشْرُ خِصَالٍ اَوَّلُهَا اَنْ یَّتَعَاهَدَ خُفَّیْهِ اَوْ نَعْلَیْهِ وَاَنْ یَّبْدَاءَ بِرِجْلِهِ الْیُمْنٰی وَاَنْ یَّقُوْلَ اِذَا دَخَلَ بِسْمِ اللّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰی مَلَائِکَةِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ وَاَنْ یُّسَلِّمَ عَلٰی اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَاَنْ یَّقُوْلَ اِذَا لَمْ یَکُنْ فِیْهِ اَحَدٌ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ وَاَنْ یَّقُوْلَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَلَا یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ وَاَنْ لَّا یَعْمَلَ بِعَمَلِ الدُّنْیَا وَلَا یَتَکَلَّمَ بِکَلَامِ الدُّنْیَا وَاَنْ لَّا یَخْرُجَ حَتّٰی یُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ وَاَنْ لَّا یَدْخُلَ اِلَّا بِوُضُوْءٍ وَاَنْ یَّقُوْلَ اِذَا قَامَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ

ترجمہ: (۱۹۷) رسالت مآب ﷺ و اصحابہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے دس باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(۱) اپنے موزوں اور جوتوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرلے (ایسا نہ ہو کہ اس

میں گندگی یا مٹی وغیرہ لگی ہو اور اس سے مسجد آلودہ ہو جائے)۔ (۲) مسجد میں داخل ہوتے وقت دائیں پاؤں کو پہلے بڑھائے اور داخل ہوتے ہی یہ پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مَلٰئِكَةِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (اللہ کے نام سے داخل ہوا۔ اللہ کے رسول اور اس کے فرشتوں پر سلام الٰہی ہمارے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔ یقیناً تو ہی بڑا بخشنے والا ہے)۔ (۳) مسجد میں نمازی موجود ہوں تو انہیں سلام کرے۔ اور وہاں کوئی نہ ہو تو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ (سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیکو کار بندوں پر)۔ (۴) نیز اس وقت یہ بھی کہہ لے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں)۔ (۵) کسی نماز پڑھنے والے کے سامنے سے نہ گزرے۔ (۶) دنیا کا کوئی کام مسجد میں آ کر نہ کرے۔ (۷) دنیا کی باتیں مسجد میں نہ کرے۔ (۸) مسجد سے باہر نہ نکلے جب تک دو رکعت نفل نہ پڑھ لے (بشرطیکہ نماز کا وقت ہو)۔ (۹) مسجد میں بلاوضو داخل نہ ہو (بہتر ہے کہ گھر سے باوضو نکلے کہ قدم قدم پر نیکیاں لکھی جائیں گی)۔ (۱۰) نماز وغیرہ سے فراغت پا کر جب (باہر کی نیت سے) کھڑا ہو تو یہ کلمات کہہ لے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ (پاکی ہے تیرے لئے اے اللہ اور تیرے ہی لئے حمد و ثناء ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش چاہتا اور توبہ کرتا ہوں)

چند اور مسائل متعلق بہ مساجد

(۱) مسجد ان ظاہری دیواروں کا نام نہیں جو ایک مخصوص خطہ زمین کا احاطہ کئے ہوئے ہیں بلکہ اس قطعہ زمین کے محاذی و مقابل، ساتوں آسمان تک سب مسجد ہے۔ یونہی تحت

الثریٰ تک۔ اس کی حفاظت و آبادی مسلمانوں کا ملی فریضہ ہے۔

(۲) کسی مسجد کہنہ و خام کو وسیع و جدید و پختہ تعمیر کرتے وقت یہ لحاظ فرض ہے کہ مسجد کہنہ کا کوئی حصہ مسجد سے خارج نہ ہونے پائے۔ نئی مسجد کی تعمیر کے شوق میں لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ مسجد کہنہ بھی مسجد ہے۔ لہٰذا اسے منہدم کر کے تعمیر دنیوی نہیں' تعمیر دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے۔ فرض فرض فرض' قطعی فرض ہے کہ مسجد کہنہ کو بھی بدستور مسجد رکھیں کہ اس میں نمازیں پڑھی جائیں۔ اس کی جگہ دوکانیں یا وضوخانہ یا امام کیلئے حجرہ یا مسجد کیلئے مال خانہ بلکہ دینی مدرسہ بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ ایسا کرنے والے اور جو اس کا مشورہ دیں اور جو اسے جائز وروا رکھیں سب سخت گناہ گار ہیں۔

(۳) ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلّہ میں ایک مسجد بنانیکا حکم ہے۔ حدیث میں ہے کہ ہر محلے میں مسجدیں بنوائی جائیں۔ اور یہ کہ وہ ستھری رکھی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کیلئے مسجد بنائے اللہ اس کیلئے جنت میں موتیوں اور یاقوت کا گھر بنائے۔

(۴) مسجد کی زیبائش کیلئے خوشنما پھولوں کے گملے یا مقامات مقدسہ کے نقشے وغیرہ دیوار قبلہ میں نصب نہ کیے جائیں کہ اس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے گا۔ ہاں اگر بلندی پر ہوں کہ بحالت نماز نگاہ کے سامنے نہ آئیں اور نہ خطبہ میں امام کی پشت' مقامات مقدسہ کے نقشوں کی طرف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں یونہی اس کا خیال رکھیں کہ گملوں میں سے پانی نکل کر فرش کو خراب نہ کرے۔ نقش و نگار کا بھی وہی حکم ہے کہ بلندی پر ہوں تو حرج نہیں ورنہ مکروہ۔

(۵) جوتے مسجد میں رکھیں تو باہر جھاڑ کر' تلے ملا کر' ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے سجدے کے سامنے ہو نہ دوسرے نمازی کے نہ اپنے داہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ ان سے صف قطع ہو اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں۔ لکڑی کے کھوکے' رکھے ہوں تو ایسی جگہ رکھیں کہ وہ نمازی کی جگہ نہ گھیریں۔

(۶) مجلس میلاد مبارک کہ روایات صحیحہ سے ہو اور اشعار کہ پڑھے جائیں مطابق شرع ہوں اور الحان سے پڑھنے والے مرد ہوں (نوخیز نوعمر بچے نہ ہوں) مسجد میں بھی جائز ہے کہ مساجد ذکر الہٰی کیلئے بنیں اور نبی ﷺ کا ذکر بھی ذکر الہٰی ہے۔ کمافی الحدیث

(۷) مسجد میں تعلیم بہ شرائط جائز ہے (۱) تعلیم دین ہو (۲) معلم سنی صحیح العقیدہ ہو (۳) معلم بلا اجرت تعلیم کرے کہ اجرت سے کاردنیا ہو جائے گی۔ (۴) پڑھنے والے ناسمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے حرمتی کریں (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے (۶) شوروغل سے نمازی کو ایذا نہ پہنچے۔ (۷) معلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھنے سے قطع صف نہ ہو

(۸) مسجد کی چھت پر گرمی کے باعث نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے۔ ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر صف بندی کر لیں۔ یہ بلا کراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حال امام مشتبہ نہ ہو (فتاوٰی رضویہ)

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ (رضی اللہ عنہ) عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّیْنِ وَفِیْهَا عَشَرَةُ خِصَالٍ زَیْنُ الْوَجْهِ وَنُوْرُ الْقَلْبِ وَرَاحَةُ الْبَدَنِ وَاُنْسٌ فِی الْقَبْرِ وَمَنْزِلُ الرَّحْمَةِ وَمِفْتَاحُ السَّمَاءِ وَثِقْلُ الْمِیْزَانِ وَحِجَابٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ اَقَامَهَا اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّیْنَ

ترجمہ: (۱۹۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں۔ نماز نمازی کے چہرے کی رونق ہے (کہ دنیا و آخرت میں اس کا چہرہ تابناک رہے گا اور اس سے نور برسے گا) قلب مومن کی روشنی ہے (کہ ایمان تروتازہ رہتا ہے) بدن کی صحت و عافیت کی ضامن ہے (کہ نمازی مسلمان مقابلۃً زیادہ تندرست رہتا ہے) قبر کی مونس و ہمدم ہے۔ نزول رحمت حق کی باعث ہے۔ آسمانی خیر و برکات کی چابی ہے۔ میزان عمل اس سے بھاری ہوگا

(اور اس کے نتیجہ میں جنت کی دولتیں حاصل ہونگی) عذاب جہنم کی ڈھال ہے (کہ ان شاء اللہ تعالیٰ نمازی کو عذاب دوزخ سے واسطہ نہ پڑے گا) جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا۔ اور جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے اپنا دین ڈھادیا۔

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہے کہ۔

ا۔ نماز رضائے الٰہی کی دلیل اور اس کی اطاعت کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔

۲۔ نماز ایمان کی کسوٹی اور دینداری کی گواہ ہے۔

۳۔ نماز اسلام کا سنگ بنیاد اور ایمان کی علامت ہے۔

۴۔ نماز بعد توحید تمام عبادتوں سے زیادہ خدا و رسول کو محبوب و مطلوب ہے۔

۵۔ نماز فرشتوں کی تمام عبادتوں کی جامع ہے۔

۶۔ نماز ہماری بخشش کا قبالہ اور ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔

۷۔ نماز دل میں ایمان راسخ کرتی اور نور اسلام سے سینہ منور کرتی ہے۔

۸۔ نماز حل مشکلات کا بہترین وسیلہ ہے۔

۹۔ نماز غم و کلفت کو سکون و طمانیت سے بدلتی ہے۔

۱۰۔ نماز غرور و تکبر کو توڑتی اور فروتنی و خشیت الٰہی سے زینت دیتی ہے۔

۱۱۔ نماز نمازی کو فرشتوں کی استغفار کا اہل بناتی ہے۔

۱۲۔ نماز افلاس و تنگ دستی کو دور کرتی اور رزق و روزگار میں برکت لاتی ہے۔

۱۳۔ نماز مسلمانوں کا ہتھیار اور ان کی حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے۔

۱۴۔ نماز اہوال قیامت اور دہشت و ہولناکی سے بچاتی ہے۔

۱۵۔ نماز وزن اعمال کے وقت نمازی کی حجت ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں فقیر کی کتاب "ہماری نماز" جلد اول و دوم)

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِی صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ اِذَا اَرَادَ اللّٰہ تعالٰی اَنْ یُدْخِلَ اَھْلَ الْجَنَّۃِ فِی الْجَنَّۃِ بَعَثَ اِلَیْھِمْ

مَلَكًا وَمَعَهٗ هَدِيَّةٌ وَكِسْوَةٌ مِنَ الْجَنَّةِ فَاِذَا اَرَادُوْا اَنْ يَدْخُلُوْهَا قَالَ لَهُمُ الْمَلَكُ قِفُوْا اِنَّ مَعِيَ هَدِيَّةً مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالُوْا وَمَا تِلْكَ الْهَدِيَّةُ؟ فَيَقُوْلُ الْمَلَكُ هِيَ عَشَرَةُ خَوَاتِمَ مَكْتُوْبٌ عَلٰى اَحَدِهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ وَفِي الثَّانِيْ مَكْتُوْبٌ رُفِعَتْ عَنْكُمُ الْاَحْزَانُ وَالْهُمُوْمُ

ترجمہ: (۱۹۹) محبوبہ محبوب خدا حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (روز محشر تمام اعمال کے حساب کتاب کے بعد) جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو ان کی جانب اپنا ایک خاص فرشتہ ارسال فرمائے گا جسکے پاس ایک مخصوص سوغات اور ہر جنتی کیلئے ایک خلعت فاخرہ ہوگی اور جب وہ لوگ بہشت بریں میں داخلہ کیلئے قدم بڑھانا چاہیں گے تو وہ فرشتہ ان سے کہے گا کہ ایک ذرا دیر کیلئے توقف فرمائیں۔ آپ کیلئے رب العزت کی بارگاہ سے ایک تحفہ خاص دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ وہ تحفہ خاص کیا ہے؟ فرشتہ جواب دے گا کہ یہ دس سربمہر نوشتے (مہر لگے فرامین الٰہی) ہیں (جنتی بکمال شوق ان نوشتوں اور فرمانوں کو پڑھیں گے) ایک پر یہ عبارت ہوگی سلام تم پر تم خوب رہے تو جنت میں ہمیشہ رہنے جاؤ دوسرے نوشتے میں یہ

وَفِي الثَّالِثِ مَكْتُوْبٌ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَفِي الرَّابِعِ مَكْتُوْبٌ اَلْبَسْنَاكُمُ الْحُلَلَ وَالْحُلِيَّ وَفِي الْخَامِسِ مَكْتُوْبٌ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُوْنَ وَفِي السَّادِسِ مَكْتُوْبٌ هٰذَا جَزَاءُكُمُ الْيَوْمَ بِمَا فَعَلْتُمْ مِنَ الطَّاعَةِ وَفِي السَّابِعِ مَكْتُوْبٌ صِرْتُمْ شَبَابًا لَا تَهْرِمُوْنَ اَبَدًا وَفِي الثَّامِنِ مَكْتُوْبٌ صِرْتُمْ

آمِنِیْنَ وَلَا تَخَافُوْنَ اَبَدًا

ترجمہ: لکھا ہوگا کہ "تمام غم و اندوہ اور حزن و ملال تم سے اٹھا لئے گئے" تیسرے نوشتے میں خوشخبری ہوگی کہ یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے اپنے اعمال سے۔ چوتھے نوشتہ میں یہ بشارت ہوگی کہ "ہم نے تمہارے لئے قیمتی پوشاکوں اور بیش بہا زیوروں کا انتظام فرمادیا ہے" پانچویں نوشتے میں مرقوم ہوگا کہ "ہم نے بہشتی فراخ چشم حوروں کو ان کے نکاح میں دیا ان کیلئے مباح کیا۔ یہ صلہ ہے آج کے روز ان کے مصائب پر صبر کرنے کا بیشک یہی لوگ اپنی مرادوں کو پہنچنے والے ہیں" چھٹے نوشتے میں یہ مژدہ جاں بخش ہوگا کہ

وَفِي التاسِعِ مَكْتُوبٌ رَافَقْتُمُ الْاَنْبِيَاءَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاء وَالصَّالِحِيْنَ وَفِي الْعَاشِرِ مَكْتُوبٌ سَكَنْتُمْ فِي جَوَارِ الرحْمٰنِ ذِي العَرْشِ الْكَرِيْمِ ثُمَّ يَقُوْلُ المَلَكُ اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ آمِنِيْنَ فيدخُلُوْنَ الجَنَّةَ وَيَقُوْلُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ تَبَعًا مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجْرُ العَامِلِيْنَ

ترجمہ: یہ سب کچھ تمہاری طاعتوں اور بندگیوں کا ثمرہ ہے" ساتویں نوشتے میں یہ خبر فرحت اثر ہوگی کہ "تم لوگ ہمیشہ کیلئے جوان مرد جوان العمر بنادئے گئے اب تمہیں کبھی بڑھاپا نہ آئے گا"۔ آٹھویں نوشتے میں یہ نوید جانفزا ہوگی کہ "تمہیں دائمی امان اور مدامی سکون کا سامان فراہم کر دیا گیا ہے اب تمہیں کوئی خوف و خطر نہیں ہوگا" نویں نوشتے میں یہ بات نوشتہ ہوگی کہ تمہیں انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کی ہم نشینی و صحبت گزینی کا شرف دیا گیا"۔ اور دسویں نوشتے میں یہ نوید جانفزا مکتوب ہوگی کہ تمہیں عرش عظیم کے مالک

مولائے رحمٰن و رحیم کی جوار رحمت میں قیام پذیر رہنے کا حق دیا گیا پھر فرشتہ ان سے گزارش کرے گا کہ بسم اللہ قدم رنجہ فرمائیں اور بہشت بریں میں امن و سلامتی کے ساتھ فروکش ہو جائیں۔ چنانچہ وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی زبانوں پر یہ کلمات حمد و ثنا ہوں گے کہ "سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم ۱۸۰؎ دور کیا۔ بیشک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔ سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی اچھا ثواب ہے خدا و رسول کی اطاعت کرنے والوں کا۔

تشریح و مطالب: ۱۷۹؎ صدیق انبیاء کے سچے متبعین مخلص فرمانبرداروں کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کی راہ پر قائم رہیں اور ان کے قدم بہ قدم چلیں۔ شہدا وہ بندگان خدا جنہوں نے راہ حق میں اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کیں۔ اور صالحین وہ دیندار حق پرست حق شعار بندے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کریں اور ان کے احوال و اعمال پسندیدہ شرع اور ظاہر و باطن صاف و پاکیزہ ہوں انبیائے کرام اور ان کے متبعین با اخلاص کی اطاعت و فرماں برداری اور خدمت گزاری کا بارہ گاہ الٰہی سے یہ صلہ ملتا ہے کہ انہیں ان کی صحبت و دیدار کی سعادتوں سے بھی مشرف و معزز فرمایا جائے گا۔

حدیث میں ہے کہ حضرت ثوبان سید عالم ﷺ کے ساتھ کمال محبت رکھتے تھے جدائی کی تاب نہ تھی ایک روز اس قدر غمگین و رنجیدہ حاضر خدمت اقدس ہوئے کہ چہرہ کا رنگ بدل گیا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا "آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے" عرض کی "نہ مجھے کوئی بیماری ہے نہ درد بجز اس کے کہ جب حضور سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجہ کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے۔ اور جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دولت دیدار پاسکوں گا آپ اعلیٰ ترین مقام پر ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جنت بھی دی تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں میسر

ہوگی اس پر قرآن میں فرمایا گیا کہ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (الآیة) اور مشتاقان جمال دوست کو تسکین دی گئی کہ باوجود فرق منازل کے فرمانبرداروں کو باریابی اور معیت کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔

۱۸۰؎ اس غم سے مراد یا دوزخ کا غم ہے یا موت کا یا گناہوں کا یا طاعتوں کے غیر مقبول ہونے کا یا اہوال قیامت اور حشر کی ہولناکیوں کا غرض انہیں کوئی غم نہ ہوگا اور وہ اس پر حمد و ثنائے الٰہی میں رطب اللسان رہیں گے پھر ایک نظر ان آسائشوں اور بندہ نوازیوں پر بھی ڈال لیجئے جو ان بندگان خدا کیلئے جنت میں فزوں در فزوں فراہم فرمائی جائیں گی۔ ابھی آگے آتا ہے کہ جہنمی بھوک سے مضطر ہو کر تو زقوم سے پیٹ بھریں گے اور پیاس سے بے قرار ہو کر کھولتا ہوا پانی پیپ ملا ہوا پیٹ میں اونڈیلیں گے اس کے بالکل برعکس اہل بہشت کی میزبانی فواکہ سے کی جائیں گے ہر وہ لذیذ و نفیس نعمت اور خوش ذائقہ، خوشبودار، خوش منظر چیز جو پیٹ بھرنے کیلئے نہیں بلکہ ذائقہ کیلئے استعمال کی جاتی ہے ان کے سامنے عزت و احترام سے پیش کی جائے گی۔ جنت میں اہل جنت کے جسم کو غذاء و خوراک کی سرے سے ضرورت ہی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ وہاں جسم فنا پذیر نہ ہوں گے اہل جنت جو کچھ کھائیں گے پئیں گے صرف مزے اور لطف ہی کیلئے پھر مشروبات میں جو چیز انہیں پیش کی جائے گی وہ سفید رنگ کی شراب ہوگی۔ جس میں صرف لذت ہی لذت سرور ہی سرور لطافت ہی لطافت ہوگی نشہ، خمار، دوران سر، وغیرہ کی ساری تکلیف دہ کیفیات سے دور بخلاف دنیا کی شراب کے کہ لطیف سے لطیف شراب بھی ان عیوب سے خالی نہیں ہوتی اس سے پیٹ میں درد بھی ہوتا ہے سر میں بھی گرانی رہتی ہے پیشاب میں بھی تکلیف ہو جاتی ہے۔ طبیعت بھی مالش کرتی ہے قے آتی سر چکراتا ہے عقل ٹھکانے نہیں رہتی غرض یہ کہ دنیا کی شرابوں اور اس شراب طہور کے درمیان بجز نام کے اور کوئی چیز مشترک نہ ہوگی۔ مولائے کریم اپنے معزز و مکرم بندوں کے طفیل ہمیں بھی وہ شراب طہور نصیب فرمائے آمین۔

وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يُّدْخِلَ اَهْلَ النَّارِ فِى النَّارِ بَعَثَ اِلَيْهِمْ

مَلَكًا وَمَعَهُ عَشَرَةُ خَوَاتِمَ فِي اَوَّلِهَا مَكْتُوبٌ اُدْخُلُوهَا لاَ تَمُوْتُونَ فِيهَا اَبَدًا وَالسَّادِ تُحِبُّوْنَ وَلاَ تُخْرَجُونَ وَفِي الثَّانِيْ مَكْتُوبٌ خُوضُوا فِي الْعَذَابِ لاَرَاحَةَ لَكُمْ وَفِي الثَّالِثِ مَكْتُوبٌ يَئِسُوا مِنْ رَّحْمَتِي وَفِي الرَّابِعِ مَكْتُوبٌ فِي الْهَمِّ وَالْغَمِّ وَالْحُزْنِ اَبَدًا وَفِي الْخَامِسِ مَكْتُوبٌ لِبَاسُكُمُ الزَّقُّومُ وَشَرَابُكُمُ الْحَمِيمُ وَمِهَادُكُمُ النَّارُ وَغَوَاشِيكُمُ النَّارُ وَفِي السَّادِ مَكْتُوبٌ هٰذَا جَزَاؤُكُمُ الْيَوْمَ بِمَا فَعَلْتُمْ مِنْ مَعْصِيَتِي وَفِي السَّابِعِ مَكْتُوبٌ سَخَطِي عَلَيْكُمْ فِي النَّارِ اَبَدًا وَفِي الثَّامِنِ مَكْتُوبٌ عَلَيْكُمُ اللَّعْنَةُ بِمَا تَعَمَّدْتُمْ مِنَ الذُّنُوبِ الْكَبَائِرِ وَلَمْ تَتُوبُوا وَلَمْ تَنْدِمُوْا وَفِي التَّاسِعِ مَكْتُوبٌ قُرَنَاءُ كُمُ الشَّيَاطِيْنُ فِي النَّارِ اَبَدًا وَفِي الْعَاشِرِ مَكْتُوبٌ اِتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ وَاَرَدْتُمُ الدُّنْيَا وَتَرَكْتُمُ الْاٰخِرَةَ فَهٰذَا جَزَاءُ كُمْ

ترجمہ : اور جب اللہ تعالی جہنمیوں کو جہنم میں داخلہ کا حکم فرمائے گا تو ان کی طرف بھی ایک فرشتہ حق بھیجے گا اور اس کے پاس بھی دس سر بمہر نوشتے ہوں گے۔ پہلے میں مکتوب ہو گا کہ "تم لوگ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس میں چلے جاؤ نہ تمہیں اب موت آنی ہے نہ تمہیں نئی زندگی پانی ہے اور نہ اس سے تمہیں رستگاری ملنی ہے" دوسرے میں مرقوم ہو گا "عذاب جہنم میں ڈوبے رہو اب تمہارے نصیب میں کوئی راحت نہیں" تیسرے میں یہ عبارت درج ہو گی کہ "یہ سب میری رحمت سے آس توڑے جہنم میں پڑے رہیں" چوتھے میں یہ لکھا ہو گا کہ "دوزخ میں چلے جاؤ اور وہاں ہمیشہ کیلئے غم و کلفت اور ملال و اندوہ میں پڑے رہو" پانچویں میں یہ جاں کاہ فرمان ہو گا کہ آگ تمہاری پوشاک ہے زقوم (تھوہر)١٨١ تمہاری غذا (جہنم کا کھولتا ہوا) گرم پانی تمہارا

مشروب آتش جہنم تمہارے لئے بستر اور بھڑکتی ہوئی آگ کے بلند شعلے تمہاری پوشاک ہے" چھٹے میں یہ فرمان جاری ہو گا کہ "یہ سب کچھ تمہاری نافرمانیوں کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے اور ساتویں نوشتے میں یہ مذکور ہو گا کہ میرا غضب و جلال تم پر جہنم میں ہمیشہ کیلئے ہے" آٹھویں میں مسطور ہو گا تم پر لعنت مسلط کر دی گئی ہے ان کبیرہ گناہوں اور بڑی بڑی نافرمانیوں کے بدلے جو تم دیدہ و دانستہ عمل میں لاتے رہے۔ پھر نہ تم نے توبہ کی نہ اپنے کرتوتوں پر نادم و پشیمان ہوئے نویں میں مرقوم ہو گا کہ تمہارے ساتھی تمہارے ہم نشین ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں شیطانوں کو مقرر کیا گیا ہے اور دسویں نوشتے میں یہ عبارت مکتوب ہو گی کہ "تم ابلیس کے نقش قدم پر چلے (ابلیس کی پیروی کو اختیار کیا) دنیا کی طلب و جستجو میں سرگرداں رہے۔ اور آخرت کو بھلا دیا تو اس سرکشی و سرتابی کی یہی سزا ہے۔

تشریح و مطالب :

۱۸۱ ۔ زقوم ایک درخت ہے جو عرب میں اپنی تلخی کیلئے مشہور تھا فارسی میں اسے حنظل اور اردو میں تھوہڑ کہتے ہیں۔ دوزخ میں آگ سے پیدا ہو گا کافروں کے اس زعم باطل کے بالکل خلاف کہ آگ درختوں کو جلا ڈالتی ہے تو آگ میں درخت کیسے پیدا ہو گا۔ یہ درخت کسی طرح بھی انسانی غذا کے قابل نہ ہو گا یوں بھی زہریلا اور تلخ ہوتا ہے۔ اور پھر دوزخ کے زقوم کا کہنا ہی کیا۔ نہایت تلخ، انتہا کا بدبودار، حد درجہ کا بدمزہ، سخت ناگوار۔ جس سے دوزخیوں کی میزبانی کی جائے گی۔ اور ان کو اس کے کھانے پر مجبور کیا جائے گا اور وہ بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر اسے کھائیں گے۔ اپنے پیٹ بھریں گے وہ جلتا ہو گا پیٹوں کو جلائے گا اس کی سوزش سے پیاس کا غلبہ ہو گا۔ مدتوں پیاس کی تکلیف میں رکھے جائیں گے۔ پھر جب پینے کو دیا جائے گا تو گرم کھولتا پانی (حمیم) اور وہ بھی پیپ کے ساتھ ملا ہوا۔ اس پانی کی گرمی و سوزش، تھوہڑ کی جلن اور تپش کے ساتھ ان کی سوزش اور جلن کو اور بڑھائے گی اور ان کی بے چینی و بے قراری کو کبھی سکون نہ آئے گا اللہ اپنی پناہ میں رکھے صدقہ اپنے

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ طَلَبْتُ عَشَرَةً فِي عَشَرَةِ مَوَاطِنَ فَوَجَدْتُهَا فِي عَشَرَةٍ أُخْرٰى طَلَبْتُ ۱؎ الرِّفْعَةَ فِي التَّكَبُّرِ فَوَجَدْتُّهَا فِي التَّوَاضُعِ وَطَلَبْتُ ۲؎ الْعِبَادَةَ فِي الصَّلٰوةِ فَوَجَدتُّهَا فِي الْوَرَعِ وَطَلَبْتُ ۳؎ الرَّاحَةَ فِي الْحِرْصِ فَوَجَدْتُّهَا فِي الزُّهْدِ وَطَلَبْتُ نُورَ الْقَلْبِ ۴؎ فِي صَلٰوةِ النَّهَارِ جَهْرًا فَوَجَدْتُّهُ فِي صَلٰوةِ اللَّيْلِ سِرًّا وَطَلَبْتُ نُورَ الْقِيٰمَةِ ۵؎ فِي الْجُودِ وَالسَّخَاوَةِ فَوَجَدْتُّهُ فِي الْعَطْشِ فِي الصَّوْمِ وَطَلَبْتُ ۶؎ الْجَوَازَ عَلَى الصِّرَاطِ فِي أُضْحِيَّةٍ فَوَجَدْتُّهَا فِي الصَّدَقَةِ وَطَلَبْتُ ۷؎ النَّجَاةَ مِنَ النَّارِ فِي الْمُبَاحَاتِ فَوَجَدتُّهَا فِي تَرْكِ الشَّهَوَاتِ وَطَلَبْتُ ۸؎ حُبَّ اللهِ تعالٰى فِي الدُّنْيَا فَوَجَدْتُّهَا ۹؎ فِي ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ وَطَلَبْتُ الْعَافِيَةَ فِي الْمَجَامِعِ فَوَجَدْتُّهَا فِي الْعُزْلَةِ وَطَلَبْتُ ۱۰؎ نُورَ الْقَلْبِ فِي الْمَوَاعِظِ وَقِرَاءَةِ الْقُرآنِ فَوَجَدْتُّهَا فِي التَّفَكُّرِ وَالْبُكَاءِ

ترجمہ: (۲۰۰) کسی صوفی باصفا کا قول ہے کہ میں نے ۱۰؎ دس چیزوں کو ۱۰؎ دس چیزوں میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے دوسرے دس مقامات پر میسر آئیں۔ (۱) میں نے رفعت و سربلندی کو برتری و تفوق میں تلاش کیا وہ مجھے فروتنی ۱۸۲؎ و خاکساری میں ملی۔ (۲) میں نے ذوق عبادت و لذت بندگی کو نفل نمازوں میں تلاش کیا لیکن وہ ملی پرہیزگاری و خداترسی میں۔ (۳) میں نے راحت جسمانی کو حرص و آز کی تکمیل میں تلاش کیا لیکن وہ ملی ترک دنیا اور بے رغبتی میں۔ میں نے باطن کی روحانیت اور قلب کی نورانیت کو، روز روشن کی علانیہ نفل نمازوں میں تلاش کیا، لیکن وہ تنہائی کی شب بیداریوں اور تہجد کی نمازوں میں

دستیاب ہوئی۔ (۵) میں نے قیامت کی روشنی کو علی الاعلان داد و دہش اور جود و سخا میں تلاش کیا لیکن وہ میسر آئی مگر روزوں ۱۸۳؁ کی تشنگی اور پیاس میں۔ (۶) میں نے پل صراط سے بخیروعافیت گزر جانے کے ذریعوں کو قربانی میں (جس کا ادا کرنا صاحب نصاب پر سال میں صرف ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے) اور قربانی کے فربہ و تندرست جانوروں میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے صدقہ و خیرات میں (جو سال کے تمام اوقات میں دیئے جاسکتے ہیں) دستیاب ہوئے۔ (۷) میں نے عذاب دوزخ سے رستگاری و نجات کو مباح وجائز امور اور مستحبات کی بجا آوری میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے ملی اپنی نفسانی خواہشات کے ترک میں۔ (۸)میں نے محبت خداوندی کو دنیوی مشغلوں اور مصروفیتوں میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے ذکر الٰہی کے ضمن میں دستیاب ہوئی (۹) میں نے سلامتی و عافیت کو مجلسوں اور محفلوں میں تلاش کیا لیکن وہ میسر آئی گوشہ تنہائی میں۔

(۱۰) میں بصیرت قلبی اور روشن ضمیری کو **موعظت** وپند وعظ گوئی اور قرآن کریم کی بیش ازبیش تلاوت وقراءت میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے دستیاب ہوئی آیات قرآنیہ میں غور و تدبر اور اس سے پیدا ہونے والی گریہ وزاری میں۔

تشریح و مطالب :

۱۸۲؁ غرور و نخوت، فخر و تمکنت میں کس قدر اخلاقی برائی پائی جاتی ہے اور یہ صفت قبیحہ کس حد تک بارگاہ الٰہی میں مبغوض وناپسند ہے اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اس کا پہلا مظاہرہ ابلیس نے کیا اور اس کی پاداش میں ہمیشہ کیلئے اسے ملعون قرار دیا گیا۔ اس کے بالکل مقابل ایک اخلاقی خوبی ہے جس کا نام ہے تواضع و فروتنی، عاجزی وانکساری اس کی ایسی ہی شان کیا کم ہے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰہ جو مسلمان اللہ کیلئے تواضع و عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سربلندی عطا فرماتا ہے تو آدمی میں جتنی زیادہ عاجزی و فروتنی اور خاکساری و انکساری پائی جائے گی بارگاہ الٰہی میں اسے اتنی ہی عزت و سرفرازی نصیب ہوگی تواضع وخاکساری کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی بات کرتے وقت بے رخی

سے کام نہ لے زمین پر اکڑتا اور اتراتا نہ چلے۔ اس کی رفتار و گفتار سے، غرور و تکبر نہ جھلکتا ہو۔ آواز میں سختی و کرختگی نہ ہو کسی موقع پر کسی کی ناحق تذلیل نہ کرے۔ اپنے مال و دولت جاہ و ثروت مرتبہ و منزلت کو درمیان نہ لائے غریبوں ناداروں اور کم استطاعت لوگوں کے کام آئے مگر کبھی احسان نہ جتائے۔ غرض یہ وہ وصف ہے جو انسان سے بہت سی اخلاقی برائیوں کو اکھاڑتا اور بکثرت اس میں خوش اخلاقیاں پیدا کر دیتا ہے جب کہ تکبر اور غرور و نخوت کا مارا آدمی جو دوسروں کی تذلیل و توہین اپنا حق سمجھتا ہے۔ ان اخلاق فاضلہ سے محروم رہتا ہے اور درپردہ اپنی ذلت و رسوائی کے اسباب پیدا کرتا ہے۔

۱۸۳۔ زکوۃ کی طرح ماہ رمضان المبارک کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے۔ اور سال میں ایک مہینے کے مسلسل روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن قرار پایا۔ قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بات بیان فرمائی ہے کہ روزے خدا ترسی کی عادت مسلمان کے اندر محکم کردیتے ہیں۔ **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** (تاکہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ) خدا ترسی کی چند مثالوں پر غور کریں اور پھر دیکھیں کہ روزے آپ سے کیا لیتے اور کیا دیتے ہیں۔

(۱) گرمی اور شدید گرمی کا موسم ہے۔ روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے مکان میں ٹھنڈا پانی بھی موجود ہے کوئی دیکھنے والا بھی موجود نہیں مگر وہ پانی نہیں پیتا۔

(۲) روزہ دار بھوک سے نڈھال ہے طاقت طاق ہے ضعف کا غلبہ ہے کمزوری بھی محسوس کررہا ہے لذیز کھانا اور تنہائی بھی میسر ہے مگر کھانے کی جانب ہاتھ نہیں بڑھتا۔

(۳) پیاری دل پسند بیوی گھر میں موجود ہے کسی کے آنے جانے کا خطرہ بھی نہیں ہے محبت کے جذبات اسے ہم بستری پر ابھار رہے ہیں لیکن وہ اس سے پہلو بچاتا ہے اور دامن چھڑاتا ہے وجہ یہ ہے کہ خدا کے حکم کی عزت و عظمت اس کے دل میں ایسی جاگزیں و راسخ ہے کہ کوئی جذبہ کوئی خواہش کوئی تحریک اس پر غالب نہیں آتی اور روزہ ہی اس عظمت و جلال الٰہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث بنا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ایک خدا ترس ایمان دار مسلمان بندہ خدا کے حکم کی وجہ سے جائز، حلال اور پاکیزہ خواہشات

کے چھوڑ دینے کی عادت کرلیتا ہے تو وہ ضرور خدا کے حکم کی تعمیل میں حرام' ناجائز' گندی اور نامعقول عادتوں اور خواہشوں کو بھی چھوڑ دے گا۔ اور ان کے ارتکاب کی کبھی جرات نہ کرے گا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے جس کا روزے دار کے اندر پیدا کردینا اور اسے مستحکم بنائے رکھنا شرع مطہرہ کا مقصود ہے۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو روزہ کی حالت میں بری بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ حاجت نہیں کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے (بخاری وغیرہ)

ایک اور حدیث شریف میں فرمایا کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ انہیں روزے سے سوا' پیاس (بھوک) کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور بہت سے رات میں قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ انہیں جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ (ابن ماجہ نسائی)

قَالَ ابْنُ عباسٍ رضی اللہ عنہما فِي قولِه تعالٰى وَاِذِا بْتَلٰى اِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قالَ عَشَرُ خِصَالٍ مِنَ السُّنَّةِ خَمْسٌ فِي الرَّاسِ وَخَمْسٌ فِي الْبَدَنِ فَاَمَّا فِي الرَّاسِ السِّوَاكُ وَالمضمضةُ وَالْاِستِنْشَاقُ وَقَصُّ الشارِبِ وَالْحَلقُ وَاما فِي الْبَدَنِ نَتْفُ الْاِبِطِ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَالْخِتَانُ وَالْاِسْتِنْجَا

ترجمہ: (۲۰۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس قول خداوندی کی تفسیر میں کہ "جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں" ارشاد فرمایا ہے کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آزمائش ۱۸۲ کیلئے واجب کی تھیں وہ دس چیزیں ہیں ان میں سے پانچ کا تعلق صرف سر سے ہے اور باقی پانچ چیزیں بدن کے دوسرے اعضاء سے متعلق ہیں جن چیزوں کا تعلق سر سے ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) مسواک کرنا۔ (۲) کلی کرنا۔ (۳) ناک کی صفائی کیلئے پانی استعمال کرنا۔ (۴) مونچھیں کتروانا اور (۵) سر منڈانا۔

اور جو پانچ چیزیں باقی اعضائے بدن سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں۔ (۶) بغل کے بال دور کرنا۔ (۷) ناخن تراشنا۔ (۸) موئے زیر ناف[186] کی صفائی۔ (۹) ختنہ[187] اور پانی سے استنجاء کرنا۔

تشریح: [184] خدائی آزمائش یہ ہے کہ بندے پر کوئی پابندی لازم فرما کر دوسروں پر اس کے کھرے کھوٹے ہونے کا اظہار کر دے۔ مذکورہ بالا حدیث میں جو باتیں مذکور ہیں یہ سب چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واجب تھیں اور ہم پر ان میں سے بعض واجب ہیں بعض سنت بعض روایات میں تحلق (سر منڈانے) کی بجائے فرق کا لفظ آیا ہے۔ یعنی سر میں مانگ نکالنا۔ اور بعض روایات میں توفیر اللحیتہ کا لف آیا ہے یعنی داڑھی بڑھانا اور شک نہیں کہ مسلمان تو مسلمان، کفار تک جانتے ہیں کہ روز اول سے مسلمانوں کا طریقہ داڑھی رکھنا ہے۔ اہل بیت کرام، صحابہ عظام، ائمہ اعلام اور ہر قرن وطبقہ کے اولیائے امت و علمائے ملت بلکہ قرون خیر، عہد رسالت، عہد صحابہ، عہد تابعین میں، تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کا ازالہ تو ازالہ (مونڈانا اور صاف اڑا دینا) اگر کسی کے پیدائشی داڑھی نہ نکلتی اس پر سخت تاسف کرتا کف افسوس ملتا اور اسے ہر پیدائشی عیب سے بڑھ کر عیب سمجھتا۔

علمائے کرام علامات قیامت میں گنا کرتے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ داڑھیاں منڈائیں گے کترائیں گے اس پیشن گوئی کے مطابق، کافروں، عیسائیوں، مشرکوں کی دیکھا دیکھی مدتوں بعد، داڑھی کی یہ تراشیں خراشیں مسلمانوں میں آئیں۔ وہ بھی رندو اوباش اور بدوضع بدقماش لوگوں میں پھر ان میں بھی جو ایمان سے حصہ رکھتے ہیں اب تک اپنی اس حرکت کو اور دوسرے گناہوں اور قباحتوں کی طرح برا جانتے ہیں اور طریقہ اسلامی سے جدا سمجھتے بلکہ ان میں جو خوش عقیدہ ہیں اپنے معظمین دینی کے سامنے جاتے لجاتے اور انہیں منہ دکھاتے شرماتے ہیں۔

الحمد للہ یہ ان کے ایمان کی بات ہے شامت نفس سے گناہ کریں لیکن اسے گناہ و قبیح جانیں۔ مگر چوری سرزوری والوں سے خدا کی پناہ کہ داڑھی رکھنے پر قہقہے اڑا کر شعار

اسلام کے ساتھ، نفس اسلام و ایمان بھی مونڈ کر پھینک دیں مولیٰ عزوجل ہمیں احکام شرع کے تعمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

۱۸۵؎ مضمضہ یعنی کلی کرنا اور اِستِنشَاق یعنی ناک کی صفائی کیلئے پانی استعمال کرنا یہ دونوں چیزیں وضو میں سنت موکدہ ہیں اور غسل میں فرض۔ مضمضہ کے معنی صرف منہ میں پانی لے کر اگل دینے کے نہیں جیسا کہ عموماً لوگ ایسا کر گزرتے ہیں۔ یونہی اِستِنشَاق کے معنی ناک کی نوک سے پانی لگا لینے کے نہیں۔ آدمی ایسا کر گزرے تو ایک آدھ بار ایسا کرنے سے سنت ترک ہوئی اور یہ شخص تارک سنت ہوا۔ اور عادت ڈالنے سے گناہ گار و فاسق ہوتا ہے یہ وضو میں ہے اور غسل میں ایسا کیا تو غسل کا فرض رہ گیا۔ اور غسل ادا نہ ہوا نہ ایسے غسل سے نماز ہو سکے۔ نہ اسے مسجد میں جانا جائز ہو جب کہ اس پر غسل فرض ہو۔ مضمضہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پانی داڑھوں کے نیچے، گالوں کی تہ میں، دانتوں کی جڑ اور کھڑکیوں میں، زبان کی کروٹ میں، حلق کے کنارے تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکے گی، دانتوں کی جڑیا اطراف میں پھنسی ہو تو لازم ہے کہ اسے دور کر کے کلی کرے۔ اور استنشاق یہ ہے کہ دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم حصہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع تک وہ دھل جائے اور یہ یونہی ہو سکے گا کہ پانی لے کر سونگھے اور اوپر کو چڑھائے کہ بال برابر بھی جگہ دھلنے سے رہ نہ جائے۔ یہاں تک کہ اگر ناک کے اندر کثافت جمی ہے تو لازم ہے کہ پہلے اسے صاف کرلے۔ اور احتیاطوں سے روزے دار کو بھی چارہ نہیں ہاں مضمضہ میں اسے غرغرہ نہ چاہئے کہ کہیں پانی حلق سے نیچے نہ چلا جائے۔ اور استنشاق میں پانی اوپر چڑھانے اور سونگھنے میں کہیں دماغ کو نہ چڑھ جائے (عامہ کتب)

۱۸۶؎ ہر ہفتہ میں نہانا، بدن کو صاف ستھرا رکھنا اور موئے زیر ناف دور کرنا مستحب ہے اور بہتر جمعہ کا دن ہے پندرھویں روز بھی کرنا جائز ہے اور چالیس روز سے زائد گزار دینا مکروہ و ممنوع ہے بغل کے بالوں کا اکھاڑنا سنت ہے اور مونڈنا بھی جائز ہے البتہ جنابت کی حالت میں کہ غسل فرض ہوتا ہے نہ بال مونڈائے اور نہ ناخن ترشوائے کہ یہ مکروہ

ہے(عالمگیری درمختار وغیرہما)

۱۸۷؎ ختنہ سنت ہے اور شعار اسلام میں ہے کہ مسلم اور غیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے اسی لئے عرف عام میں اسے مسلمانی بھی کہتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا ختنہ کیا اس وقت ان کی عمر شریف ۸۰؎ اسی برس کی تھی۔ علماء فرماتے ہیں کہ بوڑھا آدمی مشرف باسلام ہوا جس میں ختنہ کرنے کی طاقت نہیں تو ختنہ کرانے کی حاجت نہیں۔ اور بالغ شخص مشرف باسلام ہوا۔ اگر وہ خود ہی اپنی مسلمانی کرسکتا ہے تو اپنے ہاتھ سے کرلے۔ ورنہ نہیں۔ (عالمگیری)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَنْ ﷺ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشَرَةً

ترجمہ: (۲۰۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو مسلمان نبی کریم ﷺ پر ایک ۱۸۸؎ بار درود شریف بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ستر مرتبہ درودیں بھیجتا (اور اس پر بے شمار رحمتیں نازل فرماتا) ہے۔

تشریح و مطالب: ۱۸۸؎ ترمذی شریف میں ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی "یارسول اللہ میں بکثرت دعا مانگتا ہوں۔ تو اس میں سے حضور پر درود کیلئے کتنا وقت مقرر کروں؟" فرمایا جو تم چاہو" عرض کی چوتھائی فرمایا "جو تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے ہی بہتر ہے" میں نے عرض کی "نصف" (یعنی آدھا وقت دعا کیلئے اور باقی آدھا درود خوانی کیلئے مقرر کرلوں) فرمایا جو تم چاہو۔ اور زیادہ کرلو تو تمہارے لئے بھلائی ہے" میں نے عرض کی "دو تہائی" فرمایا "جو تم چاہو اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے" میں نے عرض کی کہ "کل وقت ہی درود شریف کیلئے مقرر کرلوں" (اور جب وقت پاؤں" بجائے دعا کے درود شریف ہی پڑھا کروں) فرمایا ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی کفایت فرمائے گا۔ خداء تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کے سب کام بنادے گا (بن مانگے تمہاری حاجتیں پوری ہوں گی) اور تمہارے

گناہ بخش دے گا اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ دَائِمًا اَبَدًا

اے عزیز! درود شریف' اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ اسی لئے آداب دعا سے ہے کہ اولاً دعا کیلئے اول و آخر حمد الٰہی بجالائے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اپنی حمد کو دوست رکھنے والا نہیں۔ تھوڑی حمد پر بہت راضی ہوتا اور بے شمار عطا فرماتا ہے اور ثانیاً اول و آخر نبی ﷺ اور ان کے آل واصحاب پر درود بھیجے۔ کہ جب درود مقبول ہوگا اور کرم الٰہی سے امید واثق ہے کہ ضرور قبول ہوگا تو اس کے طفیل اس کے صدقہ دعا بھی قبول و مستجاب ہوگی۔ پروردگار کریم اس سے برتر ہے کہ اول و آخر (درود شریف) کو قبول فرمائے اور وسط کو رد فرمادے۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم ﷺ کی حدیث میں ہے کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان روک دی جاتی ہے جب تک تو اپنے نبی ﷺ پر درود نہ بھیجے' بلند نہیں ہونے پاتی۔ بلکہ سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں دعا اللہ تعالیٰ سے حجاب میں ہے جب تک محمد ﷺ اور ان کے اہل بیت پر درود نہ بھیجی جائے (بیہقی) اے عزیز! دعا ایک طائر یعنی پرندہ کی مانند ہے کہ جانب آسمان پرواز کرتی ہے۔ اور درود اس کے بازو و شہپرا اور طائر بے پر کیا اڑ سکتا ہے۔

غرض جو مسلمان' محمد رسول اللہ ﷺ کا بندہ بے دام و غلام' ان سے سچی محبت' اور دل میں تمام جہاں سے زیادہ ان کی عظمت رکھنے والا' جو ان کی شان گھٹانے والوں ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور رہیگا۔ دل سے بیزار ہوگا۔ اس کیلئے درود شریف پڑھنے کے بے شمار فوائد ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں (تفصیل کے خواہاں بہار شریعت حصہ سوم دیکھیں) یا فقیر کی کتاب "ہمارا اسلام"۔

وَمَنْ سَبَّہٗ مَرَّۃً سَبَّ اللہُ تعالیٰ عَلَیْہِ عَشْرَ مَرَّاتٍ اَلَا تَرٰی فِیْ قَوْلِہٖ تعالیٰ لِلْوَلِیْدِ بْنِ مُغِیْرَۃَ لَعْنَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِ حِیْنَ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً سَبَّہُ اللہُ تعالیٰ عَشْرَ مَرَّاتٍ فَقَالَ وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّھِیْنٍ ھَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ

مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ اَنْ كَانَ ذَامَالٍ وَّبَنِيْنَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيَاتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ یعنی یُکَذِّبُ بِالْقُرآن

الفاظ و معانی سَبٌّ گالی دینا نازیبا کلمات استعمال کرنا کسی پر عیب لگانا گستاخی کرنا۔ حَلَّاف بہت قسمیں کھانے والا۔ جھوٹی اور باطل باتوں پر قسمیں کھانے میں دلیر۔ جھوٹی سچی قسمیں کھانے کا عادی۔ مَہِیْن ایسا شخص جو اپنی کمینی حرکتوں کی وجہ سے خالق و مخلوق دونوں کی نظر میں ذلیل و خوار اور ہر طرح بے وقعت و بے اعتبار ہو در حقیقت یہ بہت قسمیں کھانے والے آدمی کی لازمی صفت ہے وہ بات بات پر اسی لیے قسم کھاتا ہے کہ اسے خود یہ احساس ہوتا ہے کہ لوگ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں اور اس کی بات پر اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک کہ وہ قسم نہ کھائے۔ اس بنا پر خود اپنی نگاہوں میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور معاشرے میں بھی اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ ھَمَّاز ایسا شخص جو اپنی طعن و تشنیع اور طنز و تعریض سے دوسروں کا دل دکھاتا ہو اور اشاروں کنایوں میں ایسی بات کہتا ایسی حرکت کرتا ہو جس سے دوسروں کو ایذا پہنچے۔ مَشَّاءٍ بِنَمِیْمٍ ایسا شخص جو چغلیاں کھاتا اور ادھر ادھر لگاتا پھرے۔ تاکہ لوگوں کے درمیان فساد بھڑکے اور اس کا دھندا چلے۔ مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ ہر کار خیر میں رکاوٹ ڈالنے والا بخیل کہ نہ خود خرچ کرے نہ دوسرے کو نیک کام میں خرچ کرنے دے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی میں فرمایا ہے کہ "بھلائی سے روکنے" سے مقصود اسلام سے روکنا ہے کیونکہ ولید بن مغیرہ اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں سے کہتا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی اسلام میں داخل ہوا تو میں اپنے مال سے اسے کچھ نہ دوں گا۔ معتد حد سے تجاوز کرنے والا۔ اپنی حدود سے آگے بڑھ جانے والا۔ اَثِیْم۔ گناہ گار۔ فسق پیشہ فاجر بدکار۔ عُتُل۔ درشت خو۔ نہایت بدخلق۔ سفاک۔ اور جھگڑالو بد مزاج بدزبان۔ زَنِیْم ایسا شخص جو کسی قوم یا قبیلہ کا فرد نہ ہو مگر اس میں شامل یا اس کی جانب منسوب کر دیا گیا ہو۔ بدگوہر جس کی اصل میں خطا ہو۔ حرام زادہ۔ ذامال۔ مالدار۔ دولت مند۔ بَنِیْن۔ جمع

ہے ابن کی۔ بیٹے۔

ترجمہ : اور جو شخص نبی ﷺ کی شان میں ایک کلمہ بھی گستاخانہ کہے۔ اللہ تعالی اس کے دس واقعی عیوب ظاہر فرمادے گا۔ اس سے سید عالم ﷺ کی فضیلت اور شان محبوبیت معلوم ہوتی ہے دیکھئے تاکہ ولید بن مغیرہ نے نبی کریم ﷺ کی شان میں ایک جھوٹا کلمہ کہا تھا "مجنون" اسکے جواب میں اللہ تعالی نے اس میں موجود دس برائیاں ظاہر کر دیں (اور اس کے دس واقعی عیب گنادیئے) اور فرمایا کہ (اے محبوب) "ہرایسے کی بات نہ سننا، جوبڑا قسمیں کھانے والا ۲؎ ذلیل ۳؎ بہت طعنے دینے والا، ۴؎ بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا، ۵؎ بھلائی سے بڑا روکنے والا، ۶؎ حد سے بڑھنے والا۔ ۷؎ گناہ گار، ۸؎ درشت خو، ۹؎ اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل ۱۸۹؎ میں خطا۔ ۱۰؎ اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں (اور اس سے مراد اس کی یہ ہوتی ہے کہ وہ قرآن) کی تکذیب کرتا اور صاحب قرآن کو جھوٹا کہتا ہے)

تشریح و مطالب : ۱۸۹؎ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ محمد ﷺ نے میرے حق میں دس باتیں بیان فرمائی ہیں۔ نو کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں۔ لیکن دسویں بات "اصل میں خطا" ہونے کی اس کا حال مجھے معلوم نہیں۔ یا تو مجھے سچ سچ بتا دے۔ ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس پر اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مر جائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے کو بلا لیا۔ تو اس سے ہے (خزائن العرفان) قرآن مجید میں کسی کا نام لئے بغیر گستاخ رسول کے عیوب بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بد زبان اپنے ان عیوب میں اتنا مشہور تھا کہ اس کا نام بھی لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کی یہ صفات سنتے ہی ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ اشارہ کس کی طرف ہے۔ ایسے خبیث کو روسیاہی دونوں ہی جہاں میں نصیب ہوتی ہے۔

عظمت رسول اکرم پر ایک قرآنی استدلال

قرآن مجید میں جابجا' حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء سے کفار کی جاہلانہ جلال مذکور۔ جس کے مطالعہ سے ظاہر کہ وہ اشقیاء طرح طرح سے حضرات انبیاء میں سخت کلامی و بیہودہ گوئی کرتے۔ اور حضرات رسل علیہم الصلوۃ والسلام سے ان کی قوم نے کہا اناالنراک فی ضلل مبین (بے شک ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں) فرمایا یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ ضَلٰلَۃٌ وَّ لٰکِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (اے میری قوم مجھے گمراہی سے کچھ علاقہ نہیں میں تو رسول ہوں پروردگار عالم کی طرف سے) سیدنا ہود علیہ الصلوۃ والسلام سے عاد نے کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیۡ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الۡكٰذِبِیۡنَ یقیناً ہم تمہیں حماقت میں خیال کرتے ہیں اور ہمارے گمان میں تم بے شک جھوٹے ہو) فرمایا یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (اے میری قوم مجھ میں اصلا سفاہت نہیں۔ میں تو پیغمبر ہوں رب العالمین کا سیدنا شعیب علیہ الصلوۃ والسلام سے مدین نے کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیۡنَا ضَعِیۡفًا وَلَوۡلَا رَهۡطُكَ لَرَجَمۡنٰكَ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡنَا بِعَزِیۡزٍ (ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔ اور اگر تمہارے ساتھ کے یہ چند آدمی نہ ہوتے تو ہم تمہیں پتھروں سے مارتے۔ اور کچھ تم ہماری نگاہ سے عزت والے نہیں) فرمایا یٰقَوۡمِ اَرَهۡطِیۡۤ اَعَزُّ عَلَیۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذۡتُمُوۡهُ وَرَآءَكُمۡ ظِهۡرِیًّا (اے میری قوم میرے کنبے کے یہ معدود لوگ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ زبردست ہیں اور اسے تم بالکل بھلائے بیٹھے ہو) سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے فرعون نے کہا اِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ یٰمُوۡسٰی مَسۡحُوۡرًا (میرے گمان میں تو اے موسیٰ تم پر جادو ہوا) فرمایا لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بَصَآئِرَ وَاِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ یٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا (تو خوب جانتا ہے کہ انہیں نہ اتارا مگر زمین و آسمان کے مالک نے دلوں کی آنکھیں کھولنے کو اور میرے یقین میں تو اے فرعون! تو ہلاک ہونے والا ہے)

مگر حضور سید المرسلین افضل المحبوبین محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کی خدمت والا عظمت میں کفار نے جو زبان درازی کی ہے ملک السموات والارض جل جلالہ خود متکفل جواب ہوا ہے اور محبوب اکرم مطلوب اعظم ﷺ کی جانب سے آپ مدافعہ (دفاع) فرمایا ہے۔ طرح طرح سے حضور کی تنزیہہ و تمہیت (ان کی پاکی و براءت) فرمائی جابجا رفع الزام اعدائے لیام پر (دشمنوں کے لگائے ہوئے الزامات سے ان کی براءت و پاکدامنی پر) قسم یاد فرمائی یہاں تک کہ غنی مغنی عز مجدہ نے ہر جواب و خطاب سے حضور کو غنی کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا جواب دینا حضور کے خود جواب دینے سے بدرجہا حضور کیلئے بہتر ہوا۔ اور یہ وہ مرتبہ عظمیٰ ہے کہ نہایت نہیں رکھتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (آیات سورہ ن ہی کا انداز بیان دیکھئے) کفار نے کہا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (اے وہ جن پر قرآن اترا بے شک تم مجنون ہو) حق جل وعلا نے فرمایا نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ قسم، قلم اور نوشتہائے ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ (اور بے شک تیرے لئے اجر بے پایاں ہے) کہ تو ان دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا، اور حلم و کرم سے پیش آتا ہے۔ مجنون تو چلتی ہوا سے الجھا کرتے ہیں۔ تیرا سا حلم و صبر، کوئی تمام عالم کے عقلا میں تو بتا دے کہ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (اور بے شک تو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے) کہ ایک حلم و صبر کیا تیری جو خصلت ہے اس درجہ عظیم و باشوکت ہے کہ اخلاق عاقلان جہان، مجتمع ہو کر اس کے ایک شمہ کو نہیں پہنچتے۔ پھر اس سے بڑھ کر اندھا کون، جو تجھے ایسے لفظ سے یاد کرے۔ مگر یہ ان کا اندھا پن بھی چند روز کا ہے۔ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ (عنقریب تو بھی دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کسے جنون تھا) آج اپنی بے خردی و دیوانگی و کور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں، آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے اور دوست و دشمن سب پر کھلا جاتا ہے کہ مجنون کون تھا (تجلی الیقین) اے محبوب! آپ کی سیرت تو نظیر اور نمونہ ہے، زندگی

کے ہر شعبہ میں اور وہ بھی کسی ایک قوم' کسی ایک زمانے کیلئے نہیں' ہر ملک' ہر قوم' ہر زمانہ کیلئے تو ایسے کمال و دانائی کے مالک' ایسی عدیم النظیر سیرت والے کی جانب' جنون کی نسبت دینا خود اپنے پاگل پن کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے۔

اس نفیس مضمون کی تفصیل کیلئے قارئین کرام (امام اہلسنت فاضل بریلوی کا رسالہ تجلی الیقین مطالعہ کریں)

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بِنْ اَدْهَمَ رَحمهٗ الله تعالٰی حِيْنَ سَاءَ لُوْهُ عن قَوْلِهٖ عالٰی اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُم وَاِنَّا نَدْعُوْ فَلَمْ يَسْتَجِبْ لَنَا فقَالَ مَاتَتْ قُلُوْبُكُمْ مِنْ عَشَرَةِ اَشْيَاءَ اَوَّلُهَا اَنَّكُمْ عَرَفْتُمُ الله كَ وَلَمْ تُوءَ دُّوْ احَقَّهٗ وَقَرَاتُمْ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَمْ تعْمَلُوْ وَادَّعَيْتُمْ عَدَاوَةَ اِبْلِيْسَ وَوَالَيْتُمُوْهُ

ترجمہ: (۲۰۳) حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالے قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (یعنی مجھ ۱۹۰ سے دعا مانگو میں قبول فرماؤں گا) پھر اس کا کیا سبب ہے کہ ہم دعائیں مانگتے ہیں مگر قبول نہیں ۱۹۱ ہوتیں۔ آپ نے جوابا ارشاد فرمایا کہ تمہاری دس کوتاہیوں کے باعث تمہارے دلوں پر مردنی چھا گئی ہے (تو دعا کیونکر شرف قبولیت پائے) (۱) پہلی بات یہ ہے کہ تم کو ذات و صفات الٰہی کی معرفت جتنی حاصل ہے اتنا بھی حق تم اس کی عبادت کا ادا نہیں کرتے۔ (۲) دوسرے یہ کہ تم کلام الٰہی پڑھتے ہو مگر اس کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ (۳) تیسرے تمہیں ابلیس لعین سے عداوت کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے مگر عملاً تم اس کے پیروکار ہو۔

تشریح و مطالب: ۱۹۰ دعا عرض حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے لیکن ان کے قبول کیلئے چند

شرطیں ہیں یعنی ایسے آداب کا بمنزلہ شرائط ہیں۔ کہ ان کا اجتماع ان شاء اللہ تعالیٰ قبولیت کا مورث ہوتا ہے جیسے حضور قلب جس کی نسبت خود حدیث میں ارشاد ہوا۔ بے شک اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں فرماتا' کسی غافل کھیلنے والے' دل کی۔ اور اگر دعا ان آداب و شرائط سے خالی ہو تو قبولیت کی توقع نہیں ہاں وہ رب کریم اپنے کرم و رحمت سے قبول فرمالے تو یہ دوسری بات ہے۔

فضائل دعا میں احادیث بہ کثرت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں۔ یعنی جیسا وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے میں اس سے ویسا ہی کرتا ہوں۔ وانا معہ اذا دعانی اور میں اس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے (بخاری و مسلم وغیرہما) اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت کے ساتھ ہونا تو ہر شے کیلئے ہے۔ یہ خاص معیت کرم و رحمت ہے جو دعا کرنے والے کو ملتی ہے۔ اس سے زیادہ کیا دولت و نعمت ہو گی کہ بندہ اپنے مولیٰ کی معیت سے مشرف ہو۔ ہزار حاجت روائیاں اس پر نثار اور لاکھ مقصد و مراد اس کے تصدق۔ اور فرماتے ہیں حضور انور ﷺ کہ دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے۔ اور دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور (حاکم) اور فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی) اور فرمایا جو بلا اتر چکی اور جو ابھی نہ اتری' دعا سب سے نفع دیتی ہے تو دعا اختیار کرو اے اللہ کے بندو (ترمذی) نیز فرماتے ہیں ﷺ بلا اترتی ہے پھر دعا اس سے جا ملتی ہے۔ تو دونوں کشتی لڑتے رہتے ہیں قیامت تک یعنی دعا اس بلا کو نہیں اترنے دیتی (طبرانی) اور فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے (ترمذی وغیرہ)

۱۹۱ آداب دعا سے ہے کہ دعا کرنے والا' دعا کے قبول میں جلدی نہ کرے حدیث میں ہے۔ خدائے تعالیٰ تین آدمیوں کی دعا نہیں قبول کرتا۔ ایک وہ کہ گناہ کی دعا مانگے۔ دوسرا وہ کہ ایسی بات چاہے جس میں قطع رحم ہو۔ تیسرا وہ کہ قبول میں جلدی کرے کہ میں نے دعا مانگی اب تک قبول نہ ہوئی۔ ایسا شخص گھبرا کر دعا چھوڑ دیتا ہے اور مطلب سے محروم رہتا ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے "احسن

الوعاء" میں فرمایا "سگان دنیا کے امیدواروں کو دیکھا جاتا ہے کہ تین تین برس تک امیدواری میں گزارتے ہیں۔ صبح شام ان کے دروازوں پر دوڑتے ہیں۔ اور وہ ہیں کہ رخ نہیں ملاتے۔ بار نہیں دیتے۔ جھڑکتے' دل تنگ ہوتے' ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ امیدواری میں لگایا تو بیگار ڈالی۔ یہ حضرت گرہ سے کھاتے' گھر سے منگاتے' بیکار بیگار کی بلا اٹھاتے ہیں۔ اور وہاں برسوں گزریں' ہنوز روز اول ہے مگر یہ نہ امید توڑیں نہ پیچھا چھوڑیں۔ اور احکم الحاکمین اکرم الاکرمین عزجلالہ کے دروازے پر اول تو آتا ہی کون ہے اور آئے بھی تو اکتاتے گھبراتے کل کا ہوتا آج ہو جائے۔ ایک ہفتہ کچھ پڑھتے گزرا۔ اور شکایت ہونے لگی صاحب پڑھا تھا کچھ اثر نہ ہوا یہ احمق اپنے لئے اجابت کا دروازہ خود بند کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "تمہاری دعا قبول ہوتی ہے جب تک جلدی نہ کرو۔ کہ میں نے دعا کی تھی قبول نہ ہوئی"۔ اور پھر بعض تو اس پر ایسے جامے سے باہر جاتے ہیں کہ اعمال و ادعیہ کے اثر سے بے اعتقاد بلکہ اللہ عزوجل کے وعدہ و کرم سے بے اعتماد۔ والعیاذباللہ الکریم الجواد

اے عزیز وہ ارحم الرحمین ہے۔ اس سے ناامید ہونا' مسلمان کی شان نہیں۔ جو کافروں کو نعمت سے محروم نہیں رکھتا تجھے کب محروم کرے گا"

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حاجت روائی کبھی اس کے کرم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔ اور کبھی بمقتضائے حکمت تاخیر سے کبھی بندے کی حاجت دنیا میں روا فرمائی جاتی ہے۔ کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے اس کی حاجت روائی میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دعا میں مشغول رہے۔ کبھی دعا کرنے والے میں صدق و اخلاص وغیرہ شرائط قبول نہیں ہوتے اس لئے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں سے دعا کرائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دے دی جاتی ہے۔ یا آخرت میں اس کیلئے ذخیرہ ہوتی ہے۔ یا اس سے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے۔ غرض آدمی کو چاہیے کہ اگر دعا قبول نہ ہو تو اسے اپنا قصور سمجھے۔ خدا کی شکایت نہ کرے کہ اس کی عطا میں نقصان نہیں۔ تیری دعا میں نقصان

ہے۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی، اگر تو کسی قابل ہوتا!

وَادَّعَيْتُمْ حُبَّ الرَّسُوْلِ وَتَرَكْتُمْ اَثَرَهٗ وَسُنَّتَهٗ وَادَّعَيْتُمْ حُبَّ الْجَنَّةِ وَلَمْ تَعْمَلُوْا لَهَا وَادَّعَيْتُمْ خَوْفَ النَّارِ وَلَمْ تَنْتَهُوا عَنِ الذُّنُوبِ وَادَّعَيْتُمْ اَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَلَمْ تَسْتَعِدُّوا لَهٗ وَاشْتَغَلْتُمْ بِعُيُوبِ غَيْرِكُمْ وَتَرَكْتُمْ عُيُوْبَ اَنْفُسِكُمْ وَتَاكُلُوْنَ رِزْقَ اللّٰهِ وَلَا تَشْكُرُوْنَهٗ وَتَدْفِنُوْنَ مَوْتَاكُمْ وَلَا تَعْتَبِرُوْنَ

ترجمہ: چوتھے ۴ تمہارا دعویٰ ہے کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت ہے۔ لیکن نہ تمہیں ان کے اسوہ حسنہ کا خیال ہے۔ نہ ان کی سنت کریمہ کے اتباع کا لحاظ۔ پانچویں ۵ یہ کہ تم زبان سے جنت کی خواستگاری کا اظہار تو کرتے ہو مگر کام جنت میں لے جانے والے نہیں کرتے۔ چھٹے ۶ یہ کہ تم آتش جہنم کا خوف تو اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے (اور جہنم سے پناہ مانگتے) ہو لیکن خدا و رسول کی نافرمانیوں سے باز نہیں آتے۔ ساتویں ۷ بات یہ ہے کہ تم یہ تو کہتے ہو کہ موت برحق ہے لیکن تم موت کیلئے تیاریاں نہیں کرتے دوسروں کی عیب جوئی سے بڑی دلچسپی ہوتی ہے، لیکن خود اپنے عیبوں کو کبھی نہیں ٹٹولتے۔ نواں ۹ سبب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ۱۹۲ روزی تو کھاتے پیتے پہنتے اوڑھتے اور برتتے ہو مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اور دسواں ۱۰ باعث دعا قبول نہ ہونے کا یہ ہے کہ تم اپنے مردوں کو اپنے ہاتھوں اپنی آنکھوں کے روبرو دفن تو کرتے ہو مگر اس سے کوئی عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

تشریح و مطالب:

۱۹۲؎ یاد رکھنا چاہئے کہ اردو زبان و محاورے میں اگرچہ رزق کا اطلاق، صرف ان چیزوں پر ہوتا ہے جو کھانے پینے کے کام میں آتی اور لائی جاتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان کے اعتبار سے رزق کا دائرہ صرف انہی چیزوں تک محدود نہیں بلکہ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، سواری و مکان، غرض برتنے کی ساری چیزیں اس کے اطلاق میں داخل ہیں۔ بلکہ یہ لفظ عطا اور رحمت اور بخشش و نصیب کے عام معنی میں مستعمل ہے۔ رب العالمین نے کہ سارے جہانوں کا مالک، ان کا مربی، ان کا پرودگار اور ان کی تربیت فرمانے والا ہے اور جس نے اپنے کرم کے خزانے اپنے بندوں کیلئے عام فرمادیے ہیں۔ جو کچھ اپنے بندوں کو، اس دنیا میں دیا ہے وہ اس کا رزق اس کی عطا اور اس کی بخشش ہے حتیٰ کہ اولاد تک اس کا رزق ہے اور ان کا شکر بجالانا، ایک انسانی فریضہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ فرائض سے غفلت برتنا، فسق و فجور ہے اور آدمی آلودگیوں میں اپنا دامن آلودہ کئے ہوئے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھائے تو وہ کسی اعزاز و اکرام کا حق نہیں رکھتا۔ ہاں وہ رب کریم رب العلمین خود ہی فضل و کرم سے اسے نوازے، یا یہ دعا ہی ایسے اوقات میں کرے جو قبولیت دعا کیلئے مخصوص ہیں اور وہ دعا قبولیت کا شرف پائے تو یہ دوسری چیز ہے۔ یونہی اس کی دعا کسی بندہ صالح کی دعا کی معیت میں بلند ہو اور قبول ہو جائے تو یہ محض کرم و فضل خداوندی ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ ما مِنْ عَبْدٍ وَّاَمَةٍ دَعَا بِهٰذِهِ الدُّعَاءِ فِیْ لَیْلَةِ عَرفَةَ اَلْفَ مَرَّةٍ وَهِیَ عَشْرُ کَلِمَاتٍ لَمْ یَسْئَلِ اللّٰهَ کَ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ مَالَمْ یَدْعُ بِقَطِیْعَةِ رَحِمٍ اَوْمَاْثَمٍ

ترجمہ: (۲۰۴) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی مسلمان مرد خواہ عورت عرفہ کی مبارک ۱۹۳؎ رات میں یہ دعا کہ صرف دس کلمات پر مشتمل ہے ایک ہزار مرتبہ پڑھے اور پھر اپنی حاجت بارگاہ الٰہی میں عرض کرے تو رب کریم اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ جب تک قطع رحمی یا کسی گناہ و نافرمانی کی دعا نہ کرے۔

چند احادیث کریمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وبارک وسلم وشرف ومجد وکرم ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۱) اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا میں اللہ ہوں۔ میں رحمٰن ہوں۔ رحم (یعنی رشتہ) کو میں نے پیدا کیا اور اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا۔ لہذا جو اسے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا۔ اور جو اسے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا (ابوداؤد)

(۲) اپنے نسب کو اتنا (تو) سیکھو جس سے صلہ رحم کرسکو۔ کیونکہ صلہ رحم اپنے لوگوں میں محبت کا سبب ہے۔ اس سے مال میں زیادتی اور اثر (یعنی عمر) میں تاخیر ہوگی (ترمذی)

(۳) اپنا نسب پہچانو تاکہ صلہ رحم کرو۔ کیونکہ اگر رشتہ کاٹا جائے تو اگرچہ قریب ہو وہ قریب نہیں۔ اور اگر جوڑا جائے تو وہ دور نہیں اگرچہ دور ہو (حاکم)

(۴) جس گناہ کی سزا دنیا میں بھی جلد ہی دے دی جائے اور اس کیلئے آخرت میں بھی عذاب کا ذخیرہ رہے وہ بغاوت (اور اہل حق کے ساتھ مخاصمت) اور قطع رحم سے بڑھ کر نہیں (ترمذی ابوداؤد)

(۵) جتنے گناہ ہیں ان میں سے جس کو اللہ تعالی چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے سوا والدین کی نافرمانی کے کہ اس کی سزا، زندگی میں موت سے پہلے دیدی جاتی ہے (بیہقی)

(۶) رشتہ کاٹنے والا جنت میں نہیں جائے گا (بخاری و مسلم)

(۷) جس قوم میں قاطع رحم (رشتہ داریوں اور قرابت کے تعلقات کو توڑنے والا ہوتا ہے اس پر رحمت الہی نہیں اترتی (بیہقی) اس ایک کے گناہ کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑتا ہے۔ یعنی جبکہ ان کے علم میں ہو اور وہ اس کا تدارک نہ کریں۔۱۲

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ لِاِبْلِيْسَ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ كَمْ اَحِبَّاءُكَ مِنْ اُمَّتِيْ قَالَ عَشْرُ نَفَرٍ اَوَّلُهُمُ الْاِمَامُ الْجَائِرُ وَالْمُتَكَبِّرُ وَالْغَنِيُّ الَّذِيْ لَا يُبَالِيْ مِنْ اَيْنَ يَكْتَسِبُ الْمَالَ وَفِيْ مَاذَا يُنْفِقُ وَالْعَالِمُ الَّذِيْ صَدَّقَ الْاَمِيْرَ عَلٰى جَوْرِهٖ وَالتَّاجِرُ الْخَائِنُ وَالْمُحْتَكِرُ وَالزَّانِيْ

ترجمہ: (۲۰۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کہتے ہیں
"ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ابلیس لعین سے دریافت فرمایا کہ میری امت میں ایسے کتنے لوگ ہیں جو تجھے پیارے (اور تیرے چہیتے) ہیں کہنے لگا۔ دس قسم کے" (اور وہ یہ ہیں اور) ان میں سرفہرست ہے ظالم حاکم (کہ اپنے ظلم و جور کی بدولت حکومت کا کاروبار چلا جارہا ہے۔ اس کے جبرواستبداد کا خوف' لوگوں پر مسلط نہ ہو تو آج اس کی حکومت و سرداری کا تختہ الٹ دیں) (۲) کبرو غرور کا مارا ہوا نخوت و تکبر میں ڈوبا ہوا (کہ ہمیشہ دوسروں کی اہانت و تذلیل کی راہیں نکالتا' اور حیلے بہانے سے انہیں ذلیل و رسوا کرتا ہے) (۳) وہ سرمایہ دار جو اس کی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ مال کہاں سے آیا اور کہاں گیا۔ (۴) وہ بدخصال عالم دین جو حاکم وقت کے ظلم و جبر کی صحیح تاویلیں کرے۔ (۵) خیانت ۱۹۴ کرنے والا تاجر۔ (۶) ذخیرہ ۱۹۵ اندوزی کرنے والا۔ (۷) زناکار عیاش۔

تشریح و مطالب: ۱۹۴ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تمام کمائیوں میں زیادہ پاکیزہ ان تاجروں کی کمائی ہے کہ جب وہ بات کریں جھوٹ نہ بولیں اور جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کریں۔ اور جب وعدہ کریں اس کا خلاف نہ کریں اور جب کسی چیز کو خریدیں تو اس کی مذمت (برائی) نہ کریں اور جب اپنی چیز بیچیں تو اس کی تعریف میں مبالغہ نہ کریں۔ اور ان پر کسی کا آتا ہو تو دینے میں ڈھیل نہ ڈالیں۔ اور جب ان کا کسی پر آتا ہو تو سختی نہ کریں (بیہقی) اور ظاہر ہے کہ جب ایسا تاجر خدا و رسول کا پیارا ہوگا تو آپ ہی شیطان کی نظروں میں دشمن کی طرح کھٹکے گا۔ اور جو اس کا عکس ہوگا وہ خدا و رسول کا مبغوض اور شیطان مردود کا مقبول و محبوب ہوگا۔

۱۹۵ محتکر کے معنی ہیں احتکار کرنے والا۔ اور احتکار سے مراد ہے غلہ روک لینا اور غلہ روک لینا منع اور سخت گناہ ہے۔ احتکار یعنی غلہ روک لینے کی صورت یہ ہے کہ آدمی گرانی کے زمانہ میں غلہ خرید لے اور اسے بیع نہ کرے بلکہ ذخیرہ کرے اور

روک رکھے کہ لوگ جب خوب پریشان ہوں گے تو خوب گراں کر کے بیچوں گا۔ اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ فصل میں غلہ خریدتا ہے اور رکھ چھوڑتا ہے کچھ دنوں کے بعد جب گراں ہو جاتا ہے تو یہ بیچتا ہے یہ نہ احتکار ہے نہ اس کی ممانعت کہ اس کی نیت مخلوق خدا کو ہراساں کرنے کی نہیں' وہ غلہ بازار میں میسر ہے اور خرید و فروخت کا سلسلہ جاری برخلاف پہلی صورت کے کہ اس کی نیت میں فتور ہے۔ وہ اپنی بدباطنی سے اس وقت کا انتظار کرتا ہے جب بازاروں میں غلہ آنا بند ہو جائے۔ لوگ پریشان ہوں اور اب یہ غلہ نکال کر من مانی قیمت پر فروخت کرے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بدباطن' شیطان کا یار و مددگار ہی ہو سکتا ہے۔

وَاٰكِلُ الرِّبٰو وَالْبَخِيْلِ الَّذِىْ لَايَبَالِى مِنْ اَيْنَ يَجْمَعُ الْمَالَ وَشَارِبُ الْخَمْرِ وَمُدْ مِنٌ عَلَيْهَا ثُمَ قَالَ النَّبِىُّ ﷺ فَكَمْ اَعْدَاءُ لَكَ مِنْ اُمَّتِى؟ قَالَ عِشْرُوْنَ نَفَرًا اَوَّلُهُمْ اَنْتَ يَا مُحَمَّدُ فَانِّى اُبْغِضُكَ وَالْعَالِمُ الْعَامِلُ بِالْعِلْمِ وَحَامِلُ الْقُرآنِ اِذَا عَمِلَ بِمَافِيْهِ وَالْمُوذِنُ لِلّٰهِ فِىْ خَمْسِ صَلَوٰتٍ وَمحب الفُقَراء

ترجمہ: (۸) سود خوار (۹) بخیل جسے اس کا لحاظ نہیں کہ مال کہاں کہاں سے حاصل کیا۔ (اور فراوانی کے باوجود حاجتمندوں کے کام نہیں آتا) اور دسواں ۱۰ شرابی شراب کا عادی (جس کا کام جام و ساغر کے بغیر نہیں چلتا) پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں وہ کون کون سے لوگ ہیں جنہیں تو اپنا دشمن جانتا ہے؟ کہنے لگا۔ ایسے افراد کی سرسری تعداد بیس تک پہنچتی ہے۔ ان بیس ۲۰ میں سب سے زیادہ خود آپ میرے دشمن ہیں اور میرے دل میں آپ کی طرف سے بغض بھرا ہوا ہے۔ (۲) عالم باعمل (کہ علم کے تمام تقاضوں کو حتی الامکان نبھاتا ہے) (۳) حافظ قرآن کریم کہ فرمودات قرآن پر عمل پیرا رہتا ہے (۴) بہ نیت ثواب ۱۹۶ نماز پنج گانہ کیلئے اذان کہنے والا موذن۔

(۵) محتاجوں کا دردمند۔

تشریح و مطالب: ۱۹۶ حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ اذان دینے والا جو طالب ثواب ہے اس شہید کی مثل ہے کہ خون میں آلودہ ہے اور جب مرے گا' قبر میں اس کے کیڑے نہ پڑیں گے (طبرانی راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ)

حضرت انس راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو سال بھر اذان کہے اور اس پر اجرت طلب نہ کرے' قیامت کے دن بلایا جائے گا اور جنت کے دروازے پر کھڑا کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا جس کیلئے تو چاہے شفاعت کر (ابن عساکر)

تنبیہ: عوام کو چاہئے کہ جو شخص اپنے آپ کو اذان دینے کیلئے وقف کر دے اور اپنا قیمتی وقت اسی نیک عمل میں لگا دے تو اس کی ضرورت مل جل کر پوری کریں۔ اور ممکن حد تک موذن کو معاش کی فکر سے بے نیاز کر دیں۔ یونہی موذنوں کو چاہیے کہ وہ اذن کا معاوضہ طے نہ کریں بلکہ وقت کا عوض چاہیں تاکہ ان ثوابوں سے محروم نہ رہیں۔

وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْيَتَامٰى وَذُوْ قَلْبٍ رَّحِيْمٍ وَالْمُتَوَاضِعُ لِلْحَقِّ وَشَابٌّ نَشَاءَ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاٰكِلُ الْحَلَالِ وَالشَّابَّانِ الْمُتَحَابَّانِ فِي اللّٰهِ وَالْحَرِيْصُ عَلَى الصَّلٰوةِ فِي الْجَمَاعَةِ وَالَّذِيْ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَالَّذِيْ يُمْسِكُ نَفْسَهٗ عَنِ الْحَرَامِ وَالَّذِيْ يَنْصَحُ وَفِيْ رِوَايَةٍ

ترجمہ: مسکینوں کا حاجت رواء یتیموں کا دوست۔ (۶) مہربان شخص۔ (۷) حق کی خاطر عاجزی و انکساری کرنے والا۔ (۸) وہ صالح جوان جس کا عالم شباب اللہ کی اطاعت میں گزرا۔ (۹) رزق ۱۹۷ حلال کھانے والا۔ (۱۰) وہ دو دوست ۱۹۸ جن کی دوستی اور محبت صرف اللہ کیلئے ہے۔ (۱۱) وہ نمازی جو جماعت ۱۹۹

سے نماز پڑھنے کا بہت زیادہ شوق رکھتا ہے۔ (۱۲) وہ عبادت گزار جو رات کی تنہائی میں اس وقت نفل پڑھتا ہے جب لوگ محواستراحت ہوتے ہیں (۱۳) وہ تقویٰ شعار جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اپنے نفس کو بچاتا ہے (۱۴) وہ نیک آدمی جو اپنے تمام مسلمان بھائیوں کی بھلائی چاہتا ہے اور یا ان کیلئے دعائے خیر میں رہتا ہے اور اس کے دل میں کوئی رنجش نہیں ہوتی۔ ۲۰۰

تشریح و مطالب : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ (شریعت کے دیگر) فرائض کے بعد حلال روزی حاصل کرنا فرض ہے (بیہقی، مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ جب کوئی اس بات کی پرواہ نہ کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام؟ (بخاری شریف)

تنبیہہ : کپڑا سلنے کیلئے دیا تو درزی نے اس میں سے کپڑا کاٹ لیا؛ روئی کاتنے کو دی تو کاتنے والے نے روئی نکال لی اس قسم کی چیزیں سب ناجائز و حرام ہیں۔ جو لوگ حرام روزی سے پیٹ بھرتے ہیں وہ اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بدن کو حرام غذا دی گئی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا (بیہقی، مشکوۃ) راوی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ۱۹۸ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ کسی نے کہا نماز اور زکوۃ کسی نے کہا جہاد حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ہے۔ یعنی خدا ہی کیلئے کسی سے محبت کرنا اور خدا ہی کیلئے کسی سے بیزار رہنا (احمد ابوداؤد)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں "یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حب فی اللہ کا نماز، زکوۃ اور جہاد سے زیادہ محبوب ہونا

کیسے صحیح ہو گا؟ جبکہ یہ چیزیں علی الاطلاق تمام اعمال سے افضل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرے گا وہ انبیائے کرام' اولیائے عظام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت کرے گا اور ان لوگوں کی پیروی اور فرمانبرداری بھی ضرور کرے گا (اس لئے کہ محبت کیلئے اطاعت لازم ہے) اور جو شخص کہ خدائے تعالیٰ کیلئے دشمنی کرے گا تو دین کے دشمنوں سے یقیناً دشمنی کرے گا۔ گویا حضور نے فرمایا کہ اعمال و طاعات کا مدار اور جڑ و بنیاد حب اللہ اور بغض للہ ہے (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ۱۳۸)

۱۹۹ - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز باجماعت کا ثواب تنہا پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجہ زیادہ ہے (بخاری مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا وہ آدمی رات تک عبادت میں کھڑا رہا اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی۔ (بخاری مسلم) مسئلہ عاقل' بالغ' قادر پر جماعت واجب ہے بلاعذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق' مردود الشہادۃ ہے اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ جماعت کا نام سنت اس لئے ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ہے ۲۰۰ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ بندوں کے اعمال ہفتہ میں دو مرتبہ' پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں' تو ہر بندہ کی مغفرت ہوتی ہے سوائے اس بندہ کے جو اپنے کسی مسلمان بھائی سے بغض و کینہ رکھتا ہے اس کے متعلق حکم دیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رہو (یعنی فرشتے ان کے گناہوں کو نہ مٹائیں) یہاں تک کہ وہ آپس کی عداوت سے باز آجائیں (مسلم شریف) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کو بطور دشمنی کے چھوڑے رکھے' اگر تین دن گزر جائیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے بھائی سے مل کر سلام کرے۔ اگر وہ سلام کا جواب دے دے تو (مصالحت کے) ثواب میں دونوں شریک ہیں اور اگر سلام کا جواب نہ دے تو

جواب نہ دینے والا گناہ گار ہوا اور سلام کرنے والا ترک تعلقات کے گناہ سے بری ہو گیا۔
(ابوداؤد مشکوٰۃ)

یَدْعُوْ اللالْخْوَانِ وَلَیْسَ فِی قَلْبِہٖ شَیِی وَالَّذِیْ یَکُوْنُ اَبَدًا عَلٰی وُضُوءِ وَسخِیٌّ وَحَسَنُ الْخُلْقِ وَالْمُصَدِّقُ رَبَّہٗ بِمَا ضَمِنَ اللہ لَہٗ وَالْمُحْسِنُ اِلٰی مَسْتُورَاتِ الْاَرَامِلِ وَالْمُسْتَعِدُّ لِلْمَوتِ

ترجمہ: (۱۵) جو ہمیشہ پاک ۲۰۱ — و صاف اور باوضو رہتا ہے (۱۶) وہ سخی جس کے صدقہ و خیرات سے تمام بندگان خدا مستفید ہوتے ہیں (۱۷) خوش خلق اور ملنسار مومن جو سب کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتا ہے۔ (۱۸) جو اللہ کی دی ہوئی ضمانتوں میں اللہ کو سچ سمجھتا ہے اور اسی پر بھروسہ کرتا ہے (۱۹) وہ ہمدرد جو بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتا ہے اور ہر بے کس و مظلوم کے ساتھ احسان و بھلائی سے پیش آتا ہے۔ (۲۰) وہ مرد مومن جو سفر آخرت اور موت کیلئے آمادہ رہتا ہے۔

تشریح و مطالب:

۲۰۱ — حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "پاکیزگی نصف ایمان ہے"
(مسلم شریف)

مسئلہ: استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے اسے پھینک دینا سخت ناجائز و گناہ ہے۔ وضو کے بچے ہوئے پانی کو پھینک دینا حرام ہے اور کھڑے ہو کر پینا ثواب ہے۔ جو وضو نماز جنازہ کیلئے کیا گیا اس سے ہر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

۲۰۲ — حضرت جریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص نرمی سے محروم کیا جاتا ہے وہ (دوسرے لفظوں میں) بھلائی سے محروم کیا جاتا ہے (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "مسلمانوں میں

کامل الایمان وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (ابوداؤد)

قَالَ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ مَنْ تَزَوَّدَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَبِيْبَ اللهِ وَمَنْ تَرَكَ الْغَضَبَ صَارَ فِي جِوَارِ اللهِ وَمَنْ تَرَكَ حُبَّ الْعَيْشِ فِي الدُّنيا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: ۲۰۶ حضرت وہب بن منبہ نے فرمایا کہ تورات میں یوں لکھا ہوا ہے کہ (۱) جو شخص دنیا میں سفر آخرت کا زاد عمل ۲۰۳ جمع کر لیتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق دار بن جاتا ہے۔ (۲) جو شخص غیظ و غضب ۲۰۴ کو چھوڑ دیتا ہے وہ اللہ کے جوار رحمت میں ہو جاتا ہے۔ (۳) جو دنیائے فانی کے عیش و راحت ۲۰۵ کو ترک کر دیگا وہ قیامت کے دن عذاب الہٰی سے مامون و محفوظ رہے گا۔

تشریح و مطالب:

۲۰۳ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیز گاری ہے) جس طرح دنیوی سفر کیلئے توشہ ضروری ہے ایسے ہی سفر آخرت کیلئے پرہیز گاری کا توشہ لازم ہے (خزائن العرفان)

۲۰۴ حدیث میں ارشاد ہوا کہ بہادر وہ نہیں جو پہلوان ہو اور دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ (بخاری۔ مسلم راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

۲۰۵ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا خدائے تعالیٰ کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو اس میں سے کافر کو ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (ترمذی)

آمِنًا مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ ۃ وَمَنْ تَرَكَ الْحَسَدَ صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَحْمُوْدًا عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ وَمَنْ تَرَكَ حُبَّ الرِّيَاسَةِ صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَزِيْزًا عِنْدَ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَرَكَ الْفُضُوْلَ فِي الدُّنْيَا صَارَ انَاعِمًا فِي الْاَبْرَارِ وَمَنْ تَرَكَ الْخُصُوْمَةَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: بغض ۲۰۶ ؎ و حسد کی کدورت جو دور کر دیتا ہے حشر کے دن تمام اہل محشر کے سامنے اس کی عزت افزائی اور تعریف ہو گی۔ (۵) جسے اقتدار کی چاٹ ۲۰۷ ؎ اور منصب کی ہوس نہیں ہوتی وہ قیامت کے دن شہنشاہ مطلق کے پاس مقام خاص میں ہو گا (۶) جو شخص فضول باتوں سے اپنی زبان ۲۰۸ ؎ اور فضول کاموں سے اپنی ذات کو روک لیتا ہے وہ اللہ کے نیک بندوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

تشریح و مطالب:

۲۰۶ ؎ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو (ابو داؤد) کسی شخص میں کوئی خوبی دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ وہ خوبی اس سے زائل ہو کر میرے پاس آجائے اسے حسد کہتے ہیں۔ حسد کرنا حرام ہے (بہار شریعت) اور اگر یہ تمنا ہے کہ وہ خوبی مجھ میں بھی آجائے تو اسے رشک کہتے ہیں' یہ جائز ہے۔

۲۰۷ ؎ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو قضا کا طالب ہو اور اس کی درخواست کرے وہ اپنے نفس کی طرف سپرد کیا جائے گا اور جس کو مجبور کر کے قاضی بنایا گیا اللہ تعالیٰ اس کے پاس فرشتہ بھیجے گا جو ٹھیک چلائے گا۔ (ابو داؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قضا طلب کی (اقتدار طلب کیا) اور اسے مل گئی پھر اس کا انصاف (عدل) اس کے ظلم (جور) پر

غالب رہا یعنی عدل نے ظلم کرنے سے روکا اس کیلئے جنت ہے اور جس کا جور عدل پر غالب آیا اس کیلئے جہنم ہے۔ (ابوداؤد)

۲۰۸ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ (ترمذی)

۲۰۹ شریعت مطہرہ نے جھگڑا تو بہت بری بات ہے، مسلمانوں کو تو برا کہنا بھی ناپسند فرمایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "مسلمان کو گالی دینا فسق و گناہ ہے" (بخاری، مسلم)

مِنَ الْفَائِزِيْنَ وَمَنْ تَرَكَ الْبُخْلَ فِي الدُّنْيَا صَارَ مَذْكُوْرًا عِنْدَ رُوْسِ الْخَلَائِقِ وَمَنْ تَرَكَ الرَّاحَةَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَسْرُوْرًا وَمَنْ تَرَكَ الْحَرَامَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي جِوَارِ الْأَنْبِيَاءِ وَمَنْ تَرَكَ النَّظَرَ فِي

ترجمہ: (۷) جو نیک آدمی دنیا میں لڑائی ۲۰۹ جھگڑے سے دور رہتا ہے وہ روز جزا کامیاب و کامران ہو گا۔ (۸) جو شخص بخل ۲۱۰ اور کنجوسی سے اپنا دامن محفوظ رکھتا ہے اس کا ذکر خیر مالک محشر کے سامنے علانیہ ہو گا (۹) جو شخص دنیا میں عیش پسندی اور آرام طلبی سے باز رہے وہ روز آخرت مسرتوں سے ہمکنار ہو گا (۱۰) جو مومن حرام ذریعوں سے کمانے اور کھانے اڑانے سے محفوظ رہے گا، وہ قیامت میں انبیائے کرام کی ہمسائیگی و ہم نشینی سے مشرف فرمایا جائے گا۔ (۱۱) جو (عذاب آخرت سے ڈر کر) بدنگاہی سے ۲۱۱ اپنی حفاظت کرے۔

تشریح و مطالب: ۲۱۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ سخی اللہ تعالیٰ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل (کنجوس) اللہ تعالیٰ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے اور جاہل

سخی خدا کے نزدیک عبادت گزار بخیل سے کہیں بہتر ہے (ترمذی) حضرت ابوبکر صدیق کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مکار اور بخیل جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ وہ شخص جو خیرات دے کر احسان جتائے (ترمذی) حضرت ابوسعید ﷺ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن میں دو باتیں یعنی بخل اور بد خلقی جمع نہیں ہوتی۔

(ترمذی)

۲۱۱؎ بد نگاہی اسلام میں حرام ہے' قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے سورۃ نور میں فرمایا قل للمومنین یغضوا من ابصارھم اور فرمایا قل للمومنٰت یغضضن من ابصارھن (آیت ۳۱،۳۰) مفسرین نے اس آیت کے تحت فرمایا کہ جس چیز کا دیکھنا جائز نہیں اس پر مرد عورت نظر نہ ڈالیں' مرد کا بدن زیر ناف سے گھٹنے سے نیچے تک شرم گاہ ہے اس کا دیکھنا جائز نہیں اور عورتوں میں سے اپنے محارم کا بھی یہی حکم ہے مگر اتنا اور ہے کہ ان کے پیٹ اور پیٹھ کا دیکھنا بھی جائز نہیں اور اجنبیہ عورت کے تمام بدن کا دیکھنا ممنوع ہے (خزائن العرفان) امرد لڑکے کی طرف بھی شہوت سے دیکھنا حرام ہے (مدارک احمدی) نگاہوں کی حفاظت کے جملہ احکام و مسائل کو تفصیل سے سمجھنے کیلئے حضرت مترجم قدس سرہ کی کتاب "تفسیر سورہ نور' چادر اور چار دیواری" کا مطالعہ فرمائیں (احمد میاں برکاتی)

الْحَرَامَ فِي الدُّنْيَا اَفْرَحَ اللهُ تَعَالٰى عَيْنَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ ۱۲؎ الْغِنٰى فِي الدُّنْيَا وَاخْتَارَ الْفَقْرَ بَعَثَهُ اللهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْوَلِيِّيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَمَنْ قَامَ ۱۳؎ بِحَوَائِجِ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا قَضَى اللهُ تَعَالٰى حَوَائِجَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَكُوْنَ فِي قَبْرِهِ مُؤْنِسٌ فَلْيَقُمْ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن مسرتیں عطا فرمائے گا اور اس کی آنکھوں کو نور و سرور حاصل ہو گا اور اسے جنت میں جگہ دے گا (۱۲) جس

شخص نے دنیا کی دولت کو ٹھکرا کر راہ حق کی فقیری و فاقہ کو ہنسی خوشی اختیار کیا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت میں ولیوں اور نبیوں کے ساتھ اٹھائے گا (۱۳) جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے محتاج بندوں کے کام آئے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں آخرت میں اس کی مرادیں پوری کرے گا (۱۴) اگر کسی کو گوشہ قبر میں مونس و غمخوار کی ضرورت ہو تو اسے چاہیے کہ رات کی تاریکی میں کھڑا ہو اور نفل نماز پڑھے (تہجد پڑھے) (۱۵) جس کو (گرمی محشر سے بچنے کیلئے) رحمن کریم کا سایہ مطلوب ہو

فِی ظُلْمَةِ اللَّیْلِ وَلْیُصَلِّ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَکُوْنَ فِی ظِلِّ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ فَلْیَکُنْ زَاهِدًا وَمَنْ ۱۶ اَرَادَ اَنْ یَکُوْنَ حِسَابُهٗ یَسِیْرًا فَلْیَکُنْ نَاصِحًا لِنَفْسِهٖ وَاِخْوَانِهٖ وَمَنْ ۱۷ اَرَادَ اَنْ یَکُوْنَ الْمَلٰئِکَةُ زَائِرِیْنَ فَلْیَکُنْ وَرِعًا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّسْکُنَ فِی بُحْبُوْبَةِ الْجَنَّةِ فَلْیَکُنْ ذَاکِرَ اللّٰهِ وَاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ

ترجمہ: وہ ہمیشہ معصیت سے بچتا رہے (۱۶) جس کی یہ خواہش ہو کہ روز حساب اس سے آسان حساب کیا جائے تو وہ ہمیشہ اپنے نفس اور اپنے بھائیوں کے ساتھ ہر معاملہ میں خیر خواہی کرتا رہے (۱۷) جس کی تمنا ہو کہ فرشتے اس کی زیارت و ملاقات کو آئیں تو وہ نیکی اور پرہیزگاری کو اپنے دامن میں سجائے (۱۸) اور جو یہ چاہے کہ بہشت کے مرکز اعلیٰ میں سکونت حاصل ہو تو وہ شب و روز ذکر خداوندی میں مشغول رہے۔

وَمَنْ ۱۹ اَرَادَ اَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ فَلْیَتُبْ اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا وَمَنْ ۲۰ اَرَادَ اَنْ یَکُوْنَ غَنِیًّا فَلْیَکُنْ رَاضِیًا بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَکُوْنَ مَعَ اللّٰهِ فَقِیْهًا فَلْیَکُنْ خَاشِعًا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَکُوْنَ حَکِیْمًا فَلْیَکُنْ عَالِمًا

ترجمہ: (۱۹) اور جو شخص جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہونا چاہے وہ

گناہوں سے خالص توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع ہو۔ (۲۰) جسے غنائے قلب (دل کی بے نیازی) مطلوب ہو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہوجائے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے عطا فرمادیا ہے اسی پر قناعت کرے۔ (۲۱) جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں فقیہ، دانشور بننا چاہتا ہے تو وہ خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کی بندگی کرے (۲۲) جو شخص حکیم باخبر بننے کا خواہشمند ہے تو وہ علوم دینیہ میں کامل مہارت حاصل کرے اور دینی علوم سیکھ کر عالم (باعمل) بنے۔

وَمَنْ ۲۳ ـ اَرَادَ اَنْ يَّكُوْنَ سَالِمًا مِنَ النَّاسِ فَلَا يَذْكُرْ اَحَدًا اِلَّا بِخَيْرٍ وَّلْيَعْتَبِرْ فِيْهَا مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خُلِقْتُ وَلِمَاذَا خُلِقْتُ وَمَنْ ۲۴ ـ اَرَادَ الشَّرَفَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَخْتَرِ الْاٰخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا وَمَنْ ۲۵ ـ اَرَادَ الْفِرْدَوْسَ وَالنَّعِيْمَ الَّذِيْ لَا يَفْنٰى لَا يُضِيْعُ عُمْرَهٗ فِيْ فَسَادِ الدُّنْيَا وَمَنْ ۲۶ ـ اَرَادَ الْجَنَّةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَعَلَيْهِ بِالسَّخَاوَةِ لِاَنَّ السَّخِيَّ قَرِيْبٌ اِلَى الْجَنَّةِ وَبَعِيْدٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ ۲۷ ـ اَرَادَ اَنْ يَّتَنَوَّرَ قَلْبُهٗ بِالنُّوْرِ التَّامِ فَعَلَيْهِ بِالتَّفَكُّرِ وَالْاِعْتِبَارِ وَمَنْ ۲۸ ـ اَرَادَ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ بَدَنٌ صَابِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ خَاشِعٌ فَعَلَيْهِ بِكَثْرَةِ الْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

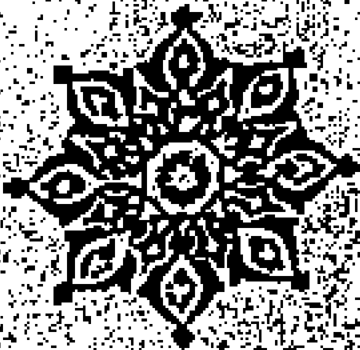
ترجمہ: (۲۳) جو شخص لوگوں کی ایذا رسانی سے محفوظ رہنا چاہے تو وہ سب کو بھلائی کے ساتھ یاد کرے اور اس دنیا میں اس واقعہ سے ضرور عبرت حاصل کرے کہ کیسی حقیر چیز ۲۳ ـ پانی سے پیدا کیا گیا ہے لیکن کس (اعلیٰ) وارفع مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے (۲۴) جو شخص دنیا و آخرت میں اپنے سر پر شرف و فضل کا تاج رکھنا چاہے وہ آخرت کو ہمیشہ دنیا پر ترجیح دیا کرے (۲۵) جو شخص

جنت فردوس اور فنا نہ ہونے والی نعمتوں کی خواہش رکھتا ہے وہ اپنی عمر عزیز کو دنیا کی برائیوں میں ضائع نہ کرے۔ (۲۶) دنیا و آخرت دونوں کو جو جنت بنانا چاہے وہ جودوسخا کرے صدقہ و خیرات کرے اس لئے کہ سخی جنت سے قریب ہے اور دوزخ سے دور (۲۷) جو شخص اپنے دل کو ایمان کی کامل تجلی سے روشن کرنا چاہے وہ کائنات کی ہر چیز میں غور و تدبر کرے اور زندگی کے ہر واقعہ سے عبرت حاصل کرتا رہے (۲۸) جو یہ چاہے کہ اس کے پاس صبر کرنے والا جسم ہو ہر وقت خدا کو یاد کرنے والی زبان ہو اور اللہ سے ڈرنے والا قلب سلیم ہو' تو وہ کثرت کے ساتھ اپنے لئے تمام مومن مردوں اور عورتوں کیلئے اللہ کے دربار میں دعائے مغفرت کرتا رہے۔

تشریح و مطالب : ۲۱۲ قرآن کریم میں ہے خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ آدمی کو کودتے پانی سے پیدا کیا گیا۔ اور مقصد تخلیق یوں بیان فرمایا "میں نے جن و انسان کو اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا (سورہ ذاریت آیت ۵۶)

تم الکتاب

الٰہی تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما' اور ساری نوع انسانی کو ہدایت عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ



مسائل القرآن



حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور ☎ 7352795

سکینۃ الاولیاء

یعنی
ملفوظات معمولات وارشادات

مع حالات خلفائے عظام حضرت میاں میر قادری

شہزادہ محمد دارا شکوہ قادری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور ☎ 7352795


محمد ﷺ

معارف اسوہ

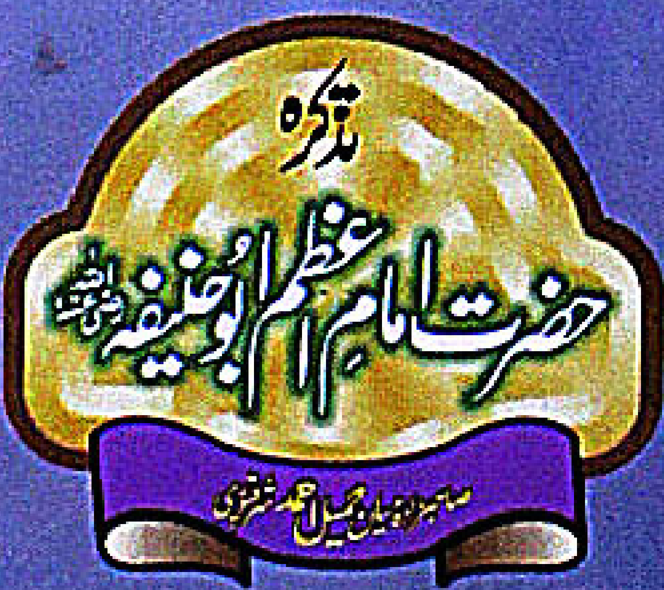

رسول اکرم ﷺ کی وصیتیں
مولانا محمد صدیق ہزاروی


شمع شبستان رضا


حرز سلیمانی

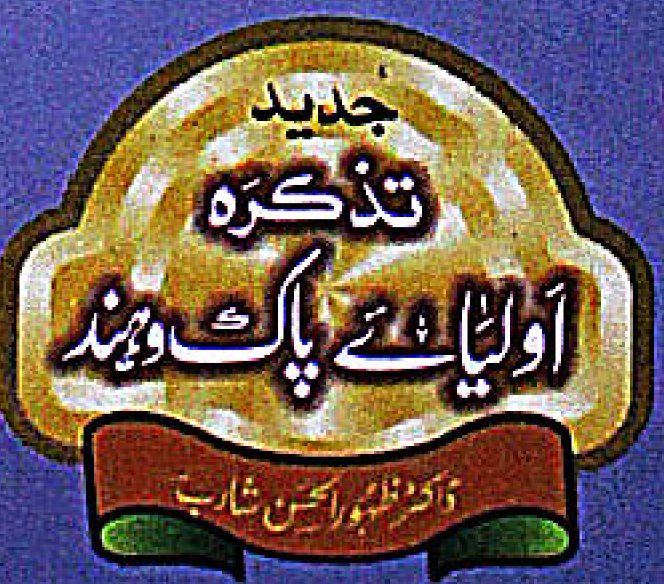

شمائل ترمذی
مترجم


لالہ زار


تذکرہ
حضرت امام اعظم ابو حنیفہ


تاریخ الخلفاء
حضرت شمس بریلوی




جدید
تذکرہ
اولیائے پاک و ہند
ڈاکٹر ظہور الحسن شارب


مصباح اللغات


تذکرۃ الاولیاء